

# تعظیم الاشراف

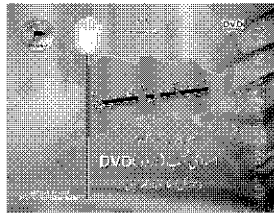
(سادات بنی فاطمہؑ اور نسب کی اہمیت)

تصنیف

علامہ سید غلام حسن شاہ کاظمیؒ

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.fl

sabelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

# تعظیم الاشراف

(سادات بنی فاطمہؑ اور نسب کی اہمیت)

تصنیف

علامہ سید غلام حسن شاہ کاظمیؒ

ترتیب

حضور امام کاظمی

مکتبہ اسلامیہ  
چھپرا باغیچہ آباد، پینٹ نمبر ۱۱۱

اظہار سنز

19۔ اردو بازار لاہور فون: 7230150

ہیڈ آفس: 9۔ ریٹی گن روڈ لاہور فون: 7220761

E-mail: izharsons\_2004@hotmail.com

www.izharsons.com

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب تعظیم الاشراف (سادات بنی فاطمہ اور نسب کی اہمیت)

مصنف سید غلام حسن شاہ کاظمی

ترتیب حضور امام کاظمی

فون نمبر 058810-45872

موبائل نمبر 03335730224-03005199142

E Mail hazoorimam@hotmail.com

hazoor\_imam@yahoo.com

مشاورت سید علی اکبر گیلانی سابق مدیر شعبہ پروگرامز

پی ٹی وی اسلام آباد مرکز

سید حنیف شاہ (ریٹائرڈ) ڈی ایف او نمبرہ

سید منور شاہ کاظمی کٹر ایکٹر چھتر مظفر آباد

سید مجاہد حسین شاہ کاظمی مرحوم شریف ایبٹ آباد

لے آؤٹ / کمپوزنگ سید سجاد بخاری شہید - محمد ساجد حسین مظفر آباد

طبع بار دوم

پروف ریڈنگ قاری محمد فیض الرسول سیدی، محکمہ اوقاف - پنجاب

ناشر سید محمد علی انجم رضوی

اظہار سنز، اردو بازار لاہور

طابع سید اظہار الحسن رضوی

اظہار سنز پرنٹرز - لاہور

قیمت 200/- روپے

سال طباعت مارچ ۲۰۰۸ء

با اشتراک: اسلامک ریسرچ اکیڈمی ٹھنگر شریف - مظفر آباد - آزاد کشمیر

# افتتاحیہ

☆☆☆☆☆

لی خبسة اطفی بها حر الوباء الحاطبة  
المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناهما والفاطمة

☆☆☆☆☆

افلت شمس الاولین و شمسنا  
ابدأ علی فلك العلیٰ لا تغرب

☆☆☆☆☆

بیدم یہی تو پنج ہیں مقصودِ کائنات  
خیر النساءِ حسینؑ و حسنؑ مصطفیٰؐ علیؑ

☆☆☆☆☆









## فہرست

<u>نمبر شمار</u>	<u>عنوان</u>
۹	سپاس عقیدت
۱۵	مقدمہ
۳۳	گزارش احوالِ واقعی
۴۱	عظمتِ ساداتِ بنی فاطمہؑ اور نسب کی اہمیت
۴۷	علمِ اصلاحِ نسل کی مختصر تاریخ
۵۹	کیا اسلام حسبِ نسب کی تمیز روا نہیں رکھتا؟
۶۷	منصوصاتِ انسابِ صالحہ اور نفعِ آخرت
۸۴	حدیثِ ثقلین اور اس کے مویداتِ باہرہ
۱۰۵	مسئلہ کفو پر بحث و نظر
۱۴۰	علمائے جدید کے افکار و آراء
۱۳۶	بصیرتِ افروز تو جیہات و توضیحات
۱۵۳	غیر کفو میں سادات کی مناکحت کے نتائج
۱۵۷	تحقیقِ مسئلہ کفو
۱۶۷	تحقیقِ مزید مسئلہ کفو
۱۷۳	کیا سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے؟
۲۰۰	استحکام کفو اور تعاملِ سرکارِ دعوٰی عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام
۲۱۰	تواتر و تعاملِ خاندانِ ولایت
۲۲۶	کتابیات
۲۲۹	علامہ غلام حسن شاہ کاظمیؒ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف

زمانہ برسرِ جنگ است یا علیٰ مدد دے  
کمک بغیر تو ننگ است یا علیٰ مدد دے  
کسود کارِ دو عالم بیک اشارہ تو  
بکارِ ماچہ درنگ است یا علیٰ مدد دے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## سپاس عقیدت

والدِ گرامی حضرت علامہ سید غلام حسن شاہ کاظمی ۱۳- ستمبر ۱۹۸۲ء کو وفات پا کر آسودہ خاک ہو گئے اور میرے لیے تحقیقی مصادر پر مشتمل کتب خانہ کے علاوہ تقریباً دو صد غیر مطبوعہ مسودات ترکہ میں چھوڑ گئے۔۔۔ میں پیشہ وکالت سے منسلک عدیم القرصت شخص، عربی اور فارسی زبانوں سے نابلد۔۔۔ مسودات کا عالم یہ کہ ہر مسودہ نظر ثانی اور ترتیب نو کا متقاضی۔۔۔ جابجا عربی و فارسی اقتباسات سے مزین عبارتیں۔۔۔ تاہم قبلہ علامہ مرحوم کی وفات کے بعد "تعظیم الاشراف" کی طباعت مکمل کروائی۔۔۔ غلطیوں کا جھوم پھر عربی و فارسی اقتباسات کے تراجم کی تفنگی نے کتاب کو نہ صرف غیر معیاری بلکہ قطعی غیر مستند بنا دیا، کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کے لیے پیشہ ورانہ مصروفیات سے نظریں چرا کر وقتاً فوقتاً مطبوعہ جلد پر اضافے اور درستگی کرتا رہا۔۔۔ اب دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔۔۔ یقیناً اس میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔

۱۹۵۲ء میں علامہ (مرحوم) کی پہلی کتاب "انقلاب کشمیر" طبع ہوئی تھی، "تعظیم الاشراف" ان کی دوسری مطبوعہ تصنیف ہے۔ ۱۹۹۱ء میں قبلہ کی تیسری تصنیف<sup>22</sup> کشمیر میں اسلامی تہرکات، مرتب کر کے چھاپنے کا اعزاز بھی حاصل کیا، پھر ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل صلاح الدین ترمذی صاحب کی معاونت سے "تذکرہ حیات پیر بابا" کی طباعت

رو بہ عمل لائی۔ ۲۰۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ نے جب کاروبار زندگی یکسر اعتدال کی روش سے منحرف کر دیا تو میری تمام تر توجہ قبلہ کے مسودات کی طرف مبذول ہوئی، فرصت کے ان ایام میں مجھے "تذکرہ اولاد امام موسیٰ کاظم" مرتب کر کے شائع کرنے کا موقع ملا۔۔۔ اس طرح قبلہ کی پانچویں کتاب منظر عام پر آئی۔

"تعظیم الاشراف" کے موجودہ ایڈیشن کی تکمیل میں سید حنیف شاہ (ریٹائرڈ ڈی، ایف، او۔ مانسہرہ)، سید علی اکبر شاہ گیلانی (چکلالہ راولپنڈی)، سید مجاہد حسین شاہ کاظمی (ایبٹ آباد)، سید اسماعیل شاہ نقشبندی (مظفر آباد) اور سید سجاد بخاری شہید (مظفر آباد) نے خصوصی دلچسپی لی۔ حنیف شاہ صاحب نے پروف ریڈنگ اور تراجم میں معاونت کی اور قبلہ علی اکبر شاہ گیلانی مدظلہ نے توپورا ایک باب از سر نو مرتب کیا جس کے لیے ان کا سپاس گزار ہوں۔ علمی امور سے شغف اور قبلہ کے مسودات پر کام کرنے کی خواہش کو ہمیشہ عزیزی آفتاب کاظمی (بیورو چیف گل ف نیوز العین۔ یو۔ اے۔ ای) نے مہینز کیا۔ عزیز القدر سید مصطفیٰ شاہ کاظمی (جوہر ٹاؤن لاہور) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کی مرآت شامل حال رہی۔ عم بزگوار سید نور احمد شاہ کاظمی مدظلہ العالی (ایبٹ آباد)، سید منور شاہ کاظمی (ٹھیکیدار چھتر مظفر آباد) اور عزیزی نور افضل شاہ (کنزرویٹور فارسٹ ایبٹ آباد) کی بالواسطہ مشاورت نے موجودہ ایڈیشن آپ تک پہنچانے میں سہولت بہم کی۔

علی مسجد راولپنڈی سے حضرت علامہ سید حامد علی موسوی مدظلہ، کشمیر کالونی جہلم سے حضرت علامہ سید یعقوب شاہ حیدری مدظلہ کی دعائیں اور لاہور سے معروف سکالر جناب سید سبط حسن رضوی کی نوازشیں میری مددگار رہیں۔

صاحبزادہ پیر سید غلام مرتضیٰ شاہ کاظمی مدظلہ (ہنگلی شریف - ایبٹ آباد)،  
صاحبزادہ پیر سید شاہ کمال کاظمی صاحب، صاحبزادہ پیر سید احمد کمال کاظمی صاحب اور صاحبزادہ  
پیر سید حامد کمال کاظمی صاحب (نوال شہر - میرامنڈروچھ - ایبٹ آباد) کا خصوصی طور پر شکر گزار  
ہوں کہ ان کی شفقتیں اب تک برقرار ہیں۔ اسی طرح صاحبزادہ پیر اظہر صاحب بکوٹ شریف  
کی سادات سے محبت و رغبت بھی لائق تحسین ہے۔

کراچی سے صاحبزادہ علامہ پیر سید عارف شاہ ترمذی اولیٰ، کی گراں قدر  
مشاورت پر ممنون احسان ہوں، دربار پیر بابا بونیر سوات کے سجادہ نشین حضرت علامہ پیر سید  
شاہ حسین ترمذی مدظلہ، اور کالا گلے سوات سے علامہ سید عبدالاحد شاہ ترمذی کا خصوصیت سے  
ممنون ہوں کہ ان بزرگوں کی دعاؤں سے مشکلات میں آسانی پیدا ہوئی۔

مظفر آباد سے عزیزم سید فدا حسین شاہ کاظمی نے بڑی محنت سے پروف ریڈنگ میں  
معاونت کی۔ اور مشاورت کی فراوانی سے مستفیض فرمایا۔

صاحبزادگان گولڑہ شریف کی بالواسطہ مشاورت ہمقدم رہی، پیر صاحب  
موہڑہ شریف (مری)، پیر صاحب دیول شریف (مری)، صاحبزادگان سوراہی شریف  
(مری)، صاحبزادگان نیریاں شریف، صاحبزادگان کتیاں شریف (نیلیم ویلی۔  
مظفر آباد) صاحبزادہ محمد حنیف صاحب (ڈوبہ شریف مظفر آباد) اور صاحبزادگان بنی حافظ  
شریف (مظفر آباد) نے تائید و نصرت کے لیے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ علامہ صاحبزادہ  
عبدالظاہر شاہ مدظلہ، (ہنگلی بالا۔ ڈوڈیال ماہنامہ) کی تہذیب و روحانی شخصیت بھی کتاب کی  
طباعت کے لیے دست بردار رہی۔

"تعمیم الاشراف" کے اس ایڈیشن کی طباعت کے لیے وکلاء برادری سے شیخ عبدالعزیز، چوہدری محمد ابراہیم ضیاء (وائس چیئرمین بار کونسل آزاد کشمیر)، نذیر حسین شاہ کاظمی، ممتاز نقوی، سید ارشد گیلانی، طیب گیلانی، راجہ گل مجید خان (ایڈووکیٹ جنرل آزاد کشمیر)، سید اعجاز علی (اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل)، وقار کاظمی، سید مشتاق گیلانی، سید آزاد حسین نقوی، سید شاہد بہار، نیاز گیلانی، امجد علی شاہ بھاکری، سید شفقت حسین شاہ گردیزی، مہر علی شاہ بخاری، عاصم گیلانی، سروش گیلانی، کفایت حسین گیلانی، ناصر مسعود، عامرہ بتول، شازیہ ملک، شجاعت علی گیلانی، شیر زمان اعوان، زاہد اکرم، راجہ خالد، راجہ ندیم احسان، صداقت حسین راجہ، آصف بشیر، راجہ ریاض، محمد آصف شرک، لکھی زمان، سیدہ شہناز، انیس گیلانی اور شوکت اعوان (سیکرٹری بار کونسل) نے حوصلہ افزائی سے نوازا۔

علامہ مفتی سید کفایت حسین نقوی مدظلہ (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر)، علامہ مفتی حبیب الرحمن شاہ بخاری مدظلہ، مفتی عبدالعزیز عباسی (ریٹائرڈ ضلع قاضی مظفر آباد) مفتی وقار احمد (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر)، جناب محمد حنیف اعوان (ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر)، جناب گل زمان قاصد اعوان (مظفر آباد)، برادر مکرم سید بشیر حسین شاہ بخاری (کردلہ مظفر آباد)، میجر ریٹائرڈ سید بشیر حسین شاہ کاظمی، برادر مکرم سید علی شاہ بخاری (شوکت الاٹن مظفر آباد)، عزیز م سید سرفراز حسین نقوی، سید منظور حسین شاہ (پیروکار جنگلات)، سید آفاق حسین شاہ (پریس سیکرٹری وزیراعظم آزاد کشمیر)، سید امین شاہ کاظمی، سید یونس شاہ کاظمی (گہل جڑا)، جناب سید یوسف شاہ کاظمی (چناری مظفر آباد) نے میری حوصلہ افزائی فرمائی جس کے لیے شکر گزار ہوں۔

مظفر آباد سے جناب سید اولاد علی شاہ گیلانی مدظلہ (سابق ناظم خوراک)، جناب سید ثار الحسن گیلانی (سابق میسر بلدیہ اعلیٰ مظفر آباد) جناب سید مرتضیٰ علی گیلانی (وزیر جنگلات حکومت آزاد کشمیر)، سید تنویر الحسن گیلانی (ایڈمنسٹریٹو میونسپل کارپوریشن مظفر آباد) اور جناب سید ریاض گیلانی (امور مظفر آباد) کی محبتیں شامل حال رہیں۔

سید لطیف حسین کاظمی (ناظمی مظفر آباد)، صداقت حسین عسکری ترمذی (تلمیذ۔ بالا کوٹ)، صابر حسین نقوی (پلیٹ مظفر آباد)، عشرت رضا عازمی، وارث امام، سید اقبال مجذوبی، غضنفر کاظمی، ذوالقرنین کاظمی، شوکت علی، مجتبیٰ علی، سرکار امام، علی مراد، بسطین علی، حسنت علی، تابش امام، ریاض حسین گلشن، یاور امام، سیدہ گل بہار، سیدہ جمشید کاظمی، نبیلہ، سنجیدہ، الماس، قرۃ العین، راحت العین، نور العین، ارم، فہمیدہ، فوزیہ، نگارش، نرجس، ہادیہ، نازنین، فائزہ، دانش، بتول، عروج اور روضاب فاطمہ کی "تعظیم الاشراف" سے دلچسپی پر دعا گو ہوں۔

اگر آپ کو "تعظیم الاشراف" کی طرز نگارش یا کوئی اور اسلوب پسند آئے تو علامہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمادیں۔

فقیر بے گلیم

حضور امام کاظمی





## مقدمہ

برصغیر کی نابغہ روزگار اور معروف علمی شخصیت علامہ سید غلام حسن شاہ کاظمی نے ”تعظیم الاشراف“ کفو کے موضوع پر تصنیف فرمائی ہے جس میں سیدہ کے غیر کفو میں نکاح سے متعلق امور زیر بحث لائے ہیں۔ اس موضوع پر جواز اور عدم جواز کے دونوں پہلو ہمیشہ علماء کے پیش نظر رہے ہیں۔ سادات بنی فاطمہ پوری دنیا میں ہیں اور واقعہ کر بلا کے بعد بلاد عرب سے دوسرے ممالک میں ان کی ہجرت کے اسباب متعارف و معلوم ہیں۔ سادات بنی فاطمہ جہاں کہیں بھی گئے خاندانی خصوصیات ہمیشہ ان کی شناخت رہیں۔ علم الانساب کے ماہرین نے سادات بنی فاطمہ کی پہچان انہیں خصوصیات کو قرار دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح ہمیشہ سادات ہی میں کرتے تھے۔ غیر سادات ادا با و تعظیماً یہ جرأت نہ کرتے کہ سادات سے ان کی بچیوں کا رشتہ طلب کریں۔

نکاح کے لیے کفو کی تاکید جا بجا احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ فقہ حنفی میں کفو کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کفو کی تعریف کا تعین علم الانساب کی روشنی میں ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگوں نے کفو کی تعریف غیر مستند حوالوں سے کی ہے جو درست نہیں۔ کفو کا تعلق نسب سے ہے اور نسب میں کفو کا سلسلہ فلاں بن فلاں سے چلتا ہے۔ سورہ اخلاص

میں کفو کی جامع تعریف موجود ہے۔ جو صاف اور واضح ہے۔ ”کفو“ کی تشریح ”لم یلد ولم یولد“ ہے یعنی نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ اللہ کا کفو بنتا۔ تاریخ کی تمام مستند اور معروف کتب میں مختلف قبائل عرب کا جہاں بھی تذکرہ ہے وہ فلاں بن فلاں سے شروع ہوا ہے۔ کفو کی تعریف نسبی ترکیب پر ہوگی جس کا تعلق علم الانساب سے ہے۔ تمام ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ علم یا کوئی دوسری کبھی خاصیت کفو نہیں بن سکتی۔ تمام دنیا کی زبانوں کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اہل زبان کے ہاں کسی بھی لفظ کا جو بھی لغوی یا اصطلاحی معنی لیا جاتا ہے وہی اصل معنی یا مطلب تصور ہوتا ہے کسی لفظ کا اگر کوئی معنی کسی خاص موقع پر لیا گیا ہو تو اس کا اطلاق عموم پر نہیں ہوتا۔ آج بھی اہل عرب میں کفو کی تعریف نسب کی نسبت سے ہے۔ ابن ہشام نے قریش کے نسب اور کفو کی تعریف یوں کی ہے۔

”النضر قریش ، فمن كان من ولده فهو قرشی و من لم یکن من ولده فلیس بقرش“

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۳۹ طبع مصر)

ترجمہ نضر، قریش ہے، جو اس کی اولاد ہے وہ قریشی ہے جو ان کے ہاں پیدا نہیں ہوا وہ قریشی نہیں۔

اسی طرح کے مفہوم کے ساتھ تمام کتب تاریخ میں کفو کی تعریف وارد ہے۔ تذکرہ چونکہ نسب و کفو کا اہل بییت کی نسبت سے ہے اس لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ آج کل اہل بییت اور آل رسول کی نئی نئی تشریحات اور تعبیرات ہونے لگی ہیں۔ لفظ ”آل“ پر ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا گیا ہے اور اس بات کی تشہیر کی جا رہی ہے کہ آل سے مراد اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ ہر ترقی اور پرہیزگار شخص آل میں شامل

ہے۔ بلاِ عرب سے شائع ہونے والی ان کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے جو اہل بیت پر لکھی گئیں تو یہ معاملہ بڑی حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ ہر لفظ کے صحیح مطالب و معانی اور اصطلاح کا درست مفہوم جاننے کے لیے اہل زبان ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ عرب سے شائع ہونے والی ان کتب میں اہل بیت یعنی بنی فاطمہ کو دو تراکیب سے لکھا گیا ہے اور آج کی جدید عربی کتب میں بھی یہ مثال موجود ہے۔ مثلاً ”اہل البيت“ اور ”آل البيت“ یعنی اہل بیت ہی کو آل البيت لکھا گیا ہے۔ مراد دونوں سے ایک ہے۔ عربی مصنفین نے یہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے۔ اس کے متعلق سعودی عرب سے چھپنے والی شیخ ابن تیمیہ ”فضل اهل البيت و حقوقہم“ اور شام ”حلب“ سے شائع ہونے والی ڈاکٹر عبدالقادر منصور کی کتاب ”آل البيت“ بطور تمثیل قابل توجہ ہیں۔ اس طرح کی کئی اور مثالیں بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق تصنیف ”رد المحتار“ معروف بہ فتاویٰ شامی میں ”آلہ“ کی تشریح یوں کی ہے ”انہم قرابة النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الذین حرمت علیہم الصدقة“ کہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت دار ہیں اور ان پر صدقہ لینا حرام ہے۔

راقم السطور کی نظر میں سیدہ کے غیر کفوئیں نکاح کا مسئلہ صرف کفو کی فقہی بحث تک محدود نہیں۔ یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہے۔ جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس پر مختلف کتب فقہ کے حوالہ جات موجود ہیں۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ سے متعلق ہر تنقیح پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ سیدہ کے غیر کفوئیں نکاح سے متعلق اہل علم میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ جن کا نقطہ نظر ان کی تصانیف اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں۔ ایک طبقہ سادات کے تخصص کا قائل ہی نہیں اور نہ ہی ان کے ہاں تعظیم سادات بنی فاطمہ کا

کوئی تصور ہے۔ ان کے نزدیک سیدہ فاطمہ کا نکاح کسی بھی خاندان یا قبیلے کے فرد سے ہو سکتا ہے۔ دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو سادات بنی فاطمہ کے نسب کی تخصیص اور حرمت اہل بیت تسلیم کرتے ہیں لیکن سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کو جائز تصور کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ مناکحت حرام نہیں قرار دی گئی اس لیے جائز ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کو تعظیماً حرام سمجھتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسے نکاح سے فاطمیات کی تعظیم و توقیر باقی نہیں رہتی اور فاطمیات کی قدر و منزلت یا تعظیم و توقیر نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نسبت سیدہ کائنات سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی وجہ سے ہے۔ لہذا بالواسطہ سیدہ کی اہانت، اہانت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ چنانچہ ایسا عمل جس کے بجالانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی کا احتمال ہو اس کا ارتکاب حرام ہو جاتا ہے۔ اہل علم کے ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلو پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ دوسرا کلیتاً معدوم ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات علمی بحث ایسی صورت اختیار کر لیتی ہے کہ نفوس قدسیہ کی عظمت و توقیر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ معتبر کتب میں ایک معروف روایت موجود ہے ”العلم حجاب الاکبر“ کہ علم بہت بڑا پردہ ہے۔ یہ حجاب جب اہل علم کی آنکھوں پر پڑ جائے تو وہ ہر سوال کو فتویٰ کے ترازو پر تولتے ہیں۔ مدعیان علم نے عجیب عجیب گل کھلائے ہیں جب اپنی تعظیم و توقیر کا موقع آیا تو اس کے جواز میں خوب فتوے صادر کیے۔ مگر چادر زہرا کے معاملہ میں ذرا بھی حیاء نہ آئی کہ خاتون جنت کی بیٹیاں کس احترام کی مستحق ہیں۔ علم، آگاہی اور معرفت کے لیے ہوتا ہے۔ وہ علم جس سے ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصول نہ ہو وہ علم، علم نافع نہیں ہوتا۔ علم وسعت نظر پیدا کرتا ہے اور ادب بصیرت کو جلا بخشتا ہے۔ ”ملفوظات مہریہ“ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ مفتیان حضرات ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ تو فوراً صادر کر دیتے ہیں

جو عالم کو بصیغہ تصغیر عوہلیم پڑھ دے (یعنی مولوی کو ملوٹڈا) کیونکہ اس سے علماء کی توہین ہوتی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد و عترت جو مثل سفینہ نوح ہیں ان کی حفاظت و حرمت کی طرف مفتیوں کی نگاہ نہیں جاتی۔ کس قدر انصاف سے دوری ہے۔  
- بقول اقبال -

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے  
گلگیم بوذر و دق اویس و چادر زہرا

حرمت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض حضرات نے نسلی تعصب اور نسبی تفاخر کہہ کر غلط فہمی کا ابلاغ عام کیا ہے۔ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کی تشریح کرتے ہوئے عزت و حرمت کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دینا اور حرمت ساداتِ بنی فاطمہ کی نفی کرنا دانستہ قرآنِ عظیم کے مفاہیم سے تعرض ہے۔ فضیلت اور مساوات کا آپس میں کوئی تصادم نہیں، یہ دونوں الگ الگ موضوع ہیں۔ سب مخلوق فضائل کے اعتبار سے ایک جیسی نہیں۔ یہ اصول قرآنِ عظیم کی آیات سے صراحاً ثابت ہے۔ ساداتِ بنی فاطمہ کے لیے فضیلت کا انکار کر کے سیدزادیوں کے نکاح غیر سادات سے جائز قرار دینے والے واعظین نے کبھی اصول مساوات پر عمل نہیں کیا۔ اور کبھی واقعاً ایسا امر سامنے نہیں آیا کہ کسی کا سببی نے کسی ایسے بڑے مفتی صاحب سے بیٹی کا رشتہ طلب کرنے کی جرأت کی ہو جو سیدہ کا نکاح غیر کفو میں جائز قرار دینے کے لیے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر وعظ کرتا ہو۔ اگر کوئی عام شخص یہ جرأت کرتا تو اپنا حشر بھی دیکھ لیتا اور علماء کی تعظیم و توقیر کے اصول و دلائل دھواں دھار و وعظ کی صورت میں اس کی سماعتوں سے تیر کی مانند آر پار ہوتے۔ اس دور میں سیدہ کائنات کی بیٹیاں تو زیر بحث ہیں لیکن کسی حملہ یا

علاقے کے خطیب یلڈیناوی اعتبار سے کسی بڑے آدمی کی صاحبزادی کے نکاح پر تبصرہ کرنے کا اختیار کسی کو نہیں لیکن فاطمیات اتنی مظلوم ہیں کہ جس کا جی چاہے ان کی مناکحت پر جواز کے فتوے صادر کرتا پھرے۔

علمائے دین کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن علماء، اولیاء، فقہاء، صلحاء، اتقیا، سب کی قدر و منزلت اور تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت غلامی قائم رکھنے کے سبب ہے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا یہ مرتبہ ہے تو آپ کے اہل بیت کی کیا شان ہوگی؟ واعظین و خطباء میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و توقیر کا بڑی بے باگی سے چرچا کیا ہے۔ حریف شکایت ان کے لیے ہے جو اپنی تعظیم و توقیر کو تو دین کی تعظیم و توقیر قرار دیتے ہیں لیکن سادات بنی فاطمہ کی تعظیم و توقیر کو تعظیم رسول تصور نہیں کرتے۔

تعظیم و تکریم اور حرمت بنی فاطمہ پر ہمیشہ تیروں کی برسات رہی، کبھی کمان، کبھی زبان، کبھی فتوؤں اور کبھی قلم کے تیرا زمانے گئے۔ واقعہ کربلا کے رونما ہونے سے پہلے ایک مخصوص ماحول پیدا کیا گیا۔ لوگوں کے دلوں سے عظمت خاندان رسول محو کرنے کے لیے محراب و منبر استعمال کیے گئے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی مقدس جگہ پر بدتمیزی، بداخلاقی، بدکلامی اور سب و شتم کا منظر چشم عالم نے دیکھا جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ عظیم محدث علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ”تاریخ الخلفاء“ اور ان کی دیگر کتب میں بہیمانہ سیاہ کاری کی تفصیل موجود ہے کہ آل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کم و بیش نوے (90) سال تک محراب و منبر سے دشنام طرازی کا ہدف بنایا گیا۔ یہ عمل جمعہ و عیدین کے خطبوں میں ہوتا رہا۔ توہین آل بیت کا درس دیا جاتا رہا۔ جو کوئی خطبہ جمعہ میں امیر المومنین سعیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس پر سب و شتم کرنے میں نرمی

سے کام لیتا تو اُسے طلب کر کے تنبیہ کی جاتی تھی۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلمہ پڑھنے والوں نے نبیؐ کے لاڈلے اور آغوشِ نبوتؐ میں پلنے والے امامِ عالی مقام کا سزاقدس نیزے پہ چڑھا کر بازاروں کا گشت کیا۔

مفتیانِ حضراتِ فتویٰ صادر فرماتے وقت سیدہ کائناتؑ کی نسبت کا پاس اور احترام ملحوظ خاطر رکھیں تو انہیں یہ احساس ہو کہ فاطمیہ سیدہ کو زوجہ بنا کر اس کے ادب و تعظیم کو کیسے برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ دین میں بے شمار جائز کام بھی احتمالِ بے ادبی کی وجہ سے متروک ہو جاتے ہیں۔ ایسے جائز عوامل ترک کرنا عین شریعت بن جاتا ہے جن کے بجا لانے سے ادب و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو، اسی لیے فقہاءِ احناف کے ہاں احتیاط پر فتویٰ افضل ہے نہ کہ جواز پر اور یہی احتیاطی پہلو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنایا۔ اور ایسے امور کو ترک کر دیا جن سے بے ادبی کا موہوم سا احتمال بھی تھا۔ ہر وہ عمل شعائر بنایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا پہلو نکلتا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اولیاء اللہ سلف صالحین اور جملہ اکابرین نے اپنی زندگیوں میں ادب و تعظیم کو سب اعمال پر فوقیت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت والی ہر چیز کو محترم سمجھا بزرگانِ دین نے ادب کے ذریعے ہی روحانیت کی منازل طے کیں اور اللہ کے ہاں مقبولیت کا اعزاز پایا۔ ان سب اولیاء اللہ نے اپنے عمل اور تقریر و تحریر کے ذریعے ثابت کیا کہ سیدہ فاطمیہ سے غیر سید کا نکاح بے ادبی اور توہین پر منتج ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ سیدہ کو زوجہ بنا کر ادب و تعظیم کا تصور بھی محال ہے۔ دین اسلام صرف فتوؤں پر منحصر نہیں۔ دین تو ایمان سے ہے اور ایمان کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ کی روح شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ جس طرح کہ سورۃ حج کی آیہ کریمہ ہے ”و من یعظم شعائر اللہ“



سے کام لیتا تو اُسے طلب کر کے تمبیہ کی جاتی تھی۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلمہ پڑھنے والوں نے نبیؐ کے لاڈلے اور آغوشِ نبوتؐ میں پلنے والے امامِ عالی مقام کا سرِ اقدس نیزے پہ چڑھا کر بازاروں کا گشت کیا۔

مفتیانِ حضرات فتویٰ صادر فرماتے وقت سیدہ کائناتؑ کی نسبت کا پاس اور احترام ملحوظ خاطر رکھیں تو انہیں یہ احساس ہو کہ فاطمیہ سیدہ کو زوجہ بنا کر اس کے ادب و تعظیم کو کیسے برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ دین میں بے شمار جائز کام بھی احتمالِ بے ادبی کی وجہ سے متروک ہو جاتے ہیں۔ ایسے جائز عوامل ترک کرنا عین شریعت بن جاتا ہے جن کے بجا لانے سے ادب و تعظیمِ رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو، اسی لیے فقہاءِ احناف کے ہاں احتیاط پر فتویٰ افضل ہے نہ کہ جواز پر اور یہی احتیاطی پہلو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنایا۔ اور ایسے امور کو ترک کر دیا جن سے بے ادبی کا موہوم سا احتمال بھی تھا۔ ہر وہ عمل شعائر بنایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ کی تعظیم کا پہلو نکلتا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اولیاء اللہ سلف صالحین اور جملہ اکابرین نے اپنی زندگیوں میں ادب و تعظیم کو سب اعمال پر فوقیت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ سے نسبت والی ہر چیز کو محترم سمجھا بزرگانِ دین نے ادب کے ذریعے ہی روحانیت کی منازل طے کیں اور اللہ کے ہاں مقبولیت کا اعزاز پایا۔ ان سب اولیاء اللہ نے اپنے عمل اور تقریر و تحریر کے ذریعے ثابت کیا کہ سیدہ فاطمیہ سے غیر سید کا نکاح بے ادبی اور توہین پر منتج ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ سیدہ کو زوجہ بنا کر ادب و تعظیم کا تصور بھی محال ہے۔ دین اسلام صرف فتوؤں پر منحصر نہیں۔ دین تو ایمان سے ہے اور ایمان کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ کی روح شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ جس طرح کہ سورۃ حج کی آیہ کریمہ ہے ”و من یعظم شعائر اللہ“

اللّٰهُ فَانْهَاهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“۔ عظیم محدث اور فقیہ حضرت امام نووی الشافعی نے حدیث کی شہرہ آفاق کتاب ”ریاض الصالحین“ میں ایک باب قائم کیا ہے۔ ”اکرام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بیان فضلہم“ جس میں انہوں نے اس آیت کے تحت اہل بیت کی تعظیم کو شعائر اللہ کی تعظیم قرار دیا ہے۔ یہ امام نووی کا عقیدہ ہے۔ تقویٰ کا اعلیٰ مقام تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری ہے اور تقویٰ کا مقصود ایمان ہے۔ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت کی تعظیم سے ہے۔ یہ ترتیب خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، و حضرات حسنینؑ اور سیدہ کائناتؑ ان پانچ نفوس قدسیہ کے متعلق الگ الگ احادیث صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور ایک ہی طرح کے مفہوم کے ساتھ یہ روایات آئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا“۔ یہ اعلان اس زبان مبارک سے ہے جس کے متعلق قرآن اعلان کرتا ہے ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے۔ یہ قانون اور قاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ اہل بیت کی تعظیم کو اپنی تعظیم اور ان کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دے کر قیامت تک اہل ایمان کو حرمت اہل بیت کا درس دے دیا ہے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے علمائے دین نے سیدہ کا غیر سید سے نکاح تعظیماً منع کر دیا۔ یہ اہل حقیقت ہے کہ بنی فاطمہؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں ان کی تعظیم میں نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرما ہے۔ جب کوئی نظریہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو جائے تو پھر اس کے خلاف دلائل دینا کسی ایسے شخص کو زیب نہیں دیتا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہونے کا دعوے دار ہو۔ مجدد اسلام سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے

فتاویٰ مہریہ میں آیہ کریمہ قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربى سے استدلال اس لیے فرمایا کہ تمام امور نبوت و رسالت کا مقصود امت کو دولت ایمان سے آراستہ کرنا اور پھر اس کی حفاظت کرنا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قرابت داروں کے متعلق محبت و مودت کی صورت میں اجر طلب کرنا حفاظتِ ایمان کا حتمی اور فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ سیدہ کائنات کو جو نسبت اپنے والد گرامی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے پوری کائنات میں یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ لائق تعظیم سیدہ فاطمہ کی ذات گرامی ہے۔ ان کی حرمت سیدہ فاطمہ کی نسبت سے ہے۔ اس حقیقت سے صرف نظر ایمان کے لیے شدید خطرہ ہے۔ مسلم شریف اور بخاری شریف میں یہ متفق علیہ روایت موجود ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا ”ارقبوا محمد افسی اہلیتہ“ بخاری شریف کتاب نساء اصحاب النبی ص ۳۰۳ طبع الریاض السنوی عرب۔

تین چار الفاظ پر مشتمل اس جملہ میں قیامت تک بنی فاطمہ کی تعظیم و توقیر کے لیے ایک رہنما اصول متعارف ہوا ہے۔ قرآن عظیم میں صراحتاً ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اختیار تمام مسلمان مردوں کو اللہ نے دیا ہے، ایک جائز عمل ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ کی موجودگی میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے دوسرا نکاح ممنوع قرار دیا۔ حدیث پاک ہے۔

ان المسور بن مخرمة انه سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على المنبر و هو يقول ان بنى هشام بن المغيرة استاذ نونى ان ينكحوا بنتهم على ابن ابى طالب، فلا آذن لهم، ثم لا آذن لهم، ثم لا آذن لهم

وقال ' فانما فاطمة النبي بضعة مني يوريني ما ارابها ويؤذيني ما اذاها.  
(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل فاطمة بنت النبی، ص ۱۰۸ طبع الریاض سعوی عرب)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہاشم بن مخرمہ نے اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کرنا چاہا اور مجھ سے اجازت مانگی میں ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر ان کو اجازت نہیں دیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اسکی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے۔ اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

یہ روایت مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی اور سنن الکبریٰ کے علاوہ کئی دیگر معتبر کتب حدیث میں موجود ہے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتویٰ کے لیے ایک اصول فراہم کر دیا کہ فتویٰ دیتے وقت کسی جائز عمل کے لیے بھی یہ احتیاط کی جائے کہ اس سے رسول و آل رسول کی ایذا یا دل آزاری تو نہیں ہوگی یا ادب و تعظیم میں فرق تو نہیں پڑے گا۔ اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرمایا ”لا آذن لهم“ (میں اجازت نہیں دیتا) کتنی تاکید اور تنبیہ آپ کے اس کلام میں پائی جاتی ہے۔ مسلم شریف میں سلیمان بن بردہ سے روایت ہے کہ ”قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حرمه نساء المجاهدين على القاعدین كحرمه امهاتهم“

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب حرمۃ نساء المجاہدین، داہم من خاتم نعمین طبع الریاض سعوی عرب)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جہاد کرنے والے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت قاعدین (جو لوگ پیچھے گھروں میں رہ گئے ہیں) پر اس طرح ہے جس طرح ان کی ماؤں کی حرمت ہے۔

اس حدیث پاک میں سبب حرمت جہاد کرنے والوں کی تعظیم ہے اور دیگر

لوگوں کے لیے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ماؤں کی طرح ہونا تعظیماً ہے۔ کیونکہ ماں سے نکاح ممکن نہیں ہوتا اور لفظ ماں میں ایک عجیب احترام و عزت ہے۔ کسی عورت کو ماں کی حیثیت سے دیکھنا حد درجہ احترام و ادب کی علامت ہوتا ہے۔ سلف صالحین اسی لیے سید زادیوں کو ادباً و تعظیماً ماؤں جیسی عزت دیتے تھے اور اس روش کے پیروکار اس سنت طاہرہ پر آج بھی قائم ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی کی کتاب ”الاستحباب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف“ صفحہ ۱۵۲-۱۵۱ طبع الرياض سعودی عرب میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ حضرت سیدنا علیؑ کی ایک بیٹی سیدہ فاطمہؑ نے فرمایا کہ وہ کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئیں اس وقت وہ مدینہ کے گورنر تھے انہوں نے سیدہ کے پردہ احترام اور عزت کی خاطر تمام لوگوں کو باہر نکال دیا اور عرض کیا یا ابنة علیؑ و اللہ ما علی ظہر الارض اہل بیت احب الی منکم و لانتم احب الی من اہل بیتی۔

(اے علیؑ کی بیٹی اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی خاندان آپ کے خاندان سے زیادہ میرے لیے لائق تعظیم نہیں اور میرے گھر والوں سے زیادہ آپ عزیز ہیں)۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے زیر نظر کتاب میں اولاد سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ادب و تعظیم کے بارے میں بزرگان دین کے طرز عمل کو منتخب کیا ہے۔ موضوعات کے انتخاب میں محققانہ روش اپنائی ہے اور اس موضوع پر اب تک لکھی گئی تمام کتابوں سے منفرد طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ شعوب و قبائل اور تعظیم و تکریم کا علمی پہلو سے جائزہ لیا گیا ہے۔ قرآنی مفہیم عربی زبان کے مخصوص آہنگ میں پیش کرنے کے لیے سطحی انداز مخاطب سے صرف نظر کر کے عالمانہ طرز نگارش سے کام لیا ہے۔ سدرت خیال کے جو

اسالیب زیر نظر کتاب میں دستیاب ہیں ان سے علامہ مرحوم کے علمی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے استدلال کو مستند حوالوں سے کس طرح پیش کرتے ہیں اور پھر زور بیان ایسا کہ ناپیدا مثال ہے۔

علامہ مرحوم نے قرآن حکیم کی معنوی تحریف کرنے والوں کا محاکمہ کیا ہے اور فرقہ واریت بالخصوص سنی شیعہ مکتبہ فکر میں پائے جانے والے فروعی اختلافات کی خلیج کو بڑے سلیقے سے کم کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ اشعب و قبیلہ، مکرمیم و تعظیم اور تقویٰ کے حقیقی مفاہیم کو موثر اور ناقابل تردید حوالوں سے بصیرت افروز پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے اس دینی نصب العین کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

سید مجاہد حسین کاظمی

ایبٹ آباد

سلام علی آل طہ و لیسہ سلام علی آل خیر العین  
(جائی)

## گزارش احوالِ واقعی

یہ کتاب میرے مسودہ کے مطابق تین جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد حاضر خدمت ہے۔ یہ مجلہات کوئی چار سو کتب مصادر کی مرہون منت ہیں۔ جن میں میرے مخاطب اصلاً و معناً حسنی و حسینی ساداتِ کرام ہیں۔ انہی کی چاکری و خدمت گزاری اور اعزاز و احترام کی برقراری کے علاوہ امت کی فکری خیر خواہی کے لیے جو کچھ بھی بہتر جانا لکھا ہے۔ یہ کاوش اولادِ حسن اور اولادِ حسین کے لیے روارکھی گئی ہے۔

بالفاظِ دیگر ساداتِ کرام کی خود شناسی اور خود آگاہی کے لیے ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ نیک نیتی، اخلاص مندی اور دیانت داری سے علمی، مذہبی اور تحقیقی طور پر کوئی سنجیدہ سوال درپیش آجائے تو اس پر غور کیا جائے گا کوئی غیر متعصب، باضمیر اور علم و فن سے آراستہ شخص تعمیری نوعیت کی بات کہے تو اس پر غور و تامل سے انکار نہیں۔ اصولی، تعمیری، دینی اور تحقیقی نوعیت کی تجاویز سامنے آگئیں تو انہیں قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ مجاہد لے، مناظرے، مکارے اور مکافرے اصلاً اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں ذاتی طور پر اپنی کم علمی اور غنچنی بے مانگی کا یہ حال معترف ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ علم و فن سے تہی دامن علماء اور عقل و شعور سے محروم دانشور کسی کسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اکثر اعتراضات اور غلط فہمیاں جو صدیوں سے چلی آ رہی ہیں آج بھی برقرار ہیں۔ کسی حد تک میں بھی ان سے واقف ہوں۔

اے شیخ شیخیاں نہ بگھار اپنے زُہد کی  
تھوڑے سے ہم بھی ہیں تیرے جتنے کے رازدار





میں جب ہم آہنگی آجاتی ہے تو پسندیدہ، ناپسندیدہ، خوب، ناخوب اور جو مردود ہو وہ مقبول ہو کر جسم و روح کی خوراک بن جاتا ہے، یہ کہاں ضروری ہے کہ کسی کی پسند کسی اور کو بھی پسند ہو، جو بات ایک دماغ میں خوب ہے وہ دوسرے دماغ میں ناخوب ہے۔ جسے کوئی مردود ٹھہراتا ہے دوسرا مقبول بناتا ہے، جسے حارث سند جواز بخشتا ہے اسے زید بہر پہلو عدم جواز کی مسند پر بٹھاتا ہے۔

اے آنکہ خوب ماثناسی زخوب و زشت  
ہم رذ و ہم قبول تو فارغ نشسته ایم

قدرت و مشیت کی اعجاز نمایاں اور کتاب و سنت کی کارفرمایاں خاطر نشین ہو جائیں، ذوق سلیم کی نعمت اور اطمینان قلب کی دولت یاوری کرے، آدمی کتاب و سنت یا کتاب و عترت کی مرضی میں گم ہو جائے اور اپنی خواہشات اور مرضی سے دست بردار ہو جائے تو پھر نور نبوت کی درخشانی دیکھ سکتی ہے۔ رسالت سرا جہا منیرا کی جلوہ گاہ نظر آتی ہے اور اہل بیت رسالت یا آئمہ ہدایت کا نور جلوہ آراء ہو جاتا ہے۔ کائنات کے بحر ظلمات میں آئمہ عترت و ہدایت کے ماہتاب کی چاندنی بکھرتی ہے۔ آئمہ ضلالت کی نحوست بھاگتی ہے۔ انسانیت کبریٰ کا سفینہ حیات ساحل مراد و کامرانی سے ہمکنار ہو پاتا ہے اور عروس آدمیت سامنے آجاتی ہے۔

کتاب ہفت ملت گر بخواند آدمی عامی ست  
نخواند تا جزو آدمیت داستانے را

قرآن کریم کے ایک خاص حصہ کی شرح و بیان میں لوگوں نے اپنی خواہشات سے

کام لیا اور اسے آلودہ کر دیا۔ اس طرح فسادِ فکر، فسادِ نظر اور فسادِ قلب کو باریابی ملی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک، احادیثِ پاک، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے نام سے روایات گھڑی گئیں، تراشی گئیں اور اختراع کی گئیں پھر انہیں شائع کیا گیا۔ ایسا کرنے کی وجوہ اظہر من الشمس ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجابِ فرمائی کے بعد تقریباً تیس برس تک اسلامی ریاست اور حکومت برقرار رہی اور پھر اسلامی ریاستِ مسلمانی ریاست و حکومت میں بدل گئی۔ اس طرح قرآنی اور نبوی اسلامیات کا لٹل طور پر کسی بھی مسلمان ملک میں باریاب نہ ہو سکی اور نہ آج کسی مسلمان ملک میں باریاب ہے۔ چند اوضاع و مراسم کو اسلامیات سے تعبیر کرنا حقیقتِ حال سے فرار ہے اور یہ فرار صدیوں سے رواں دواں ہے پھر وہ دور آیا کہ لوگوں اور خصوصاً کارفرما اور اقتدار دوست لوگوں کے دل و دماغ میں ہم آہنگی نہ رہی۔ دماغ کہیں جا الجھا اور دل کہیں جا انکا، تجربات شاہد ہیں کہ اقتدار سے دل و دماغ میں ہم آہنگی برقرار نہیں رہتی۔ اقتدارِ ناہنجار کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ اسلامیات کا درس تو دیتا ہے مگر اپنے اوپر اسلامیات کو وارد نہیں کرتا۔ چنانچہ اسلامی ریاستِ پہلی صدی ہجری پوری کرنے سے پہلے ہی کتاب و سنت کی منہاج سے ہٹ گئی۔

صراطِ مستقیم کا جو رخ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین فرما دیا تھا اس سے وہ دوسرے رخ پر چل نکلی اور آج تک دوسرے رخ پر جا رہی ہے۔ تفسیریں لکھی گئیں، احادیث کے مجموعے مرتب کیے گئے، فقہ و اجتہاد پر مشتمل مجلدات موجود ہیں۔ مفسرین، محدثین، مجتہدین اور فقہائے کرام کی محنتیں، کاوشیں اور جاں گدازیاں اتنی ہیں کہ یہ امت ان کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ ان کا جس قدر بھی بارِ احسان تسلیم کیا جائے کم ہے، اگرچہ احسان فراموشی ہوتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔ امہات المؤمنینؓ، اہل بیتِ کرامؑ علیہم السلام اور ساداتِ کرام کے مسائل، حقوق اور معاملات کے علاوہ ان کی تفسیرات و تعبیرات میں گونا گوں الجھاؤ

پیدا کیے گئے۔ سرکارِ دربار سے وابستہ لوگوں نے دانستہ اور شاہی درباروں سے باہر کے لوگوں نے کچھ دانستہ اور کچھ نادانستہ ایسی حرکات کیں، ایسے کلمات کہے، ایسے ملفوظات چھوڑے اور ایسی تحریری روایات برپا کیں کہ وہ آلِ محمد علیہم السلام، اور اولادِ بنو فاطمہ کے احوال کے سر تا سر خلاف اور ناروا تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام، حضرت جہول سلام اللہ علیہا اور حضرات آئمہ اہل بیت سے متعلق کئی روایات توہین و ہتک پر مبنی اختراع کی گئیں۔ کچھ لوگ ایک سانس میں توحید کی منادی کرتے رہے اور دوسری سانس میں توحید ربانی کی منادی کرنے والے اہل بیت کرام علیہم السلام کی تقریری اور تحریری توہین کرتے رہے۔ خوفِ خدا سے بے نیاز ہوا کیے اور سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا بھی ترک کر بیٹھے۔

خوفِ خدائے پاک دلوں سے نکل گیا  
آنکھوں سے حیا سرور کون و مکاں گئی

برصغیرِ پاک و ہند میں انبیائے کرام علیہم السلام کا تقابلی و تنقیدی مطالعہ کرتے وقت اور مذاہبِ عالم کا جائزہ لیتے ہوئے دعوتِ وارشاد کے علمبرداروں اور مذہبِ اسلام کے پاسداروں نے دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو اتنی گالیاں دیں کہ ان کا حساب و کتاب حد و شمار سے باہر ہو گیا۔

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات با برکات میں متفرق خیالات کے لوگ سر زمینِ عرب و حجاز میں موجود تھے۔ ایک گروہ دل و جان سے آپ کے ساتھ تھا۔ دوسرا گروہ سرتاپا آپ کے خلاف تھا۔ تیسرا گروہ منافقین کا تھا کہ ادھر بھی موجود، ادھر بھی چاہے۔ چوتھا گروہ تماشاخی تھا اور اس حیثیت میں تھا کہ جو فریق کامیاب ہوا اپنے مفادات اس سے وابستہ کر لیں گے۔ ہم کیوں لڑیں اور جاتیں گنوائیں۔ ابنِ الوقی، مفاد پرستی اور موقعہ شناسی ان کی گھٹی میں

تھی۔ جب ”اننا فتحنا لك فتحا مبينا“ کا آسمانوں اور زمینوں میں غلغلہ بلند ہوا اور ”یدخلون فی دین اللہ افواجا“ کا سماں بندھ گیا تو ”یا ایہا الذین امنوا صلّو علیہ وسلموا تسلیما“ کے نعمات نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور عرش و فرش کو آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ تو دوسرے، تیسرے اور چوتھے گروہ نے نئے حالات کے مطابق اپنی حکمت عملی طے کر لی۔

اللهم صل على محمد وآل محمد وبارک وسلم.

اس ذات والا صفات پر بذات خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے مسرت و ابہتاج کے ڈوگرے برسارے ہیں تو کائنات میں جو ایماندار ہیں وہ درود و صلوة میں از خود رفتہ ہو جائیں اور اسے اپنی روح و جسم میں تسلیمات جان لیں تو یہی سلامتی کائنات کی ضمانت اور یہی ایمان کی علامت ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔

سرکار والا مدار علیہ السلام کے چچا زاد بھائی اور داماد باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ کی نسبت زبان نبوتؐ نے فیصلہ فرمادیا۔ ”لَحْمُكَ لَحْمِي وَ دَمُكَ دَمِي وَ جِسْمُكَ جِسْمِي“

(ترجمہ) تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے اور تمہارا جسم میرا جسم ہے۔

سیدۃ النساء الغلیمین فاطمہ الزہراؑ اتول سلام اللہ علیہا کی نسبت اعلان عام کیا کہ

”الفاطمۃ بضعة منی“ نخت جگر نور چشم یا نور العین کی بجائے لسان رسالت

مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”الفاطمۃ بضعة منی“ کہا ہے۔ یعنی فرمایا فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا ٹکڑا ہے، جگر کا ٹکڑا نہیں کہا، میرا ٹکڑا کہا ہے یعنی میرے جسم کا حصہ ہے۔

کیونکہ جسم پاک کے اس حصہ کو کسی کی مجال ہے کہ الگ تھلگ ٹھہراوے؟ صلوا علیہ وآلہ۔

حسین علیہم السلام کو اپنے بیٹے کہا۔ لفظاً و معنأً وہ اولاد کے حکم میں ہیں۔ کثرۃ ارض پر آباد لوگوں

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی شخص کے باپ نہ تھے۔ "ابا احد من الرجالکم" حقیقتاً وہ کسی کے باپ نہ تھے۔ مگر اراکین بیت نبوت کے باپ تھے۔ اس حقیقت حال پر خفا ہونا صاف صاف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معارضہ و مجادلہ ہے۔ اب یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ جدل و انکار کے راستہ پر چلیں یا صلوة و سلام کی صراطِ مستقیم اپنائیں۔

علی المرتضیٰ علیہ السلام، فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا، حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور حسین علیہ السلام شہید کر بلا۔ یہ چاروں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک سے ہیں۔ اس لئے انہیں "پنجتن پاک" سمجھا جاتا ہے۔ کتاب الہی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احادیث نبوی اور مدارس فقہ و اجتہاد کے تمام اجزاء پنجتن پاک علیہم السلام کے وجود و شہود، اعزاز و احترام اور حسن و جمال کے جو ذمہ داری ہیں۔ ملتِ اسلام کی اکثریت میں ایک صحیح اقلیت چلی آئی ہے جو آلِ محمد کے نقائص تلاش کرتی رہی مگر ہمیشہ منہ کی کھاتی رہی۔ علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ذوالفقار کا فرسکار کفار ناہنجار کو موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے رسوم جاہلیت کے ساتھ ساتھ اوضاع شرک کو اپنی عفت و عصمت کی قوت اور طہارت و نجابت کے زور سے اللہ کی رضا میں ملیا میٹ کیا۔ ان کے سراپا حیرت و نجات بیٹوں نے خدا داد فراست و بصیرت، علم و حکمت سے اسلامیات کو اپنایا۔ خداوند تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کی۔ کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کا مقابلہ کیا۔ ملتِ اسلام کی خیر خواہی، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینِ مصطفیٰ کی بقاء کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں اور شہادتِ عظمیٰ کے تاج پہن لئے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم

چند آدمی اسلامیات کی بالادستی دیکھ کر حلقہٴ اسلام میں آگئے اور وہ "مؤلفۃ القلوب" ٹھہرائے گئے۔ جہاد کے میدان میں علی المرتضیٰ علیہ السلام نے ان کے باپ، بھائی اور رشتہ دار قتل کئے تھے۔ اس لئے حلقہٴ اسلام میں رہ کر وہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن اور معاند تھے جو کفار قتل ہوئے وہ اُس وقت بھی ملعون تھے اور آج بھی ملعون

ہیں۔ اُن کفار کی اولاد میں جذباتِ انتقام کو رو بہ کار لاتی رہیں۔

جب اہل بیت کرام علیہم السلام، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا حصہ ہیں تو جو حرمت و عظمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے وہ ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ اہل بیت کرام کا یہ طبقہ جبرائیل امین کا دوست تھا۔ وحی الہی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص تھی۔ یہ طبقہ وحی کا ادشناس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج دان تھا۔ قرآن کریم کی آیات اور ان کے کل نزول سے کما حقہ واقف تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ خاص ان کا بھی حجرہ خاص تھا، ان کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بھی یہ اہل بیت علیہم السلام ہیں اور اپنے علیحدہ گھر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ ان ہی کے لئے "آل" کا لفظ مخصوص ہو گیا ہے۔ ان ہی کو اولادِ رسول، اولادِ نبی اور عترت و ذریت یقین کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بنی اُمیہ ۱۳۲ھ میں حکمرانی سے محروم کر کے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے غلط ہے۔ جب کہ بنی اُمیہ نسطاؤنسا آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح فرقہ خوارج کی نسبت خیال کیا گیا کہ انہیں مرتضوی عسا کر نے صفین میں ختم کر ڈالا تھا۔ یہ خیال بھی سطحی اور معلومات کی خامی ہے۔ فرقہ خارجی نہ صرف آج تک موجود ہے بلکہ ان کی ریاست بھی ہے۔ ان کی تفسیریں، دینی تعبیریں اور حدیثیں برقرار ہیں۔ ان کی فقہ اور اجتہادیات مدون ہیں۔ ان کے فقیہ، محدث، مفسر اور مستحکم خدا کی زمین پر چلتے پھرتے اور اپنے معتقدات کے مبلغ و داعی ہیں۔ اسی طرح فرقہ ناصبی کہ حضرات شیخیں رضی اللہ علیہم کا ستائش گر ہے۔ اس کی کتابیں، رسائل اور اجتہادات، کتب خانوں میں باریاب ہیں۔ اس صورتِ حالات سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے عقائد و اعمال اور اپنی مذہبی انفرادیت میں برقرار چلے آئے ہیں، یہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، وعظ کرتے ہیں، درس دیتے ہیں، مدرسے اور دارالعلوم برپا کرتے ہیں، مسلمانوں میں مسلمان ہو

کر رہتے ہیں، انہی سے چندے لیتے ہیں اور پھر ان ہی کے عقائد و اعمال میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔

مؤرخین کرام اور دوسرے مصنفین نے ان کی نشاندہی سے غفلت نہیں برتی۔ پس بنی اُمیہ کی اولاد، فرقہ ناصبی، فرقہ خارجی کی اولاد و انصار، اہل مذہب و مشرب کے بالا خانے میں بیٹھ کر مسلک شیعہ اور مسلک اہل بیت پر سنگ باری کریں۔ تو ہین و تحقیر کے تیر چلائیں اور الزام و اتہام کی باڑھ باندھ دیں تو شہرستانِ بیداد میں داؤگر کہاں سے آئیں۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں ۱

(غالب)

سنی مسلک اور شیعہ مسلک میں فاصلہ پہلے بھی زیادہ نہ تھا اور آج بھی زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اولادِ مردان، فرقہ ناصبی اور فرقہ خارجی نے سنی اور شیعہ میں بعد اہم شرعین پیدا کیا اور آج بھی اسی دینی خدمت گزاری اور صحابہ کرام کی پاسداری کے نام سے "دین" اور "دینداری" کے لئے کام کر رہے ہیں۔ بلاشبہ فتنہ سامانی میں کامیاب ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ سید زادی اور حسب و نسب والی سید زادی غیر سید سے نکاحی جائے حالانکہ حسنی یا حسینی سید زادی کا غیر سید سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اور انتہی پر حتماً حرام ہے۔ اگر منکحات بطور نظائر پیش کیے جائیں تو وہ نظائر ہی جاہلیت ہے۔ وہ مصنوعی، بناوٹی، بیوندی، معنیہ اور معنیہ ہیں۔ صحیح النسب و الحسب سادات کے ہاں وہ باریاب ہی نہیں ہیں۔ اگر نام بنام وضاحت کروں تو اس میں خطرات و مفسدات ہیں۔ اغیار کے معائب کا بار اپنے سر پر کیوں اٹھالیا جائے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بے نقط گالیاں دی جائیں گی جاہل، نادان، بیوقوف اور

سادات کی خاندانی، موروثی اور عملی روایت ہے۔ سینکڑوں برس پر مشتمل رسم و رواج کے اعتبار سے بھی سادات کرام سے اس پر کار بند و پابند ہیں اور یہ پابندی جزو ایمان ہے۔

جز کتاب اللہ و عترۃ ز احمد مرسل نماند

یادگارے کوتواں تا روز محشر داشتن

(حکیم طیل سنائی)





## عظمتِ ساداتِ بنی فاطمہ اور نسب کی اہمیت

سرکارِ کائنات علیہ السلام نے فرمایا تھا:

☆ لعنة الله على الداخل النسب و لعنة الله على الخارج النسب (حدیث)

(ترجمہ) جو شخص کسی کو کسی کے نسب میں داخل کرے یا اس سے خارج کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

اس فرمانِ گرامی کی ساداتِ کرام نے ہمیشہ پابندی کی۔ مشکلات و شدائد کے باوجود اس وعید سے ڈرتے رہے اور اپنا طرزِ عمل اس کے مطابق کیے رکھا۔ کسی بھی صحیح النسب سادات کے فرد واحد نے ادخالِ نسب اور اخراجِ نسب کو روا نہیں کیا۔ کبھی بھی سادات نے اس اصول کو ترک نہیں کیا اور کہیں بھی اس مسلک سے روگردان نہیں ہوئے۔ ظلم و جور کے ہمیشہ تقاضے ہوا کیے کہ اپنے نسب کو فراموش کر کے دوسروں میں مدغم ہو جائیں۔ حرص و آرزو طمع و لالچ نے مسلسل لوگوں کو شہ دی کہ سیادت کی مٹی پلید کریں اور سید کہلائیں لیکن بذاتِ خود ساداتِ کرام نے ادخال و اخراجِ نسب کا مسلک بے محل طور پر کبھی بھی اختیار نہیں کیا۔ اس کی جانچ پڑتال کی جاتی رہی۔ اپنوں نے کی اور پر ایوں نے کی، دوستوں نے کی، دشمنوں نے بھی کی، بیگانوں نے پروپیگنڈہ روکنے کے لئے اس طرف توجہ کی، بیگانوں نے پناہ دینے کے لئے اسے کسوٹی جانا۔ ایک صاحب اس پہلو پر یوں اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔

”اسلامی دنیا میں اولادِ رسول علیہ السلام کو سادات کہتے ہیں۔ سب اہلِ انساب سے

افضل مانے گئے ہیں اور ان حضرات کی کسی تحقیق بھی ہر سلطنت میں ہوتی رہی ہے۔ اس لیے کہ بادشاہان سابق میں سے دو قسم کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر بعض کو محبت و خادم اہل بیت رسولؐ ہونے کا شرف حاصل تھا تو بعض کو دشمن سادات کا خطاب بھی دیا جاسکتا ہے۔ دونوں قسم کے بادشاہوں کے زمانے میں سادات کی تحقیق پیش رہتی تھی تاکہ وہ اپنے جذبات پورا کرنے میں کامیاب ہوں لیکن آج تک خاندانوں کے خاندان سادات کے ایسے ہیں جن کو سادات سید تسلیم نہیں کرتے اور جو اپنے زعم میں یقینی سید ہیں۔ ان کے آپس میں نقوی، رضوی، تقویٰ ہونے پر مباحثے ہوتے ہیں"۔ (رسالہ خدام الصوفیہ ۱۹۱۲ء)۔

خدام الصوفیہ کے اس مقالہ نگار نے شاید کسی شخص کی غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے یہ مقالہ لکھا تھا کیونکہ اس شخص نے امام ربانی شیخ احمد سرہندی کو جو عام دعوے کے مطابق اور شجرہ نسب کی رو سے فاروقی النسل ہیں۔ طبقہ سادات سے ظاہر کیا تھا۔ اس لئے اس مقالہ میں فاضل مضمون نگار نے اس کی تردید کرتے ہوئے اپنے استدلال کو قوی کرنے کے لئے مندرجہ فوق سطور بھی قلمبند کر ڈالیں لیکن فی الواقع مقالہ نگار نے سادات کے باب میں حقیقت کھول کے رکھ دی۔ کسی دوسرے مقام پر زیادہ وضاحت سے گفتگو کی جائے گی۔ یہاں اثبات مدعا کے لئے ہم ایک اور اقتباس پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں جو اگرچہ ایک خاص بحث کی جانب راجح ہے مگر بنی اُمیہ کی کارستانیوں پر روشنی پڑنے کے علاوہ قبیلہ، بطن اور کفو کی ترویج بھی کتب عقائد کی زینت ہو جانے کی گواہی دے رہا ہے۔

"یہ مسئلہ کہ دنیاے اسلام کے کس علاقہ کے کن باشندوں کو اور ان باشندوں میں کس قبیلہ کو اس میں سے کس بطن کو اس بطن سے کس فخذ کو اس فخذ سے کس گھرانے والوں کو رسول اللہ کی جانشینی اور خلافت کا صرف استحقاق ہی نہیں بلکہ پہلا استحقاق حاصل ہے۔ ان مسائل کو عقائد کی کتابوں میں مجبوراً اس لئے شریک کرنا پڑا کہ مختلف لوگوں نے مختلف زمانوں میں ان ہی مسائل کو اپنے فساد و زلیغ کا ذریعہ بنایا۔ اگر بنی اُمیہ خلافت کے مباحث کا سبب و شتم کے ساتھ برسر

منبر فیصلہ کرنے کی ابتدا نہ کرتے تو جو واقعہ ہو چکا تھا اور جن لوگوں کا اس سے تعلق تھا جب وہ گزر چکے تھے پھر ان کو کوئی خواہ مخواہ کیوں چھیڑتا لیکن چھیڑنے والوں نے ان ہی چیزوں کو زیادہ اجاگر کر کے اسلام کی طرف منسوب کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتابوں میں آخر انہی مباحث کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑی اور قرآن کے سینکڑوں بیانات و حکمنات نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔" (۳) الفرقان "شاہ ولی اللہ نمبر ۱۷۴ مقالہ مناظر حسن گیلانی

اس اقتباس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل مسائل کو نظر انداز کر کے بنی اُمیہ نے سب و شتم اہل بیت پر اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس طرح مسئلہ تحقیق نسب تو قائم رہا لیکن نسب والوں کی بر بادیاں نئے نئے انداز سے ہوتی رہیں اور یہی سنت آج تک مختلف بھیسوں میں رائج ہے۔ یہ ہر حال تحقیق نسب کا عمل آج بھی سادات میں جاری ہے اگرچہ دیگر اقوام نے اس طرف سے چشم پوشی اختیار کر لی ہے کیونکہ سردست دین ملائی اور مغربی انکار کی گرم بازاریاں عروج پر ہیں مگر

یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہ یار ابھی  
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی

حضرت امام زین العابدینؑ کے فرزند سعید حضرت زید شہیدؑ کی اولاد سے زیدی، واسطی اور بلگرامی سادات برصغیر میں پائے جاتے ہیں اور انہی میں سادات بارہہ بھی ہیں اور اب باہرہ کہلانے لگے ہیں "روضۃ الکرام فی تاریخ بلگرام" کے لائق مصنف خان صاحب سید وحی الحسن صاحب بلگرامی اسی خاندان سے تھے اور اسی خاندان کی عظمت و جلالت اور حسب و نسب پر نسبی تاریخ اور تنقیدی اسلوب سے آپ نے متذکرہ کتاب لکھی ہے۔ متعدد مقامات پر صراحتاً اور اشارتاً انساب کی کیفیت پر زور دیا ہے۔ اس خاندان کے ایک گروہ کے حق میں لکھتے ہوئے اجمالاً انہوں نے تمام سادات کے مسلک کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ فرماتے ہیں :-

"سید ناصر بدور چوہی بن سید بڑہ بن سید جمال الدین کی اولاد کے بارے میں سند نسابین نے کچھ نہیں لکھا۔ میرزا حسن صاحب نقوی بخاری نے جو تہہ شجرہ طیبہ لکھا ہے۔ اس میں ایک شخص ابوالفتح سے خاندان بدور چوہی کا نسب نامہ لکھا ہے لیکن ابوالفتح سے سید ناصر تک سلسلہ نہیں ملایا۔ سید محمود رضا صاحب مؤلف مظہر الانساب نے تو اور بھی ستم کیا ہے کہ وہ یہ تحریر کر کے کہ "گویند کہ حمایت علی بن کرامت علی ہم دوایں قبیلہ بودند" نسب نامہ لکھ دیا ہے بہ ہر حال یہ ہر دو نسابین مجھ سے ہر طرح سے قابل اور میرے بزرگ تھے، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ داخل النسب اور خارج النسب والی حدیث سے لاعلم رہے ہیں۔ اس لئے جس طرح پر مجھے نسب نامہ دستیاب ہوا ہے اس کو تحریر کر کے تاریخ مکمل کر دیا گیا ہے۔ شادی بیاہ اس خاندان کا دیگر خاندان سے برابر ہوتا ہے"۔ (روضہ اکرام" ص ۳۵ مصنف خاندان سیدوسی حسن صاحب گرامی رشتہ ڈیڑھی لکھ)۔

سادات کرام کا یہ رویہ اس قدر واضح اور مکمل ہے کہ مشرق و مغرب کے تمام سادات متفقہ طور پر اسی پر عمل پیرا رہے ہیں اور آج سادات میں جو جذبہ پایا جاتا ہے یہ اسی دیرینہ عادت اور طرز عمل کے برگ و بار ہیں۔ ایک اہم نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعض دوسری اقوام و قبائل میں بھی اہتمام نسب کا معاملہ برسر عمل پایا جاتا ہے اور سادات کرام میں بھی اہتمام نسب کا معاملہ کار فرما ہے۔ مگر سادات کے طرز عمل اور دوسری اقوام و قبائل کے طرز عمل میں اساسی فرق ہے اگر یہ فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو استنباط مطالب کی نوعیت بدل جاتی ہے اور احکام حق و باطل کی تمیز قائم نہیں رہتی۔ دیگر اقوام کا اہتمام نسب اکثر عصبیت جاہلی کارہین احسان ہے جبکہ سادات کرام کا اہتمام نسب اساسی طور پر بالکل حمیت اسلامی کا منت پذیر اور کتاب و سنت کے شواہد سے ماخوذ ہے۔ کتاب و سنت کے دلائل نے اسے فطرت کی جاذبیتوں کا نتیجہ اور اعتقاد دور۔ حجان میں ودیعت ربانی قرار دے دیا ہے۔

کتاب و سنت کے اسفار و آثار میں نسب و حسب کے متعلق مسائل کا اہتمام اور انصرام کفو کو دیکھ کر بعضوں کو تعجب ہوتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ انسانی تاریخ کی قدیم ترین صداقت

ہے، انسانی سرشت کی دائمی پکار ہے۔ اہتمام کفو کا معاملہ اخلاقی و تمدنی مصالح، صحت معاشرت اور اصول سیاست پر مبنی ہے لیکن لوگوں نے بعض گم کردہ راہ قائدین کی صداؤں پر کان دھرے اور حقائق سے چشم پوشی کی۔ عصر رواں کے تمدن و سیاست اور آزادی و بے حیائی کی کاجوئیوں میں پھنس کر اسے فراموش کر دیا۔ جہل و تقلید محض کے انہماک کے باعث جو کچھ مغرب سے آتا ہے اسے دین و ایمان بنائے بیٹھے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ مشرق سے بھی تمام کفریات و خرافات سمیٹ لی گئی ہیں اور اس کا نام اسلام رکھ دیا ہے۔ آل سفیان، آل مروان اور آل عباس کے توسط سے جو کچھ اس عہد تک پہنچا، اسے اصل اسلام سمجھ لیا گیا ہے۔ علمائے کرام نے حتی الامکان ہمت و استقلال سے کام لیا اور ان کی کفریات کا سد باب کیا لیکن پھر بھی جو رخنے پڑ چکے تھے ان سے اسلام کے جسم میں خرافات داخل ہو ہی گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اہتمام نسب نری جاہلیت خیال کی جاتی ہے اور کفو کا مسئلہ ایک بے معنی قاعدہ یاد کر لیا گیا ہے۔

سادات کرام نے اپنے لیے بہ ہر حال اہتمام نسب جاری رکھا، باہمی مباحثے و مناظرے کیے تاکہ کھرا کھوٹا پرکھا جاسکے۔ فی الواقع صحیح النسب سادات جانتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ فلاں شخص یا خاندان بناوٹی سید ہے۔ ایسے اصول مقرر کیے جا چکے ہیں جو صحت نسب کو پوری صداقت کے ساتھ ثابت کر دیتے ہیں۔ محدثین کے اصول صحت روایت حدیث ہی کی طرح صحت نسب کے اصول بھی سادات کے ہاں منضبط، کارآمد اور لائق اعتماد و یقین ہیں۔ لوگوں نے علم الانساب کو علوم اکتسابیہ میں ظنی علم کہا ہے لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ اسی وقت تک ظنی علم ہے جب تک کہ ظن اس کی پشت پناہی کرے اور جب ان حدود سے آگے نکل جائے تو دیگر علوم کی طرح یہ بھی ایک کسبی علم ہے نہ کہ ظنی علم۔ دوسرے علوم کے لیے جو خدشے ہو سکتے ہیں وہی اس کے لیے بھی ہیں۔ دور حاضر کے بعض علوم تو سراسر عمرانی علوم ہیں اور انسانی عقل کی پیداوار اور محض انسانی فہم و فکر کے نتائج سے ہیں۔ لیکن علم الانساب جس کے سادات

کرام مجھ زہیں وہ کتاب و سنت کے شواہد و دلائل سے ثابت اور قائم ہے۔ انبیائے کرام اور تمام صلحائے انہائے آدم نے اس کی ترویج و تائید میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا۔ عصیت و حمیت کی قیادت علم الانساب کو حاصل ہے۔

اب یہ حسن اخلاق، صالحانہ مذاق اور متقیانہ فرائض میں سے ہے کہ آسمانی تعلیمات کی پیروی میں زندگی بسر کی جائے تو علم الانساب کی تحقیق و تدوین حمیت اسلامی کے عنوان میں شمار ہوگی لیکن آدمی اگر انسانی عقول ہی کے ساختہ پر داختہ علوم اور ان کے اثرات کی راہ پر چل پڑے تو پھر اس کو عصیت جاہلی سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔ حمیت اسلامی کی جو مختلف کڑیاں ہیں وہ ایک امت اور خیر الامم کی صورت میں مسلسل و مستحکم زنجیر بن کر ظاہر ہوتی ہیں اور عصیت جاہلی دوسری شکل میں یوں نمودار ہوتی ہے کہ شعوب و قبائل اور نسب و کفو کا بھی انکار کر کے فطرت ہی کا انکار کر دیتی ہے۔ عصیت جاہلی میں انانیت کی کار فرمائی ہے اور حمیت اسلامی میں للہیت کی سروری ہے۔ انانیت، خود سری کی فراونی میں اپنے سوا کچھ نہیں دیکھتی۔ للہیت ربوبیت الہی کی روشنی میں سب کچھ پالیتی ہے، ہر وجود اور حقیقت کا اعتراف و اقرار کرتی ہے۔

سادات کرام کے ہاں علم الانساب کا مطالعہ نہی تحقیقات اور شعور قیام کفویت اسی منہاج پر مبنی ہے جو شرائع آسمانی سے ماخوذ، کتاب و سنت و رحمۃ اللعالمین سے منکعب، تقاضائے فطرت کی مرہون منت اور حمیت اسلامی کی روح رواں ہے۔ اگر اس میں کہیں عصیت جاہلی کی آمیزش پائی جاتی ہے تو یہ خود اس فطری تقاضے کی صالحیت کا قصور فہم نہیں ہے بلکہ بین طور پر غیر اسلامی آمیزشوں، بر خود غلط تصورات، اپنی حدود سے متجاوز اقدامات، غیر صالح اقوام کے اختلاط، مجہول النسب لوگوں سے ربط ازدواج اور ناپاک و نامبارک حوصلوں کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

سادات کرام کے افراد و قبائل نے مختلف اوقات اور مختلف احوال میں سرزمین جزیرۃ العرب سے محض رضائے الہی سے ہجرت کی راہیں اختیار کیں۔ یہ ہجرتیں بہ ہر حال کتاب و سنت کی پیروی میں تھیں کیونکہ سرزمین جزیرۃ العرب ان حضرات پر تنگ و تاریک کر

دی گئی تھی۔ جان و مال، ناموس و عزت اور دین و اسلام کے تحفظ و بقاء کے لئے ہجرت ہی ایک ایسی راہ تھی جسے اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ اگر خواہشات نفسانی کی پیروی و تکمیل اور حرص و آرزو کے لئے سادات کرام نے سکونتِ جزیرۃ العرب کو ترک کیا ہے تو بلاشبہ یہ ہجرت نہیں بلکہ انتقالِ سکونت ہے، جدید وطن کی ساخت کا جذبہ جو عارض ہے لیکن اگر تاریخ اعلان کرتی ہے کہ اس خانوادے پر زمین تنگ و تاریک کر دی گئی تھی، اس خاندان کی بقاء و اہمیت کے تمام ابواب مسدود کر ڈالے گئے تھے، عزت و ناموس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی راہیں بند کر دی گئی تھیں، انہیں دین و اسلام کی پیروی سے روکا گیا تھا، حق و صداقت کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی تھی اور ہر قسم کی گمراہی و بے راہ روی کو راجح کر دیا گیا تھا تو ان کی ہجرت اور ترک وطن مقدس یقیناً ہجرت تھی۔ افسوس اور صد افسوس کہ اس خاندان کو ایسے دوستوں اور اس قسم کے دشمنوں سے واسطہ پڑا کہ ایک کی حمایت بر خود غلط تھی اور دوسرے کی عداوت بے سرو پا، پھر جو اعتدال پسند طبقہ تھا وہ بھی اکثریت کے مذموم پروپیگنڈے کا شکار ہو کر رہ گیا۔

بے سرو سامانی کے عالم میں وطن کو خیر باد کہنے کے بعد خصائل، افکار، زبان و لباس اور مشرب و مسلک کی تمام خوبیوں اور زیبائیوں کی چمک دمک بھی ماند ہو گئی، خود اختیاری و خود شناسی کی صلاحیتیں کنارہ کر گئیں۔ جان بچانے کی خاطر اپنی بیشتر عادات و خصائل اور مسلک و مشرب ترک کرنا پڑا۔ لباس و زبان کی خصوصیات بھی رخصت ہوئیں، آوارگی، خانہ بدوشی، روز روز کی نقل مکانی اور نئی نئی زبانوں سے واسطہ، آپری اور ادائیگی قوموں سے سابقہ، بدلے ہوئے حالات اور جدید ترین اوطان کی سکونتوں نے سادات کرام کو ان فرائض سے بھی بے اعتنا کر دیا جو ان کی زندگی کا تانا بانا تھے اور سیادت و کرامت کے لوازم۔

جزیرۃ العرب، حریمین الشریفین، کعبۃ اللہ علی الارض، وادی بطن، سرزمین حجاز، کائنات ارضی کا خطہ دلپذیر مقدس مدینہ، جس کی گلیوں کے تنے بھی قابل احترام ہیں اور خداوند کریم کی عبادت کا وہ پہلا گھر جہاں پھر تک کو پناہ حاصل تھی یہیں سے سادات کو نکالا گیا۔ اس

سرزمینِ عالی مرتبت کی وسعتیں سادات پر تنگ کر ڈالی گئیں۔

حضور سرکارِ کائنات علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "اخرج اليهود والنصارى من جزيرة العرب" "سرزمینِ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو"، لیکن اس نیک نہاد امت نے ایسی تعمیل ارشاد کی کہ اِخْرَاجِ الْاَهْلِيَّةِ وَ عِتْرَةِ النَّبِيِّ مِنَ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ كَمَا سَأَلَ بِنْدَهُ، گیا اور ادخل اليهود والنصارى فى جزيرة العرب، کا مظاہرہ کر کے حکم نبوت سے روگردانی کی اور دائمی ذلت و مسکنت اور اغیار و اجانب کی عبودیت اور اتباع کا جو اپہن لیا۔ اپنی حریتِ فکر و عمل کو تاراج کر ڈالا۔ ساداتِ کرام اس صورتِ حال کے نتیجے میں بے یار و مددگار سرزمینِ حجاز سے ہجرت کرتے رہے اور جہاں کہیں راہ ملی چلے گئے، بے سرو سامانی اور منزل مقصود کا یہ عالم رہا کیا۔

دو آڑے تنکے رکھ لئے ہم نے جہاں کہیں  
مسکن وہیں کہیں ہے وہیں آشیاں کہیں

تاریخ کی زبان ان حقائقِ فوقِ الصدر کی ترجمان ہے۔ مصنوعی اعتقاد اور شخصیت پرستی کے حجابات یہاں آڈ نہیں بن سکتے ہیں۔ ان سنگین حالات میں اور سب کچھ لٹا کر بھی سادات نے تحفظِ نسب کی مشعل ہمیشہ بلند اور روشن رکھی ہے اور آج بھی اس کی سر بلندیوں اور تابناکیوں کا وہی عالم ہے۔ اس بات میں وہ بحیثیتِ مجموعی کبھی غفلت کے مرتکب نہیں ہوئے اور یقیناً آئندہ بھی اس وعیدِ رسالت کی پاسداری کرتے رہیں گے۔





## علم اصلاح نسل کی مختصر تاریخ

"اصلاح نسل" کے علم کو انگریزی میں یوجنیکس (EUGENICS) کہتے ہیں اور اس کا اصل ماخذ یونانی لفظ یوجنس (EUGENUS) ہے جس کے معنی "عمدہ اور اچھی نسل" ہیں۔ اس علم کا مقصد یہ ہے کہ کس طرح انسانی زندگی کی موردی بنیادوں کو ترقی دی جاسکتی ہے یا ان کی خرابیوں کو روکا جاسکتا ہے۔ یہ اصطلاح ہم اس موقع پر بھی استعمال کر سکتے ہیں جب ہمیں مذکورہ بالا مقاصد کو عمل میں لانے والی تدابیر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ اس علم کے سب سے پہلے محقق سرفرانس گالٹن (۱۸۲۲ - ۱۹۱۱) نے اصلاح نسل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ "اصلاح نسل ایک علم ہے ان وسیلوں اور ذریعوں کا جو معاشرتی نظام کے ماتحت ہوتے ہیں اور جو آنے والی نسلوں کی، نسل خصوصیات کو جسمانی اور دماغی دونوں اعتبار سے اچھی یا بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اصلاح نسل کو شاید کچھ اصحاب، علم کی وہ نوعیت دینے کے لیے تیار نہ ہوں جو وہ اکثر جدید علوم کو یہ الفاظ کہہ کر دیتے ہیں کہ فلاں علم کی داغ بیل پرانے زمانوں میں پڑ چکی تھی اور اب اس زمانے میں اس نے غیر معمولی ترقی کی ہے۔"

ظاہری نظر سے دیکھا جائے تو علم اصلاح نسل کے بالکل نئے ہونے کا خیال کافی

وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انیسویں صدی کا آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء ہی تھی جس میں عوام نے اس علم کا ہنگامہ سنا۔ اس سے پہلے نہ تو شاید کسی نے اصلاح نسل کو یہ معنی پہنائے جو اب اس

کی زینت ہیں اور نہ کسی کو خالص علمی نقطہ نظر سے نسلیات پر بحث کرنے کا موقع ملا۔ علم اصلاح نسل کی اس جدید حیثیت کے ہوتے ہوئے بھی اصحاب نظر جانتے ہیں کہ یہ علم دوسرے مسئلوں کی صورت میں محققین کے سامنے رہا ہے۔

پرانے زمانے میں دیہاتی زندگی گزارنے والوں اور زراعت پیشہ لوگوں نے جب نباتات اور حیوانات کو اپنی خصوصیات، اپنے قائم مقام نباتات اور حیوانات میں منتقل کرتے دیکھا ہو گا تو ان کے دماغ میں لازماً یہ خیال بھی آیا ہو گا کہ انسان میں بھی نسلی خصوصیات اسی طرح منتقل ہوتی ہیں اس کے بعد ان کے دماغ میں یہ بات بھی آجانی غیر ممکن نہیں معلوم ہوتی کہ اس قسم کے مظاہر قدرت میں انسان بھی کافی دخل رکھتا ہے اور یہ کہ رسم درواج، شادی بیاہ اور والد و تاسل کے سلسلے موروثی اثرات کو ادھر ادھر پہنچانے میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس موقع پر ہمیں تاریخ سے پہلے کے زمانے کو مجبوراً نظر انداز کرنا پڑے گا ورنہ کس کو معلوم نہیں کہ زیادہ قدیم میں مصر، بابل اور آشوریہ کے لوگ تمدن و تہذیب کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے اور ان میں نسلیات سے لگاؤ کا ہونا بہت ہی اغلب ہے۔ اب بھی اگر ہم اشیاء کی تحقیقات کا مطالعہ اس مخصوص نقطہ نظر سے کریں تو ہمیں وہاں اصلاح نسل کا خیال کسی نہ کسی صورت میں ضرور مل سکتا ہے۔

یہودیوں کی تاریخ کا ابتدائی دور محض قصہ کہانیوں اور سینہ بہ سینہ روایات پر مشتمل تھا لیکن اسی کا ایک مستقل دور ایسا بھی ہے جسے حقیقی تاریخ کے آئینے میں دیکھا اور پرکھا جاسکتا ہے۔ دونوں ادوار کے متعلق اصحاب علم کو معلوم ہے کہ وہ کس قدر نسلی تفاخر کے دور تھے۔ یہودیوں کے خیال میں دنیا میں اگر خدا کی کوئی برگزیدہ قوم تھی تو وہ یہودی تھے۔ تمام انسانیت کے لیے نفرت کا بیج یہودیوں کے دل میں نشوونما پا کر تادور رخت بن گیا تھا اور اب بھی یہ قوم نسلی تفاخر اور برے نتائج کا ایک مرقع ہے۔

اسرائیلیوں کے معاشرتی نظام کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان

میں بعض ایسی رسمیں اور پابندیاں موجود تھیں جن کا لازمی نتیجہ اصلاحِ نسل ہی کی صورت میں نکالنا چاہیے۔ یہ لوگ غیر نسل و قوم میں شادی دہیاہ کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ سخت سزاؤں کی وجہ سے زنا کا رواج نسبتاً ان میں کم پایا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ان میں متعدی امراض کم واقع ہوا کرتے تھے۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر رسم و رواج کی وجہ سے اسرائیلیوں میں نسلی خصوصیات نسبتاً زیادہ مدت تک قائم رہیں۔

آریہ ہندوؤں کی تہذیب اور فلسفے کی بنیاد پر اگر غور کیا جائے تو وہ بڑی حد تک اصلاحِ نسل کے مقاصد پر رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ان کے فلسفے کا بنیادی اصول یہی تھا کہ سب انسان برابر نہیں ہوتے بلکہ انسان انسان میں فرق ہوتا ہے۔ کوئی انسان اعلیٰ ہے تو کوئی ادنیٰ، کوئی مضبوط ہے تو کوئی کمزور، کوئی اچھے دماغ کا ہے تو کوئی برے دماغ کا۔ ان آریوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اس قسم کے امتیازات کو خاص حالات کے ماتحت پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔ قدیم آریوں کا خیال تھا کہ دنیا کا فائدہ اسی میں ہے کہ اعلیٰ دماغ و صفات کے انسانوں کو آگے بڑھایا جائے اور ادنیٰ صفات کے لوگوں کو پیچھے رہنے دیا جائے۔ چنانچہ آریہ تہذیب جہاں جہاں پہنچی اس نے اپنی حکومت و اثر کو اسی نسلی امتیاز کی بنیاد پر قائم کیا اور یہ اصول ان کے عقلی، دماغی اور مذہبی دائروں پر آج تک حاوی نظر آتا ہے۔ اسی فلسفے کے تحت متوا اور نزوا نے شادی دہیاہ کے قوانین وضع کئے اور لوگوں کو برہمن، کھشتری، ویش اور شودروں میں تقسیم کر کے انہیں قوانین کے ایسے اہنی پنچے میں جکڑا کہ ہر گروہ نسلی طور پر دوسرے گروہ سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گیا۔

یونان قدیم کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موروثی خصوصیات کے متعلق غالباً سب سے پہلے "میگارا" کے فلسفی تھیوگنس نے لکھا ہے۔ یہ فلسفی چھٹی صدی قبل مسیح میں موجود تھا اس نے اس بات پر رنج کا اظہار کیا ہے کہ پالتو جانوروں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش تو خوب کی جاتی ہے لیکن انسانی وجود کو ان جانوروں کے برابر بھی درجہ حاصل نہیں۔ اسپارٹا میں لکرگس کے مجموعہ قوانین کی بعض دفعات بھی اصلاحِ نسل کے نقطہ نظر کو ظاہر کرتی ہیں۔

یونانی فلسفیوں میں جس شخص نے اس مسئلہ پر واضح طریقے پر لکھا ہے وہ افلاطون ہے۔ اشتراک الملاک کے ساتھ ساتھ اس نے اشتراک ازواج کی تجویز پر اپنی کتاب جمہوریہ (ری پبلک) میں کافی بحث کی ہے۔ حکمرانوں اور سپاہیوں کے لئے شادی بیاہ کرنا اور الگ الگ خاندان رکھنا اس نے اپنی ریاست میں ممنوع قرار دیا ہے۔ بوڑھے تجربہ کار فلسفی حکمرانوں کا کام یہ ہے کہ مقررہ وقتوں پر تندرست نوجوان مرد عورتوں کو جمع کر دیں اور ان کے اختلاط سے جو اولاد پیدا ہو انہیں اس کا علم ہی نہ ہو کہ ان کے والدین کون ہیں، بچوں کو پیدا ہوتے ہی جمہوریہ، ماؤں سے لے کر خود پرورش کرے۔

افلاطون کی خواہش ہے کہ شخصی خاندان کی خود غرضیوں اور تنگ نظریوں کو مٹا کر ریاست کے دو اعلیٰ طبقوں کو بس ایک خاندان بنا دے تاکہ یہ محدود خاندانی تعلقات ان طبقوں کی یگانگت میں خلل نہ ڈالیں۔ عورتوں کو معمولی فکروں سے نجات ملے اور وہ بڑے بڑے کاموں میں مردوں کے ساتھ حصہ لے سکیں۔

اسلام نے نسلی تفاخر کی شدید مذمت کی ہے کیوں کہ اسلامی پیغام مساوات میں اس کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ انسان انسان کے ساتھ نفرت آمیز اور ظالمانہ سلوک روا رکھیں اس کے نزدیک بس وہی بڑا ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

☆ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" (الحجرات ۴۹ آیت ۱۳)

(ترجمہ) تم میں وہی سب سے زیادہ معزز اور شریف ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

قرآن شریف میں جہاں نسلی تفاخر کی مذمت کی گئی ہے وہاں انسان کی اس جبلت سے چشم پوشی نہیں کی گئی ہے کہ وہ مدنیۃ الطبع ہے۔ گروہوں، خاندانوں اور قبیلوں میں بٹ کر رہنا اس کی فطرت میں داخل ہے لیکن اس تقسیم کا مقصد قرآن نے پر حکمت زبان میں بیان کیا تھا۔

☆ "وجعلناکم شعوبا و قبایل لتعارفوا" (الحجرات ۱۳ آیت ۱۳)

(ترجمہ) ہم نے تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ غرض اسلام نے انسان کی مدنیت پر دباؤ ڈالے بغیر مسئلے کی اصل نوعیت واضح کی ہے۔ اسلام نے قبائل و جماعتوں کے مخصوص معاشرتی حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ گفوں کے مسئلے کی اس نے غالباً اسی لئے حمایت کی کہ لوگ آپس میں شادی بیاہ کر کے اپنی معاشرت کو متوازن رکھیں اور اس کے طبعی فوائد سے متنع ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ آپس میں شادی بیاہ کرنے سے نہ صرف نسلی خصوصیات کی حفاظت کا بندوبست مناسب طریقے پر ہو جاتا ہے بلکہ اس سے اصلاح نسل کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

"ہماری قابلِ ناز تہذیب و شائستگی، ہماری قابلِ فخر حکومت و سلطنت، ہمارا قدیم و باوقار تمدن، ہمارا ترقی یافتہ اور روشن خیال زمانہ حیوان، جانوروں، پرندوں اور موشیوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے کوشش کر رہا ہے مگر یہی حکومتی اور قومی ادارے انسانوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے کوشش نہیں کریں گے؟ ہماری روحانیت پر ناز کرنے والا ہندوستان اگر جدت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کیا معقول اور مفید طریقوں کو منطبق کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی بھی استعداد نہیں رکھتا ہے؟ ہم میں جدت کی صلاحیت تو نہیں تو کیا ہم میں تقلید کی بھی توفیق نہیں"

(ہمدرد "صحت" دہلی ۱۹۳۹ء)

"عقل و ہوش اور فہم و ذکاوت کی صفات باپ دادا سے اولاد میں بطور میراث منتقل ہوتی ہیں۔ بس کیسی غلط تجویز ہوگی کہ ملک کو ایسی ہوش مند نسل سے محروم کر دیا جائے اور خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ جانوروں کی نسل کشی کا اور اچھی نسل کے جانوروں کو ترقی دینے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ ہر حال کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ ایسے طبقے کا تو والد و تناسل محدود کر دیا جائے جس کے افراد اپنی صلب میں علم و دانش کے خزانے رکھتے ہیں" (ہمدرد صحت خطبہ تولید و اصلاح نمبر ۱۹۳۹ء)

دیگر امور کے علاوہ ان اقتباسات میں ایک بات قدیم و جدید نقطہ نظر سے بالکل مشترک ہے کہ اگر حیوانات کی اچھی نسلیں انسان کو مطلوب ہیں۔ تو خود انسان کی اچھی نسل سے

کیوں انماض و احتراز کیا جائے؟ اس رائے کے مطالعہ سے قبل بذات خود کئی برس سے ہمارا اپنا خیال بھی یہی تھا اور ہمیں ان حقائق کو دیکھنے کے بعد اس اتفاقی توارد پر حیرت ہوئی نیز اس مطابقت سے مسرت و اعتماد بھی حاصل ہوا۔

سرفرانس گالٹن نے محض معاشرتی حیثیت سے اس مسئلہ کو لیا تھا اور نہ پچھلے دو تین سو برس سے ارباب یورپ نے وہ کون سا مسئلہ اور موضوع ہے جسے مذہبی یا اعتقادی حیثیت سے دیکھا ہو؟ لہذا یورپ کی لادینی اور خدا شناسی کے پیش نظر اس سے ایسی امید وابستہ کرنا غلط فہمی ہے۔ یورپ دیگر ضروریات اور امور کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے مشرق پر چھا جانا چاہتا تھا، اس لئے اسے جسمانی اور مادی اعتبار سے اہل یورپ کو تازہ دم کرنے کی ضرورت لاحق تھی چنانچہ اسی پہلو سے اصلاح نسل کے مسئلہ پر بھی زور دیا گیا۔ مشرقی عورتوں سے شادیاں کر کے مغربیوں نے اپنی نسل کو بگاڑنے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے گوری چڑی کے ساتھ کالی چڑی کا پیوند کر کے غیر متناسب جوڑ تیار کرنے کی حماقت کا ثبوت بہم نہیں پہنچایا۔ واقعہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ مسئلہ معاشرتی پہلو بھی رکھتا ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے لیکن اس کے دوسرے پہلو بھی ہیں۔ مسئلہ اصلاح نسل کا موضوع محض معاشرتی نہیں بلکہ سیاسی، اقتصادی، اور مذہبی بھی ہے۔ دیگر کئی پہلوؤں سے بھی اس پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔ یورپ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے مشرق اسے بھد شوق قبول کر لیتا ہے اور تقلید کا پورا پورا حق ادا کر دیتا ہے۔ اب تعارف شعبہ و قبائل اور مسئلہ گٹو کو صرف معاشرتی حیثیت سے یورپ کی تقلید میں مانا جا رہا ہے اور ارباب طب اسے طبی حیثیت سے دیکھنے لگے ہیں۔ یقیناً اس کا ایک پہلو طبی بھی ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات میں دلپذیر اور پائیدار رشتہ داری کے لئے بالغ النظر قوم کے افراد کا فرض ہوتا ہے کہ تمام پہلوؤں پر غور کریں، محفل میں سونج کا بچہ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا، قرینہ اور سلیقہ اس پر نفرین بھیجتے ہیں۔

بہترین نسل کی افزائش کے لیے عموماً نباتات اور حیوانات کو بروئے کار لایا جاتا ہے تاکہ ان کی خوبصورتی اور وجود سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ اچھے انگور، اچھے مالے، اچھے

سیب، اچھی ناشپاتی، اچھی گندم اور اچھے چاول کی کاشت و پرورش کی جاتی ہے۔ انہیں پسند خاطر سمجھا جاتا ہے۔ اچھے گھوڑے، اچھے بیل، اچھے گاؤ میٹھ، اچھی بکریاں، اچھی بھینٹیں، اچھے کتے، اچھی مرغیاں اور اچھے مرغ پرورش کئے جاتے ہیں۔ ان کی نسل کا احیاء اور اجراء تسلسل کے ماتھ روارکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ طبی حیثیت سے بھی ان کی تندرستی ضروری ہے ان میں سے ہر اچھی نوع از روئے نسل جو کام کر سکتی ہے وہ گھنیا نسل کی نوع نہیں کر سکتی۔ بہترین نسل کا گھوڑا اور بہتر نسل کا کتا جو کام کرے گا وہ کمتر نسل کا گھوڑا بیل اور کتا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ خواہ انہیں کتنا ہی سکھلایا جائے، ہاں کمتر کی تربیت بھی ضروری ہے اور اپنے وجود کے اعتبار سے کمتر نسل کی بھی ضرورت محتاج تشریح نہیں ہے۔ میدانی قد آور گھوڑا دشوار گزار پہاڑی علاقوں کے گھوڑوں کی طرح ہرگز کام نہیں کر سکتا۔ اچھی نسل کی گائے، کمتر نسل کی گائے سے شکل و صورت کے اختلاف کے علاوہ کارآمد ہونے میں بھی مختلف ہے۔ وہ کمتر نسل کی نسبت چار پانچ گنا زیادہ دودھ دیتی ہے۔

آجکل ایک عام رجحان سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع سے پیدا ہو گیا ہے کہ نباتات اور حیوانات کی اچھی نسلوں کی پرورش کی جائے اور اس سے فائدے اٹھائے جائیں۔ جمادات کی اچھی نسلیں بھی کارآمد تصور کی جاتی ہیں۔ مثلاً چونے کا پتھر، سینٹ کا پتھر سنگ مرمر اور اس طرح جو اہرات وغیرہ نوعاً جمادات ہونے کے باوصف فرما ممتاز و معتبر اور اعلیٰ نسل سے متعلق ہی خیال میں آتے ہیں۔ انہیں کمتر خیال کرنا محض خیال کی کمتری ہوگی۔ پس انسانوں کی اچھی نسل کا احیاء و بقاء لازمی ٹھہرا۔

چونکہ نسل، قوم، شعب، قبیلہ، خاندان، اب و جد، اور اولاد و احمقہ کے ساتھ انسان کا تعلق سطحی، عارضی اور محض اتفاقی نہیں ہے بلکہ انسان کی فطرت کا خیر ماہی ہی اس تعلق سے گوندھا گیا ہے اور قدرت کے اہل قوانین کی کار فرمائی اس میں مخل ہے چنانچہ انسان کا اس سے علیحدہ ہونا اور انقطاع کرنا فطرت سے بغاوت ہے۔ اگر انسان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس بارے میں قانون فطرت کی موجودگی ہی سے

انکار کر دیا جائے۔ زندگی کے بے شمار مسائل و امور ایسے ہیں جو قانونِ فطرت پر مبنی ہیں اور انسانوں نے اس سے بے توجہی برتی اور اغماض کیا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ منہاجِ شریعت کے متعدد احکام و ضوابط سے اغماض اور عصیان و بغاوت جاری ہے تو کیا انہیں جائز بھی سمجھ لیا جائے اور فطرت و شریعت کا انکار کر کے اپنی عاقبت تاراج کر لی جائے؟ اسی طرح اگر لوگوں نے اس باب میں غلطی کی ہے اور یقیناً کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مسئلہ کی اساس و بنیاد سے زوگردانی مناسب خیال کر لی جائے۔

اصلاحِ نسل کا مسئلہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک عالم آراء مسئلہ ہے۔ اس پر جس پہلو سے گفتگو کی جائے کم ہے۔ اسلامیات میں یہی مسئلہ، مسئلہ کفو کے طور پر متعارف ہے۔ جو مذہبی حیثیت کے علاوہ تاریخی و قومی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کی دونوں صورتیں باقی اطراف و جوانب پر حاوی ہیں۔ مسئلہ اصلاحِ نسل کے متعدد پہلو ہیں اور یہ مسئلہ انسانی اکتشاف و دریافت کے متعدد علوم کے دائرہ عمل سے متعلق ہے، اسی لحاظ سے یہ پیہم تحقیق و تفتیش کا موضوع ہے۔ روحانی و اخلاقی، سیاسی و عمرانی، تہذیبی و تمدنی، جسمانی و فوجی، قومی و ملی، طبی و صحیحی اور مستقل قیامِ امن کی غرض سے اس پر بحث کرنا ضروری ہے۔ عموماً لوگ اس بارے میں آیتِ ربانی کے وسعت پذیر مفہوم کو نظر انداز کر ڈالتے ہیں۔ آیتِ تعارفِ شعوب و قبائل کی تہہ در تہہ حکمت اور زورِ بیان کو ٹھکرا دیتے ہیں یا اس کے زورِ استدلال کو کمزور کر دیتے ہیں، یا اس کے چند محدود پہلوؤں ہی پر بار بار نگاہ مرکوز کرتے رہتے ہیں۔ یوں وسیع مطالبِ رخصت ہو جاتے ہیں، اس آیت میں "لتعارفوا" کا ایک ہی لفظ بجائے خود اس قدر وسعت آرا اور جامع تر ہے کہ انسان کے متعلق اب تک جو کچھ بھی دریافت ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ معلوم کیا جاسکتا ہے سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ لفظ "لتعارفوا" تمام امور اور ہمہ قسم علوم و فنون کے لئے از بس کافی ہے۔ یہ قرآن کریم کے لفظی اختیارات کا کامل اظہار اور اس کے بلاغتِ بیان کی معجزانہ قدرتِ کاری ہے۔ اپنے وسیع معانی میں دراصل "لتعارفوا" کا لفظ پوری طرح



اصلاح نسل کے موضوع پر حاوی ہے، اس کی جامعیت اور عالمگیریت کے سامنے اصلاح نسل کی اصطلاح تو محض اس کا ایک گوشہ فکر و نظر معلوم دیتی ہے۔

قرآن کریم نے خاص قسم کی طبقاتی تقسیم کا بھی اعتراف کیا ہے۔ بنا بریں اس اُمت میں ایک ایسا گروہ اجتماعی حیثیت سے قرآن نے لازمی قرار دیا ہے جو علوم و فنون اسلامی سے آراستہ اور اسلحہ تبلیغ و ہدایت سے پیراستہ ہو مثلاً "سابقون الاولون، مہاجرین والانصار، احبار و رہبان، یہود و نصاریٰ، مجوس و صابئین، مؤمن و فاسق، مسلم و کافر، اللوالدین والافرین والیتیم والساکین وابن السبیل وغیرہا"۔ قرآن حکیم میں اس طرز کی متعدد اوصافی و طبقاتی تقسیمیں موجود ہیں۔ جب قرآن کریم میں اس طرح کی نسلی، نسبی اور طبقاتی تقسیمیں موجود ہیں تو پھر ان سے انکار کیوں کیا جائے۔ مسئلہ کفو اور تعارف شعوب و قبائل، اپنے متعدد علاقائی استدلال اور متعدد علاقائی استشہاد کے ساتھ اصلاح نسل کی ضرورت و اہمیت کو ہم پر روشن کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم کے اشارات میں اور سنت کی زبان میں آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ممتاز و نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ جہاں وہ اُمت میں شامل ہیں وہاں وہ اُمت سے ممتاز بھی ہیں اور انہیں ممتاز ہی ہونا چاہیے۔ آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام، آنحضرت علیہ السلام کے بعد بہ ہر حال اُمت کے لیے اسوۂ حسنہ نبوت تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش و نگار علمی اور خدو خال عملی کے حامل اور اسوۂ حسنہ نبوت پر عامل ہونے میں یہی ایک جماعت سرفراز تھی اور بتائید رہانی ہمیشہ کے لئے سرفراز ہے۔ نسلی پاکیزگی کو جس قدر تقویت اصلاح نسل کے نقطہ نظر اور علم الانساب نے دی ہے کسی اور نظریے نے نہیں دی۔ تعمیر نسل میں علم الانساب نے بہت کام کیا ہے۔ باوجود انقلابات گونا گوں اور تعمیرات بوقلموں، آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طاہرہ و حسنہ نے تعمیر نسل کے ارادے سے علم الانساب کو محفوظ و مدون کیے رکھا۔ لہذا آج سطح ارض پر کوئی قوم بھی اصلاح نسل اور تعمیر نسل کے میدان میں نسبی پہلو سے حتماً ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دنیا میں دو قسم کے مذاہب رائج ہیں۔ ایک الہامی اور دوسرے عمرانی۔ پہلی قسم کے مذاہب فطرت کائنات کی پکار اور حکمت ربانی کے مُورد ہیں اور دوسری قسم فطرت سے بغاوت کے رجحانات کا نتیجہ اور انسانی عقل و دماغ کی مخلوق ہیں۔ دونوں مذاہب نے بعض امتیازات کو روا رکھا ہے۔ آسمانی مذاہب نے بعض گروہوں کو جو امتیازات دیے ہیں وہ روحانی و اخلاقی اوصاف کے نتائج اور ربانی بخششوں میں سے ہیں۔ دوسری قسم کے مذاہب نے جن گروہوں کو امتیازات دیے ہیں وہ ان کے وقتی مصالح یا گروہی خواہشات اور نفسانی تسکین کے لئے روا رکھے ہیں تاکہ ان کی شہوات و ہوس کی تکمیل ہوتی رہے اور امن و امان بھی قائم رہے۔

تہذیبی اور عمرانی نقطہ نظر سے دیکھئے اور غور کیجئے کہ غالب اور حاکم لوگوں نے بڑے بڑے دنیا دار لوگوں کو جو خود اپنے علاقوں میں مالک تاج و تخت اور لاکھوں آدمیوں کی قسمت کے ناحق مالک و متصرف تھے۔ انہیں قانوناً امتیازات دیے ہیں۔ برطانیہ کے موجودہ شاہی خاندان کی لڑکیوں سے کوئی عام آدمی شادی نہیں کر سکتا اس کے لئے سزا مقرر ہے۔ برطانیہ کا بادشاہ اگر غیر شاہی خاندان کی کسی عورت سے رشتہ کر لے تو تاج و تخت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ان کا ضابطہ قانون ہی ایسا ہے چنانچہ ۱۹۳۶ء میں بادشاہ انگلستان کا بھائی تخت و تاج سے محروم کیا جا چکا ہے۔ شاہی خاندان کا کوئی فرد اپنی لڑکی کسی غیر خاندان کو دینے کے لیے دنیا کے کسی بھی ملک میں تیار نہیں ہوا ہے۔ ہر شاہی خاندان اس امر کو اپنے وقار کے خلاف سمجھتا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ آئین ساز لوگوں نے اوصافی اور طبقاتی گروہوں کو ہمیشہ ان کی بقاء و احیاء کے لیے امتیازات دیے اور مراعات سے مسلسل نوازا ہے۔ بڑے بڑے نوابوں اور جاگیرداروں کو خصوصی امتیازات دیے جاتے رہے۔ یونیورسٹیوں اور علمی اداروں کو ملک کے آئین میں نمائندگی کے حقوق دیے جاتے رہے۔ کسانوں اور مزدوروں کو مراعات دے کر انہیں اپنی ترجمانی کے قابل بنایا جاتا ہے۔ یورپ والوں نے اسی طرز کا آئین ہندوستانیوں کو بھی دیا تھا۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے مطابق صوبائی اسمبلیوں اور سبزل اسمبلی میں ملک کے مختلف طبقات کو نمائندگی کے مواقع دیے گئے۔ مختلف

گردہوں کو مزید امتیازات و مراعات بہم پہنچانے کے لیے حکومتی دروازے کھلے ہیں پہلی جنگِ عظیم کے بعد "لیگ آف نیشن" قائم ہوئی۔ جس میں کئی اقوام شامل تھیں۔ ہر ایک اپنے اپنے ملک کی نمائندہ تھی۔ اربابِ غرض نے یہ لیگ قائم کی تھی اور اربابِ غرض ہی کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ اقبال نے اسی جمعیتِ الاقوام کی نسبت کہا تھا۔

من ازیں بیش نہ دانم کہ کفن دزدے چند

بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند!

(پیام شرق)

دوسری جنگِ عظیم کے معا بعد پھر ایک تازہ دم انٹرنیشنل لیگ قائم کی گئی۔ جس کا نام "یونائیٹڈ نیشن آرگنائزیشن" (U.N.O) رکھا گیا۔ اس کے مختلف شعبے قائم کیے گئے۔ تمام حکمران اقوام کو اس کی رکنیت سونپی گئی، عہدے تقسیم ہوئے، اس میں بھی بعض اقوام کو ترجیحی حقوق دینے پڑے اور بعض طبقات کے امتیازات اور ان کے لئے مراعات کی سفارشات تسلیم کر لی گئیں۔ جب دنیا بھر کے آئین اسی نیچ پر ہیں اور قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت کے بالمقابل اپنی شیطانی فطرت اور شیطانی شریعت کے تقاضے پورے کرنے میں انہماک تامہ رکھتے ہیں تو پھر براہِ راست قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت ہی کے تقاضے کیوں نہ پورے کیے جائیں؟ اور ازلی وابدی روشنی سے دل و دماغ کو کیوں نہ متور کیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ امتیازات و مراعات کی نوازش میں بخل نہیں کرتے اور وہاں بخل و حسد کی خود غرضیوں کا کام ہی کیا تو اصلاح یافتہ نسل و نسب کی فوقیت از خود اسی سے عیاں و مبرہن ہے۔ خداوند کریم خود انبیائے کرام اور ان کی ذریت کے انتخاب و امتیاز کا اعلان یوں فرماتے ہیں۔

☆ "ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا وال ابراہیم وال عمران علی العالمین"

(سورہ آل عمران ۳-آیت ۳۳)

معرفہ کر بلا میں جب اشعث بن قیس کے فرزند محمد بن اشعث نے حضرت امام حسینؑ

پر اعتراض کیا تو آپ نے یہی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تھی اور اعلان کیا تھا کہ آنحضرتؐ آلِ ابراہیم ہیں اور میں آلِ محمدؐ ہوں۔ حضراتِ امامیہ کا خیال ہے کہ عمران حضرت ابی طالبؑ کا اسم گرامی ہے۔ اس تقریر کی روشنی میں بھی ڈیڑھ تین علیؑ و فاطمہؑ ہی آلِ عمران قرار پاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ آلِ عمران کے اس واضح مفہوم سے انکار کیا جائے۔

ساداتِ کرام ہی ایک ایسی جماعت ہیں جو بحیثیتِ جماعت عملاً اور علماً اصلاحِ نسل کے موید و مبلغ رہے ہیں اور اس کی کار بر آوری میں ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔ چنانچہ اس مقامِ نظر سے یہ بھی واضح ہے کہ سید زادی غیر شخص کو نہیں بیاہی جاسکتی اور نہ سادات کو غیر کفو سے رشتہ کر کے اپنی نسل خراب اور کمزور کرنا چاہیے۔ قدرت کی طرف سے اس کی سزا بہت سخت ہے۔

☆ "جزاء بما كانوا يعملون" (سورۃ سجنۃ ۳۲، آیت ۱۷) احقاف ۴۹، آیت ۱۴ سورۃ الواقعة ۵۶، آیت ۳۴

اس حقیقتِ الامر کے تسلیم کر لینے کے بعد کہ آلِ محمدؐ یا القافار راجح الوقت، ساداتِ کرام بحیثیتِ ایک جماعت برگزیدہ و منتخب اور منصوص من اللہ و منصوص من الرسول و منصوص بالآثار و العلما و منصوص من الاسلاف و الاخلاف و منصوص بالتواتر و التعامل اس امت میں شامل ہیں اور یہ امت معلوم ہے کہ خیر الامم ہے تو پھر زندگی کے مسائل میں اسی گروہِ مقدس و محترم کی برگزیدگی کو اعلیٰ و اتم ماننا پڑے گا اور اسے ہی اعلیٰ و اتم ہونا چاہئے۔ اپنے رفیع منصب و مقامِ منصوص سے ان کا ذرہ بھر نیچے آجانا ان کے لیے موجبِ عار و ننگ اور باعثِ ذلالت و تضحیک ہے۔

صد مَرَجًا صَدَفَ كَمَا تُحْمِلِينَ بِرَدِّ قُدْرَةِ شَيْبَرِ

آبَاءِ أَرْوِ كَرَمٍ وَ اِبْنَاءِ عَزِيزِ خَرِّ

☆☆☆☆☆

## کیا اسلام حسب و نسب کی تمیز روا نہیں رکھتا

سرکارِ نبوت مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا۔

”انا افصح العرب بعثت بجوامع الکلم“

(ترجمہ) میں فصیح ترین عرب ہوں، میں جامع کلمات لیکر مبعوث ہوا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش سے تھے اور بنو ہوازن میں پرورش پائی تھی عرب میں فصاحت کے اعتبار سے یہ دونوں قبیلے بہترین تھے۔ پھر بنو سعد، ہوازن کی ایک شاخ ہے بنا بریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انا اعربکم، انا من قریش و لسانی لسان بنی سعد بن بکر۔ یعنی

(ترجمہ) میں تم میں فصیح تر ہوں، قریشی ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے

(سیرۃ النبی جلد دوم طبع اول ۱۹۷۵ء ص ۲۱۷ سید سلیمان ندوی)

”ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت صفیہؓ رو رہی تھیں کہ آنحضرتؐ

تشریف لائے اور ان سے رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ ”مجھے حضرت حفصہؓ نے کہا کہ

تم یہودی کی بیٹی ہو“ آپؐ نے فرمایا ”تم نبیؐ کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبرؐ ہے اور پیغمبرؐ کے نکاح میں

ہو حفصہؓ تم سے کس بات پر فخر کر سکتی ہے“

(سیرۃ النبی بحوالہ ترمذی کتاب المناقب ص ۴۷۵)۔

”ایک بار حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ہم رسول اللہ کے

نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بھی ہیں اور بیچا زاد بہنیں بھی۔ حضرت صفیہؓ کو ناگوار گزارا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیونکر معزز ہو سکتی ہو۔ میرے شوہر محمدؐ میرے باپ ہارونؓ اور میرے چچا موسیٰؓ ہیں "

(سیرۃ النبی دوم طبع اول ۱۹۷۵ء ص ۳۸۸۔ سید سلیمان ندوی)۔

یہ حوالے ان لوگوں کے وسائل سے درج کیے گئے ہیں جو حسب و نسب و رنگ و نسل اور زبان و ملک کی تمیزوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ ان حوالوں کو پھر پڑھا اور غور کیا جائے، کتاب و سنت کے دساتیر کا مطالعہ کیا جائے اور اندازہ کیا جائے کہ وہ پیغمبر اکرمؐ "افصح العرب" اور "جوامع الکلم" تھے کہ نہیں؟ آنحضرتؐ کی فصاحتوں اور ان کے کلام مجز نظام کی جامعیتوں کے کیا کہنے کہ جس مقام کے لیے انہوں نے جو کچھ کہا اس کے لئے اتنی ہی ضرورت تھی اور اس سے بہتر اس کی توضیح و تشریح کی حاجت نہ تھی۔ اس فصیح کائنات نے جو کچھ کہا صحیفہ تکوین اسی کا مقتضی تھا اور زبان فیض ترجمان سے جو مقدس کلمہ کہا وہ بہ ہر نوع جامعیت کا ملکہ کا نمونہ آتم تھا۔ صحیفہ تکوین کا کون سا باب اور فصل ہے جو آپ نے کھل نہیں کر ڈالا اور کون سا مقالہ اور مضمون ہے جو تہنہ تکمیل اور محتاج تشریح رہ گیا ہے یا جس کے لئے الہام ربانی کی احتیاج باقی ہو؟

عموماً حسب و نسب کے اختلاف اور قوم و قبیلہ کے اختلافات باہرہ کو بالکل اسلام کے منافی خیال کر لیا جاتا ہے اور قرآن و حدیث مبارکہ سے اس کی توثیق کر دی جاتی ہے۔ علم و فضل اور تشریح و تفسیر کے نام سے ہر رطب و یابس اُگلا جاتا ہے اور ایک اچھی خاصی نسل تیار ہو گئی ہے جو پیر و دی جدید کا شاہکار اور تقلید تازہ کا نمونہ ہے۔ آیات ربانی، شعوب و قبائل کے وجود کا اعلان کرتی ہیں۔ تحویل معانی ملاحظہ ہوں کہ بعینہ انہیں آیات ربانی کو شعوب و قبائل کے عدم وجود کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام شعوب و قبائل میں تفریق کی اجازت نہیں دیتا۔ نسب و نسل کے احیاء کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام نے یہ بوسیدہ و پارینہ

تمیز بالکل ختم کر دی ہے۔ لاجہول ولا قوۃ! خدا گواہ ہے کہ قرآن کے طول و عرض میں ایسے فاسد خیال کے لئے ایک بھی آیت نہیں پائی جاتی۔

قرآن حکیم دین فطرت کا صحیفہ اور خداوند کریم و علیم کا کلام موعظت نظام ہے نہ کہ زید و عمر کے اوہامِ فاسدہ اور خیالِ خام کی کوئی اساطیر الاؤیلین، اب سنیے قرآن کہتا ہے۔

☆ یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکروا نشی و جعلنکم شعوبا و قبایل

لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ ان اللہ علیم خبیر۔ (الحجرات ۴۹: ۱۳)

اس آیت کریمہ کو شعوب و قبائل کی عدم تفریق پر شہادت میں پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ آیت شعوب و قبائل کی ساخت ربانی پر حجت، ایک دوسرے سے تمیز تخلیق ہونے پر دلیل اور ان آثار و علامت کی گواہ ہے جو تعارف باہمی کا موجب ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ آیت تعریف و تمیز اور شعوب و قبائل کی ترویج و تائید کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے عین فطرت کے تقاضوں کی حامل ہے۔ ان امتیازات کا انکار کرنا کائنات کی بوقلمونی اور گونا گوں حیثیت سے صاف طور پر اعراض کرنے کے مترادف ہے اور کسی کے رعب و دبدبہ اور ماحول و تاثرات وقتی کے تحت خیالِ فاسد اور خلافِ فطرت اصول کے اقرار کی تبلیغ ہے۔ قرآن کریم قوم، نسب، شعوب و قبائل کے وجود برحق ہونے کا اعلان کر رہا ہے، ان کے وجود و ساخت کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

تخلیق کے لئے مذکورہ آیت میں "خلقنا" فرمایا ہے اور شعوب و قبائل کے قیام کو "جعلنا" سے وابستہ فرمایا ہے۔ بعض حضرات ساری آیت کو نسیا منسیا کر دیتے ہیں صرف "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" کا فقرہ لیکر سیاق و سباق کو ترک کر دیتے ہیں اور آیت کے اصل مفہوم و مراد پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے۔ اسی انداز کی ایک اور آیت ہے، اسے تو بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہے۔ تحریف لفظی سے تو قرآن بچ گیا، لیکن تحریف معنوی کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

☆ وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صہرا

و كان ربك قديرا (سورة الفرقان ۲۵ آیت ۵۴)

اس آیت میں تخلیقِ بشریت کا اعلان ہے، پھر تشکیلِ نسب و صہر کا اعلان، اور ان امور پر صانعِ کردگار کی قدرتِ کاملہ کا اعلان و اظہار ہے۔

ایک دوسری آیت جسے نسب کی بے مائیگی اور بے کاری کے اثبات میں بیان کیا جاتا ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مخلوق خدا کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ یہ ہے

☆ فاذا نفخ في الصور فلا انساب بينهم يومئذ ولا يتساءلون

(سورة المؤمنون ۲۳ آیت ۱۰۱)

یہ آیت دراصل ایک خاص وقتِ موعود کے لئے ہے جب باہمی سلسلہ اتصال ختم ہو جائے گا اور نسب و نسل کا معاملہ اس موقع پر منقطع ہو چکا ہوگا۔ اس وقت موعود میں عمومی حیثیت سے یہ معاملہ سربستہ ہو جائے گا۔ اس گھڑی میں وفات و ولادت کی گرم بازاری نہیں ہوگی لیکن کم از کم اُس وقتِ موعود تک تو وجودِ انساب کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا، خواہ تسلیماً اور خواہ طوعاً و کرہاً۔ پس واضح ہوا کہ دین اسلام قوم، شعوب و قبائل، حسب و نسب اور جدیال و نھیال کا پوری طرح مجوز ہے اور اس کا ہرگز انکار نہیں کرتا۔ پھر بعض احادیث پیش کی جاتی ہیں مثلاً

☆ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی

کلکم ابناء ادم و ادم من تراب

اسی طرح یہ حدیث ایک دوسری جگہ یوں بھی ہے۔

☆ ان الله قدا ذهب عنكم عصبية الجاهلية و فخرکم

بالاباء کلکم بنو ادم و ادم من تراب. (حدیث)

پھر اسی طرح ایک اور حدیث ہے۔

☆ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی

لا فضل لا حمر علی اسود ولا اسود علی احمر. (خطبہ)

(الوداع)



یہ تمام احادیث مبارکہ نہ تو شرف و نسب کے منافی ہیں اور نہ ہی شرف و نسب کو عبث و بے کار ثابت کرتی ہیں۔ ان سے تو دراصل وطنیت کے استیلاء کی اس ملعون کیفیت اور اسی نوع کی دیگر لعنتوں کا سدباب ہوتا ہے جو قیصر و کسریٰ کی سنت ہے اور آج یورپ سے ہمارے ہاں درآمد کی جاتی ہیں کہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت نہیں ہے یعنی اسکبار و تفاخر، جیسا کہ یورپ میں ہے اور برصغیر کے دیگر ممالک میں جڑیں پکڑ چکا ہے۔ یہ ملعون ہے تاہم رنگ کی وجہ سے فضیلت جتانے کا سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رد فرمایا ہے۔ باپ دادا پر فخر کرنے والے جبکہ ان کے باپ، دادا بے بقول قرآن "اولوکان اباؤہم لایعقلون شینا و لایہتدون" (البقرہ: آیت ۱۷۰) کے مصداق ہیں۔ ان احادیث میں ان پر فخر کی تردید فرمائی گئی ہے اور "کُلُّکُمْ بِنُو ادم" بلاشبہ تمام نسل انسانی "کُلُّکُمْ بِنُو ادم" کے ضمن میں ہے اور تمام نسل انسانی جو ریح مسکون پر آباد ہے نسل آدم ہی ہے لیکن صورتِ اول میں آباء اجداد پر فخر اور ان کی پیروی و عصیتِ جاہلیت ہے اور صورتِ ثانی میں حمیتِ اسلامی ہے۔ نیز رنگ و زبان کے انکار میں یہ آیت کریمہ بھی پیش کی جاتی ہے۔

☆ و من ایتہ خلق السموت و الارض و اختلاف السننکم

و الوانکم (سورہ روم پارہ ۲۱ آیت ۲۲)

حالاں کہ یہ آیت زمین و آسمان میں رنگ و زبان کے اختلاف پائے جانے کے اعتبار سے ایک آیت ربانی ہے۔ یعنی رنگ و زبان کا جو اختلاف ہے اس خالق کائنات کی آیاتِ خلق و قدرت سے ہے۔ پھر کبھی ایک حدیث کا یہ ٹکڑا پیش کر دیا جاتا ہے کہ لافضل لاحمر علی اسود کہ سفید کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔

خدا را غور کیجئے اس سے رنگ و زبان کا عدم جواز کہاں سے ثابت ہو گیا؟ اس سے تو صرف کالے اور گورے کی عدم فضیلت معلوم ہوئی اور یہ حق ہے، وہ بھی رنگ ہے یہ بھی رنگ ہے، کسی کو وہ پسند ہے کسی کو یہ قبول! پس اس سے یہ واضح ہوا کہ رنگ و زبان کے اختلافات

قدرت کی نشانیوں سے ہیں نہ کہ ان کا انکار کر کے خدائی نشانات سے انکار کر دیا جائے۔ جس طرح دنیا کے دیگر الہامی مذاہب ایک نظریہ اور آئین رکھتے ہیں اور اس میں ایک حصہ بدیہیات کا ہوتا ہے اور ایک حصہ نظریات کا، دوسرا حکمت کا، اسی طرح ایک تشابہات کا اور دوسرا روزمرہ کے عملی مراسم کا ہوتا ہے۔ ایک حصہ اعتقادی ہوتا ہے بعض حصے عوام کی ترجمانی پر مشتمل ہوتے ہیں اور بعض حصے آئین سازوں کی ذہنی کیفیت کے آئینہ دار اور مقلدانہ نہیں بلکہ مجددانہ امور پر مرکوز رہتے ہیں۔ بعض کے نتائج فوری ہوتے ہیں اور کچھ کے نتائج مستقبل سے وابستہ ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اسلام بھی ایک عملی حصہ رکھتا ہے اور ایک نظریاتی، وہ کسی بھی عمل اور نظریاتی معاملہ میں اپنے سے غیر کے لیے بنیادی طور پر محتاج نہیں ہے۔ اس کے لیے کوئی بدلتا ہے تو بدلے وہ کسی کی خاطر بدلنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ ماحول سازگار نہیں ہے تو وہ بدل جائے اور ماحول کے ساتھ برق رفتار ہو جائے اگر اس کا کوئی رفیق راہ نہیں بنتا تو وہ دوسروں کی رفاقت کے لئے دوڑ پڑے۔ یہ بات سراسر اس کی سرشت کے خلاف ہے۔ اسلام کے مطالبے بالکل ہی کچھ اور ہیں لیکن ماحول کے تقاضے بالعموم ایک دوسرے ہی ڈھنگ پر واقع ہوئے ہیں۔ کسی کا قبلہ ماسکو ہے اور کسی کا برلن، کسی کا مدینہ لندن ہے اور کسی کا نیویارک، اسلام نہ تو مغرب کی کذب بائیوں کا اقرار کر سکتا ہے اور نہ مشرق کی سچائیوں کو ٹھکرا سکتا ہے وہ خود اپنے ہی ایک نظریہ و آئین کا مالک ہے اور اسی کے تحت اپنے زیر فرمان سوسائٹی چاہتا ہے۔ وہ اپنے آئین کی زبان کا بھی زبردست حامی و مؤید ہے اور اس زبان کی قدامت و بزرگی کا بھی مدعی ہے۔ اگرچہ دوسری زبانوں کے اختیار کیے جانے کا مانع بھی نہیں، وہ تمام نسلوں، نسوں، قوموں، وطنوں، ملکوں، رنگوں اور زبانوں کے وجود کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اسلام نسب و نسل کی تمیز کو جائز رکھتا ہے۔ عالمگیر اصولوں میں سے مساوات کا حامی ہے لیکن انسانی حقوق و اختیارات کو مناسب طور پر تسلیم کرتا ہے۔ اخوت کا علمبردار ہے اور معیشت کی مساوات، قانونی مساوات، اخلاقی مساوات، فاتح و مفتوح میں انسانی مساوات اور

اقتصادی مساوات کا بھی حامی ہے۔

اسلام باہمی خلفشار کو دور کرنے، پُر امن گھریلو زندگی بسر کرنے، عورت و مرد میں باہمی انس و محبت کے صحیح قیام اور حدود کے قائم کرنے میں بہت مآل اندیشی سے کام لیتا ہے۔ زوجین کا عدم توافق اور ان کے لواحقین کا باہم نفاق، صلح و اتفاق کے راستہ میں سدِ راہ بنتا ہے اور نہ نسل کی تعمیر و تشکیل کی منزل میں ہولناک کانٹے بکھیرتا ہے۔ اور نہ دو خاندانوں کی باہمی منافرت اور آویزش، تہذیب و شائستگی کے منافی، امن و امان کے لیے وبال جان اور تمدنِ صالح کی پائمالی کا مؤجب ہے۔ پس اس لیے متعدد عملی مصالح کے پیش نظر نسب و صہر اور شعب و قبیلہ اور کفو کی تمیزات و اعتبارات کو جائز رکھا گیا ہے۔ عرب سلاطین نے اس لیے بھی اس مسئلہ پر زور نہیں دیا کہ ان کی رعایا کے عام افراد کو یہ حوصلہ ہی نہ تھا کہ نجیب و اشراف خاندانوں سے مطالبہ مناکحت کریں اور ایک معلوم، جاری و ساری روش سے روگردانی کا تصور تک کریں۔ پھر یہ بھی ہے کہ کسی نسب کو دوسرے نسب پر شرف و فضل نہ بھی سہی لیکن دونوں نسبوں میں جو امور ذریعہ اعتبار و اعتراف ہیں ان سے انکار یقیناً فتور معاشرت کا سبب بن جاتا ہے۔ ہم کفو، ہم کفو سے مناکحت کرے تو یہ عین فطرت کے مطابق طرز عمل ہے اور یہی اسلام کا منشا بھی ہے۔

فقہائے اسلام نے احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو مدوّن کیا اور کفو کو ایک مستقل ضابطہ کی حیثیت دے دی ہے "عہد مشہود لہا بالخیر" میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے جو نسل انسانی کی تاریخ "ہیر و ورشپ" میں مناسب مقام کے مالک ہیں اور تاریخِ مسلمین کے اکابر مشاہیر میں سے اعلیٰ درجہ کے منتظم و سیاسی پیش منظر کے مرد آہن تھے۔ انہوں نے جہاں اور مفید تدابیر اور کارنامے انجام دیے وہاں مسئلہ کفو کی اہمیت کو بجا طور پر محسوس کیا اور اس کے بارے میں احکام شرعی جاری کیے۔ لوگوں کو اس کے اختیار پر مائل کیا۔ بعض حضرات دانستہ طور پر بے جا تصرّفات اور تصریحات کو کام میں لاتے ہیں مثلاً حسب و نسب کے خلاف اسے پیش کرتے ہیں کہ

لا یدخل الجنة من كان في قلبه ذرّة من کبر۔ فقال الرجل یا رسول

اللہ مالک کبر و الغرور. قال الکبر بطرق الحق و عمط الناس.

(ترجمہ) "جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا"

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ غرور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

غرور یہ ہے کہ امر حق کو برا سمجھے اور لوگوں کو حقیر نگاہوں سے دیکھے" (مشکوٰۃ شریف)

خدا را انصاف کیجئے! اس سے نسب کے انکار کی کوئی صورت نکلتی ہے۔ سوائے بے جا

من مانی بات کے جو لوگوں کے ذہن میں ٹھوسی جائے اور زبردستی منوایا جائے۔ لیکن پریس اور

پلیٹ فارم آج ایسے ہی لوگوں کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ حق مجبور و مستور ہو گیا ہے۔ اس

حقیقت کی حمایت و توضیح میں ایک آواز بھی سنائی نہیں دیتی کہ نسل و نسب ایک ضروری اور جائز

مسئلہ ہے۔ پس یہ کہنا کہ اسلام میں قوم و وطن رنگ و زبان اور نسل و نسب کی کوئی اہمیت و تمیز ہی

نہیں روا رکھی گئی، ایک باطل خیال ہے۔

حمد بیحد بر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را

آنکہ ایماں داد مشیت خاک را



## منصوصاتِ انسابِ صالحہ ونفعِ آخرت

☆ قریش علی مقدمۃ الناس یوم القیامۃ ولو لا ان یتطر  
قریش لآخبر تھا بما لمحسنہا من الثواب عند اللہ  
(رواہ ابن عدی)

(ترجمہ) قیامت کے روز سب لوگوں سے آگے قریش ہوں گے اور  
اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں بتا دیتا کہ ان میں  
سے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔

☆ ان لواء الحمد یوم القیامۃ بیدی و ان اقرب الخلق من  
لو آئی یومیذ العرب

(ترجمہ) بے شک روز قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور بے شک  
اس دن تمام مخلوق میں میرے نشان سے زیادہ قریب عرب ہوں گے۔  
(طبرانی)

☆ اول من اشفع له یوم القیامۃ من امتی اهل بیتی ثم  
الاقرب فا لا قرب الی قریش ثم الانصار ثم من امن بی  
واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم و من اشفع

لہ اولاً افضل۔ (طبرانی دارقطنی)

ترجمہ: میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں قریش تک پھر انصار پھر وہ اہل یمن جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی۔ پھر باقی عرب پھر اہل عجم اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہے۔

☆ لوانی اخذت بحلقة باب الجنة مابدات الابکم یا بنی ہاشم۔ (رواہ الخطیب)

(ترجمہ) میں دروازہ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں تو اے بنی ہاشم پہلے تمہیں سے شروع کروں گا۔

☆ اترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنة اوثر علی بنی عبدالمطلب احدًا۔ (رواہ ابن النجار)

(ترجمہ) کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں جنت کی زنجیر اپنے ہاتھ میں لوں گا اس وقت اولاد عبدالمطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا؟

☆ کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامة الا سببی و نسبی۔ (رواہ البرزازی و الطبرانی)

(ترجمہ) ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت منقطع ہو جائے گا۔ ماسوائے میرے تعلق اور رشتہ کے۔

☆ کل نسب و صہر ینقطع یوم القیامة الا نسبی و صہری۔ (رواہ ابن عساکر)

(ترجمہ) ٹوٹی اور پانچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے، مگر میرے رشتہ نسب و صہر کے۔

☆ ما يبال اقوام يزعمون ان قرابتى لا تنفع كل سبب و

نسب ينقطع الانسى فانها موصولة فى الدنيا والاخرة

(رواه البيهقي)

ترجمہ: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی ہر علاقہ اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا۔ مگر میرا رشتہ اور علاقہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔

☆ ما يبال رجال يقولون ان رحم رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم لا تنفع قومه يوم القيمة والله ان رحمة

موصولة فى الدنيا والاخرة . (رواه الحاكم)

(ترجمہ) ان لوگوں کا کیا خیال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی

قرابت قیامت کے روز ان کی قوم کو نفع نہ دے گی۔ خدا کی قسم میری

قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔

☆ رايت كنانى دخلت الجنة لجعفر درجة فوق درجة

زيد فقلت ما كنت اظن ان زيدا دون جعفر فقال جبريل

زيد ليس بدون الجعفر ولكننا فضلنا جعفر لقرابة منك .

(حاكم، طبقات ابن سعد)

(ترجمہ) میں نے جنت میں جا کر ملاحظہ کیا کہ جعفر ابن ابی طالب کا

درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے۔ میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا

کہ زید جعفر سے کم ہیں۔ جبریل نے عرض کی زید جعفر سے کم تو نہیں مگر

ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انہیں حضور ﷺ سے

قرابت ہے۔

☆ من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه

ادخله الله به الجنة وشفعه في عشرة من اهل بيته كلهم

قدو جنت له النار. (ابن ماجه و ترمذی)

ترجمہ: جس نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کا شفیع مقبول بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

☆ الحجاج يشفع في اربع مائة من اهل بيت ( )

اذقال من اهل بيته ويخرج من ذنوبه كيوم ولدته

امه (رواه البيهقي)

ترجمہ: حاجی اپنے اعزہ و اقارب میں سے چار سو افراد کے حق میں شفاعت کرے گا (.....) اور حاجی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جس طرح کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

☆ الشهيد يشفع في سبعين من اهل بيته. (ابو داؤد)

(ترجمہ) شہید کے ستر اقارب کے بارے میں اس کی شفاعت قبول ہوگی۔

☆ الشهيد يغفر له في اول دفعة من دمه و يتزوج حوران

و يشفع في سبعين من اهل بيته (رواه الطبرانی)

(ترجمہ) شہید کے بدن سے جو خون پہلی بار نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے اور روح نکلتے ہی دو حوریں اس کی خدمت کو آ جاتی ہیں اور اپنے گھر والوں سے ستر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

☆ ان الشهيد عند الله سبع خصال (الی ان قال) و يشفع



سبعین اِنْسَانًا مِنْ اَقْرَبِهِ. (رواہ احمد، طبرانی)

(ترجمہ) اللہ کے ہاں شہید کے لیے سات کرامتیں ہیں ہفتم یہ کہ اس کے اقربا میں ستر شخصوں کے حق میں اسے شفع بنایا جائے گا۔

☆ یصف الناس یوم القیامة صفوفاً فیمر رجل من اهل النار علی رجل من اهل الجنة فیقول یا فلان اما تذکر یوم استسقیت فسقیتك شربة فیشفع له و یمر الرجل علی الرجل فیقول اما تذکر یوم فاولتک طهوراً فیشفع له فیقول یا فلان اما تذکر یوم بعثتني فی حاجة کذا فذهبت لک فیشفع له (رواہ ابن ماجہ)

(ترجمہ) لوگ قیامت کے روز پرے باندھے ہوں گے۔ ایک دوزخی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا اس سے کہے گا کہ آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا اتنی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا ایک اور شخص دوسرے کے پاس سے گزرے گا کہے گا کہ آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کے لیے پانی دیا تھا اتنے ہی پر وہ اس کا شفع ہو جائے گا۔ ایک شخص دوسرے سے کہے گا کہ آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن آپ نے مجھے فلاں کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔

☆ ان الله یصلح بصلاح الرجل ولده وولد ولده و یحفظ فی ذریته ولد ویراعی حوله فما یزالون فی ستر من الله و عافیته. (رواہ ابن مردویہ)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی اصلاح اس کی اولاد و اولاد کی اصلاح

فرماتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتا ہے۔

☆ ان اللہ ینخلف العبد المؤمن فی ولده ثمانین عاما (رواہ احمد)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ بندہ مؤمن کی اولاد میں (۸۰) اسی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔

☆ اذا دخل الرجل الجنة سئل عن ابويه و ذریته و ولده فیقال انهم لم یبلغوا درجاتك و عملك فیقول یارب قد عملت لی ولهم فیؤمر بالحقهم (طبرانی)

(ترجمہ) جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور بچوں اور اولاد کا پوچھے گا ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجہ و عمل تک نہ پہنچے وہ عرض کرے گا اے میرے رب، میں نے تو اپنے اور ان سب کے نفع کے لئے اعمال کیے تھے اس پر حکم ہوگا وہ اس سے ملا دیے جائیں۔

☆ هم ذریة المؤمن یموتون علی الا سلام فان كانت منازل اباہم ارفع من منازلہم لحقوا باباہم ولم ینقصوا من اعمالہم التی عملوا شیئاً (رواہ ابن حاتم)

(ترجمہ) یہ ذریعہ مؤمن کا حال ہے، جو اسلام پر مرے اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان کی منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملا دیے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

یہ مخصوصات قطعاً وہ ہیں جن سے انسب صالح کی تقویت اور ان کا نفع آخرت و فائدہ مند ہونا ثابت ہو گیا ہے اور پورے زور سے یہ بات مؤثق ہوگئی۔ یہ وہ ارشادات ہیں جو

متعدد مواقع پر حضور نے فرمائے ہیں ان سے انسابِ صالحہ کی حقیقت و صداقت آسمان پر پھیلی ہوئی روشنی کا سماں باندھ دیتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توثیق کے لئے حسبِ حال بعض آیات بھی ذیل میں درج کر دی جائیں کہ اشارۃً النصِ قرآنی و عبارتہ قرآنی اور نصوصِ نبوی کے توافقی نے اس مسئلہ کی تصدیق کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔

☆ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ.

(سورہ کہف ۱۸ آیت ۸۲)

(ترجمہ) اور وہ جو دیوار تھی (جسے میں نے کھڑا کر دیا) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اس کے نیچے ان میں دونوں لڑکوں کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمہارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

☆ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ.

(سورہ طور ۵۲ آیت ۲۱)

(ترجمہ) اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ہم ان کی کارگزاریوں میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔

صاحب الارادة الادب لفاضل النسب نے متذکرہ فوق آیات و

احادیث کی قسم کے بہت سے استشہاد کے بعد نتیجہ اخذ کیا ہے:-

”جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے

تو علیؑ، جعفرؑ و عباسؑ و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاحِ عظیم کا کیا کہنا جن کی اولاد میں علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسبِ کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع کمائیں گے۔ پھر اللہ اکبر۔ حضراتِ ساداتِ کرام اولادِ امجاد حضرت خاتونِ الجنت بتول زہراؑ کہ خود حضور پر نور سید الصالحین و سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند بالائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:-

☆ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و

یطہرکم تطہیرا۔ (الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳)

(ترجمہ) اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے۔ اے نبیؐ کے

گھر والو! اور تمہیں تھرا کر دے خوب پاک فرما کر۔

(الارادة الادب لغافلہ المنب ص ۲۳)

پھر آل محمد علیہ السلام کی حمایت میں مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال فرماتے ہیں:-

☆ "ان فاطمة احصنت فحرم للہ نفسہا و ذریعہا علی النار

"(طبرانی و حاکم)

(ترجمہ) بے شک فاطمہؑ نے اپنی حرمت نگاہ رکھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے

اس کو اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔

☆ "سالت ربی ان لا یدخل النار احداً من اهل بیتی

فأعطانی ذلک۔" (رواہ ابوالقاسم)

(ترجمہ) میں نے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے اہلیت سے کسی کو

دوزخ میں نہ لے جائے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

☆ انہا سمیت فاطمة لان اللہ تعالیٰ فطمہا و ذریعہا عن

النار یوم القیامة

(ترجمہ) فاطمہ الزہراء کا نام فاطمہؑ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے

اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرما دیا۔

☆ من رضا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لا

یدخل احد من اهل بيته النار. (رواة ابن جریر)

ترجمہ: حضور اقدس کی رضا میں یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی

شخص دوزخ میں نہ جائے۔

ولسوف يعطيك ربك فترضى. (سورۃ النبی ۹۳-۹۴ آیت ۵)۔ کی تفسیر میں ایسا ہی

ابن عباسؓ سے منقول ہوا ہے اور حضور کے ساتھ خداوند کریم کا وعدہ ہے۔

☆ وعدنی ربی اهل بیتی من اقر منہم بالتوحید ولی

بالبلاغ ان لا یحذبہم (رواہ حاکم)۔

(ترجمہ) میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اہلیت سے

جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے

عذاب نہ فرمائے گا۔

☆ یا علی! ان اول اربعة یدخلون الجنة انا وانت

والحسن والحسین و ذریتنا خلف ظہورنا

(رواہ ابن عساکر و الطبرانی)

(ترجمہ) اے علی! سب سے پہلے جو چار جنت میں داخل ہوں گے۔

میں ہوں اور تم اور حسن و حسین اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت

ہوں گی۔

☆ اول من یرد علی حوضی اهل بیتی و من احبنی من

امتی. (رواہ الذہبی)

(ترجمہ) سب سے پہلے میرے پاس حوض پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری اُمت سے میرے چاہنے والے۔

☆ قال علي عليه السلام اَسْمَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اللَّهِ اَنْتُمْ عَتْرَةُ رَسُولِكَ فَهَبْ مُسِيئَتَهُمْ لِمُحْسِنِهِمْ وَهَبْهُمْ لِي فَفَعَلْتُ مَا فَعَلَ؟ قَالَ فَعَلَهُ رَبُّكُمْ بِكُمْ وَ يَفْعَلُهُ بَمَنْ بَعْدَكُمْ. (رواه المحب الطبري عن علي المرتضى)

(ترجمہ) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکاران کے نیکو کاروں کو دے ڈال اور ان سب کو مجھے ہبہ فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا، میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا پس جو تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا، تمہارے بعد آنے والوں کے ساتھ بھی ویسا ہی کرے گا۔

ازال بعد "صاحب الارادة الادب لفاضل النسب نے مخالفین و معاندین انساب و اہل بیت کا ابطال مندرجہ ذیل مسکت دلائل سے کیا ہے اور ان کی مغالطہ آمیز یوں اور افراط و تفریط کی کج جوئیوں کا قلع قمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"ان نصوص جلیلیہ قرآن عظیم و احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن ہوا کہ:

حدیث مسلم "عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ من ابطابہ عملہ لم یسرع بہ نسبه" میں نفع مطلق ہے نہ نفع مطلق؟ ورنہ معاذ اللہ "یہ آ کر یہ الحقنا بہم ذریتہم" (سورہ طور آیت ۴۱) کے صریح معارض ہوگی۔

آیہ کریمہ

☆ "فاذانفح فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساء لون" کہ

ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

☆ الاتری الی قولہ تعالیٰ ولا یتساء لون . معہ قولہ

عزوجل و اقبل بعضهم علی بعض یتساء لون . روى

سعید بن منصور فی سننہ و ابنہ حمید والمنذر و ابی

حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال انہا

مواقف فاما الموقف الذی لا انساب بینہم یومئذ و لا

یتساء لون عند الصعقہ الاولی لا انساب بینہم فیہا اذا

صعقوا فاذا كانت النفحة فاذا هم قیام یتساء لون

جب کہ احادیث متواترہ سے فضل نسب و فرق احکام و نفع آخرت بلاشبہ ثابت ہے

مثال حدیث:

☆ "الا لا فضل لعربی علی عجمی و لا لاحمر علی اسود

حدیث انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان

تفضلہ بتقویٰ" میں مثل آیہ کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ

اتقکم" سب فضل کلی ہے نہ سب کلی فضل؟

"حدیث لا اغنی عنکم من اللہ شیئا" میں لقی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ

سب اغنائے عطائی۔ کہ احادیث متواترہ شفاعت و اجماع اہل سنت کے خلاف ہے، پھر آگے

چل کر اپنے یقین و ایمان اور محبت سادات کی کیفیت اسی باب میں یوں ظاہر فرماتے ہیں:-

"تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر و ضائع و برباد

جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش بلکہ بنی ہاشم بلکہ

سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب و ہلاک دنیوی سے ہائل روای پر نظر فقیر

غفر له القدير کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش نہ کہ ہاشم نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل" (صفحہ ۲۹)

صاحب "الارادة الادب لفاضل النسب" حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی نے ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۰ء میں آج سے ستانوے برس قبل یہ رسالہ ارقام فرمایا ہے۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو تڑپ جاتے اور یہ تائید و حمایت الہی بیت کرائم اور تردید و تکذیب ارباب خدع و فریب اور محرکین محترعات و بدعات، صرف ان کا انوکھا کارنامہ نہیں ہے۔ ان سے پہلے بھی لوگوں نے اس طرف توجہ کر کے ایمان و ایقان کی قدلیں روشن کی ہیں۔ مثلاً امام حافظ ابن حجر مکی نے صواعق محرقة میں مغالطہ آمیز حضرات کے تہمات کی یوں تردید اور توضیح فرمائی ہے:-

"قال المحب الطبري وغيره من العلماء انه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يملك لا حد شيئا لا نفعاً ولا ضرراً لكن الله عز وجل يملكه نفع اقاربه بل وجميع امة بالشفاعة العامة والخاصة فهو لا يملك ال يملكه له مولاه كما اشار اليه صلى الله تعالى عليه وسلم . غير ان لكم رحماً بلها ببلاها وكذا معنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا اغنى عنكم من الله شيئا بمجرد نفسى من غير ما يكرهنى به الله تعالى من نحو شفاعة او مغفرة و خاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث على ان العمل ولحرص على يكونوا اولى الناس خطا فى تقوى الله تعالى و خشية ثم اوماء الى حق رحمته اشارة الى اوقال نوع طمانية عليهم وقيل هذا قبل علمه صلى الله تعالى عليه وسلم بان الانتساب اليه تنفع بانه يشفع فى ادخال قوم الجنة بغير حساب ورفع درجات آخرين واخراج قوم من النار"

اس میں بعض احادیث کے نفع کریم کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

☆ ولا ینا فی هذه الاحادیث ما فی الصحیحین و غیرهما



انہ لما نزل قوله تعالى وانذر عشيرتک الا قریبن فجمع  
 قومہ ثم عم و خص بقوله لا اغنی عنکم من اللہ شیئا حتی  
 قال یا فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما لان هذه  
 الروایة محمولة علی من مات کافرا وانها خرجت فخرج  
 التغلیظ والتنفیر او انها قبل علمه بانه یشفع عموما و  
 خصوصا. (ابن حجر مکی صواعق محرقة ص ۲۳۱ استنبول ۱۴۰۴ )

علامہ منادی اپنی کتاب تیسیر میں حدیث کل سبب و نسب کے تحت فرماتے ہیں :-

☆ لا یعارضہ قول صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لا هل  
 بیتہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئا لان معناه انه لا یملك لهم  
 نفعاً لکن اللہ یملکہ نفسہم بالشفاعة فهو لا یملك الا  
 ما ملکہ ربہ . (علامہ منادی فی تیسیر)

(ترجمہ) "ایں غایت و انذار و مبالغہ در آست والا فضل بعضے ازیں  
 مذکوریں و در آمدن ایشان بہشت را و شفاعت آل سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ  
 وسلم مرصاة است راچہ جائی اقربائی خویشان وے با حدیث صحیحہ ثابت  
 شدہ است و با وجود آل خوف لا ابالی باقیست و ایں مقام تقاضائی ایں  
 حال کرد و تواند کہ احادیث فضل و شفاعت بعد از اں ورود یافتہ باشند و  
 بالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالیٰ یا انداز پس امتثال کرد ایں  
 امراء"۔ (اشعۃ اللغات شاہ عبدالحق دہلوی)۔

پھر دیکھو آل محمد علیہ السلام کی توہین، بے عزتی اور رسوائی کرنے والا مندرجہ ذیل اعتبارات سے  
 کسی ایک اعتبار کا مستحق ضرور ہوگا۔ فرمایا

☆ "من لم یعرف عترتی و الانصار و العرب فهو لاحدی

ثلث اما منافق و اما الزنیة و اما امرأ و حملة امه بغیر

طهر" (بہیقی)

(ترجمہ) جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین  
حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی پھر۔

☆ ستة لعنتهم لعنهم و كل نبی مجاب الزائد فی کتاب  
الله والمکذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت  
فيعزبذالك من اذل الله و يذل من اعز الله والمستحل  
لحرم الله والمستحل من عترتی ما حرم الله والتارك  
لستی. (ترمذی حاکم طبرانی)

(ترجمہ) جن پر میں نے لعنت کی چھ شخص ہیں۔ ان پر اللہ لعنت کرے۔  
ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ کتاب اللہ میں بڑھانے والا، تقدیر الہی کا  
جھٹلانے والا اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے  
عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے  
حرام کردہ کو حلال قرار دینے والا اور میری عترت کی ایذا دے تعظیماً روا  
رکھنے والا اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے۔

☆ مَنْ أَحَبَّ ان يُبَارِكَ لَهُ فِي اجلِهِ و ان يمتعه الله بما قوله  
فليخلفني في اهلي خلافت حسنة و من لم يخلفني فيهم  
تبك عمره و ورد عليَّ يوم القيامة مسوداً وجهه (ابو نعیم)

(ترجمہ) جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور خدا سے اپنی دی  
ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے  
اہل بیت سے اچھا سلوک کرے، جو ایسا نہ کرے اس کی عمر سے

برکت اڑ جائے اور قیامت میں میزے پاس رُو سیاہ ہو کر آئے۔

☆ ان اللہ عزوجل ثلث حرمت فمن حفظهن حفظ الله دينه  
و دنياه و من لم يحفظهن لم يحفظ الله دينه ولا دنياه  
حرمت الا سلام و حومتي و حرمة رحمي. (حبان و طبرانی)

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے  
اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کو محفوظ رکھے اور جو ان کی حفاظت نہ کرے  
اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی۔ ایک اسلام کی حرمت،  
دوسری میری حرمت، تیسری میری قرابت کی حرمت۔

جن لوگوں کو آل محمد علیہ السلام سے عداوت پایر ہے یا وہ انہیں خواہ مخواہ بدنام کر کے  
نامور بننا چاہتے ہیں وہ تو مجاز ہیں لیکن اہل حق و انصاف ہمیشہ آیات الہی اور کتاب و سنت کا  
مطالعہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے کرتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ اکبرؒ آیہ تطہیر کی توضیح و تشریح  
اپنے مخصوص کشفی انداز بیان کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضرت شیخ کے ان بیانات کو حضرت  
پیر صاحبؒ گولڑہ شریف نے اپنے مکتوبات شریف میں یوں نقل فرمایا ہے۔

"قد دخل الشرفاء اولاد فاطمة كلهم رضى الله عنهم و  
من هو من اهل البيت مثل سلمان الفارسي رضى الله  
عنه الى يوم القيامة في حكم هذه الاية من الغفران فهم  
المطهرون اختصاصاً من الله و غايةً بهم بشرف  
محمد صلى الله عليه وسلم و عنایت الله به ولا يظهر  
حكم هذا الشرف لا هل البيت إلا في الدار الآخرة فانهم  
يحشرون مغفوراً لهم و اما في الدنيا فمن اتى منهم حداً

أُقِيمُ عَلَيْهِ كَالثَّائِبِ إِذَا بَلَغَ الْحَاكِمُ أَمْرَهُ وَقَدْ زَنَى أَوْ سَرَقَ  
 أَوْ شَرِبَ أَقِيمُ عَلَيْهِ الْحَدْمَعُ تَحْقِيقَ الْمَغْفِرَةِ كَمَا غَرُوا شَأْلَهُ  
 وَلَا يَجُوزُ ذَمُّهُ وَيَنْبَغِي لِكُلِّ مُسْلِمٍ يَزُومُنِ بِاللَّهِ وَبِمَا أَنْزَلَهُ  
 أَنْ يَصْدُقَ اللَّهُ تَعَالَى فِي قَوْلِهِ. (لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الرَّجْسُ أَهْلُ  
 الْبَيْتِ وَيُطَهَّرَ كَمَا تُطَهَّرُ) (احزاب) فَيَعْتَقِدُ فِي جَمِيعِ  
 مَا يَصْدُرُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ عَفَا عَنْهُمْ فِيهِ فَلَا  
 يَنْبَغِي لِمُسْلِمٍ أَنْ يَلْحَقَ الذَّمَّ بِهِمْ وَلَا مَا يَشْنَأُ أَعْرَاضَ مَنْ  
 قَدْ شَهِدَ اللَّهَ بِتَطْهِيرِهِ وَذَهَابِ الرَّجْسِ عَنْهُ لَا بِعَمَلٍ  
 عَمَلُوهُ وَلَا بِخَيْرٍ قَدَّمُوهُ بَلْ لِسَبَابِ عِنَايَتِهِ مِنَ اللَّهِ بِهِمْ  
 ذَلِكَ فَضِلَ اللَّهُ يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"

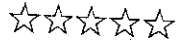
یعنی ساداتِ قاطیہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ اس آیت کے حکم میں داخل  
 ہیں خواہ کیسے ہی گناہگار ہوں۔ حشر ان کا اس حالت میں ہوگا کہ مغفور ہوں گے۔ یہ محض خدائے تعالیٰ  
 کا فضل اور اس کی عنایت ہے کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔

اللهم صل وسلم وبارك دائماً على محمد وآله

پھر اسی باب میں لکھتے ہیں :-

فَلَوْ كَشَفَ اللَّهُ لَكَ يَا وَلِيَّ عَنِ مَنَازِلِهِمْ فِي الْآخِرَةِ  
 لَوَدِدْتُ أَنْ تَكُونَ مَوْلَى مِنْ مَوْلِيهِمْ يَعْنِي أَعَى دَوَسْتُ أَوْ  
 اللَّهُ تَعَالَى تَهَارًا حِجَابٍ دَوَّرَ مَا كَرَّحْتَهُ أَهْلُ بَيْتِ كِي شَانِ أَوْ رَرْتَهُ جَوَانِ كُو  
 عِنْدَ اللَّهِ آخِرَتِ مِيْنِ حَاصِلٍ هُوَ كَا، مَعَانِي كَرَايَ تُو ضَرُورَتِهِ دَلَّ سَ عَنِ  
 كِي غَلَامِي كُو چَا هُنِي۔ اس سے معلوم ہوا کہ تطہیر اور ذہابِ الرجس کی

صورت انزال احکام و ہدایات شرعیہ نہیں بلکہ بمعنی عفو و مغفرت ہے۔  
 اس بیان سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیت تطہیر کا مطلب اباحت و  
 آزادی ہے برخلاف تعیند با و امر و نواہی بلکہ فضل و عنایت ایزدی کی  
 بشارت ہے جو بحسب افلا اکون عبداً شکوراً پابندی احکام کے  
 منافی نہیں۔ (فتوحات" باب ۲۹ امام ابن العربی، بحوالہ "مکتوبات طیبات" - ص ۲۰۳  
 خواجہ پیر سید مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)۔



## حدیث ثقلین اور اس کے مویدات باہرہ

﴿اننى تسارك فيكم الثقلين اولهما كتاب الله  
وامتمسكوا به و اهل بيته اذ ذكركم فى اهل بيته﴾ (حدیث)  
حضرت ابی سعید خدری کی روایت کو امام ترمذی اور امام طبری کی زبانوں نے  
حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے باب میں اس طرح ادا کیا ہے:

☆ شكك الناس على ابن ابي طالب ا فقام رسول الله  
خطيباً : فسمعة ، يقول - يا ايها الناس لا نشكوا علياً فو  
الله انه لا خشى الناس فى سبيل الله ان روايات میں ایک  
فقہرہ ایسا ہے جو امامیہ اور اہل سنت میں مشترک طور پر مسلم ہے اور وہ یہ  
ہے کہ من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم و ال من والاہ  
وعاد من عاداه . یہ خطبہ صاحب "سیرت جلیہ" نے مفصل طور  
پر مندرجہ ذیل صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

☆ يا ايها الناس انما انا بشر مثلکم يوشك ان ياتينى رسول  
ربى فتاجيب و انى مستغول و انا كم مستغولون فيما انتم

قائلون قالوا نشهد انك قد بلغت و جهدت و نضحت  
فجزاك الله خيراً فقال صلى الله عليه وسلم اليس  
تشهدون ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله و ان  
الجنة حق ان البعث بعد الموت حق ان الساعة آتية لا  
ريب فيها و ان الله يبعث من فى القبور قالوا بلى نشهد.  
قال اللهم اشهد (الحديث) ثم حض على التمسك  
بكتاب الله و هى باهل بيته اى انى تارك فيكم الثقلين  
كتاب الله و عترتى اهل بيتى ولن تتفرق حتى ترد ا على  
الحوض و قال فى حق على كرم الله وجهه لما كرر  
عليهم الست اولى بكم من انفسكم ثلاثا و هم يجيبونه  
صلى الله عليه وسلم بالتصديق و الا اعتراف و رفع صلى  
الله عليه وسلم يد على كرم الله وجهه قال من كنت  
مولاه فعلى مولاه اللهم و ال من و الاه و عاده من عاده  
و احب من احباه و ابغض من ابغضه و انصر من نصره  
و اعن من اعانه و اخذل من اخذله و ادرء الحق معه حيث

دائرة "خطبات نبوی ص ۱۲۷"

خط کشیدہ الفاظ کو بعض صحیح مانتے ہیں، بعض الحاقی لیکن قرینہ اور زور کلام الحاق کا  
متقاضی نظر نہیں آتا۔ نیز احادیث کے دیگر مصادر و مؤیدات الحاق کی بدگمانی سے ذہن و فکر کو  
پاک کر دیتے ہیں اور اس لئے بھی کہ سرکار نے فرمایا۔

"من كنت مولاه فعلى مولاه" جس کے آپ مولا ہیں اس کے علی بھی مولا ہیں  
جو آپ کا محب ہے وہ ضرور علی کا بھی محب ہے، جو علی کا دشمن ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



کا دشمن اور اسی لئے آپؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق صراحت فرمائی ہے۔ "لحمک لحمی و دمک دمی"۔ (تیرا لحم میرا لحم اور تیرا خون میرا خون ہے)۔ پس یہ الحاقی نہیں بلکہ پارلوگوں کی طبع کی غلط روش کے تقاضے ہیں کہ نام نہاد الحاقی عبارت سے مخالفین و معاندین مرتضیٰ کی قلعی کھل جاتی ہے اور معاملہ صاف نظر آتا ہے اور اگر بالفرض محال بطور روایات الحاقی ہے تو درایتاً ہرگز الحاقی نہیں ہے۔ بتقاضائے حالات اور مستقبل کی مال اندیشی کے پیش نظر جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے دوسرے مصادرات کی تائید کرتے ہیں اور اگر یہ الفاظ الحاقی ہیں تو ان کے آوازہ خلق ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے اور انہیں فی الحقیقت نقارہ خدا ہی سمجھنا چاہیے نہ کہ کچھ اور۔

بر لوح سیم صبح بکلب زر آفتاب  
 نوشتہ نام احمد و القاب بو تراب  
 یعنی دو بود اسم و مسکنی ہماں کیے  
 احول دو دید شان و یکے بود در حساب  
 بر خواں حدیث "لحمک لحمی" و سر بیچ  
 بشنو رموز "دمک دمی" و رخ متاب  
 از خیل انبیاء نبی اللہ حاشی  
 وز جمع اولیاء اسد اللہ بو تراب

اہل حق و صلاح اور پیروان صراط مستقیم ہمیشہ اسی روش صالح پر کار بند رہتے ہوئے  
 زید و عمر کے مزعومات فاسدہ کے بجائے اپنی راہ الگ کر لیتے ہیں۔

تراش از تیشہ خود جادہ خویش  
 براہ دیگران رفتن حرام است



حضور اکرمؐ کے اس خطاب میں کتاب اللہ اور عترت اہل بیت کے الفاظ آئے ہیں۔ کتاب اللہ اور عترت اہل بیت کو مساوی ٹھہرایا گیا ہے اور دونوں کو لازم و ملزوم۔ کتاب اللہ حضرات عترت اہل بیت کی مؤید ہے اور حضرات اہل بیت، کتاب اللہ کے مبلغ ہیں۔ ایک دوسرے کے سربراہ و سرپرست، کارفرما، کارپرداز ہیں۔ دونوں کو سرکار نے ثقلین کے گراں مایہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں کے لیے اس سے بہتر تعبیر لانا سوائے سرور کائناتؐ کے کسی دوسرے شخص کا کام بھی نہیں ہے۔ فی الواقعہ اور یقیناً دونوں ثقلین ہیں۔ دونوں بھاری اور وزن دار ہیں۔ دونوں کائنات بھر کے لئے مرکز و محور سعادت ہیں اور پھر اس میں یہ عظیم الشان الفاظ بطور پیش گوئی ایک حقیقت ثابتہ کے بیان میں وارد ہوئے "لئن تتفسر قساحتی تو دا علی الحوض"۔ ثقلین میں تفریق نہیں ہوگی اور دونوں حوض پر میرے پاس آ پہنچیں گے۔ یعنی دونوں حضورؐ کے پاس حوض پر اکٹھے ہوں گے۔ اس سے ان کا لازم و ملزوم اور استمراد و دام اور حفظ قیام اور بقا و احیاء ظاہر و معلوم ہوا اور لائق استناد و اعتبار لاریب۔ اب اس کے مؤیدات پر بھی نگاہ ڈال کر مزید اطمینان قلب کے باب میں داخل ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ:-

☆ "کل سبب و نسب ینقطع یوم القیمة الا سببی و نسبی"

(ینایع المودة)

یہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن الخطاب کی روایت ہے اور ینایع المودة کے توسط

سے ہم تک پہنچی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے

☆ ان الله جعل ذریة کل نبی فی صلبه و جعل ذریتی فی

صلب هذا اعنی علی ابن ابی طالب (حدیث)

خداوند کریم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں رکھی ہے اور میری

ذریت علی کے صلب میں۔

یہ روایت حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی ہے اور علی مرتضیٰ کے اصحاب مقدس یہ تو اتر یہ تسلسل آج تک موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ جب حضور اکرمؐ نے علی مرتضیٰ، فاطمہ الزہراء، حضرات حسن و حسینؑ کو چادر تلے لے کر دعا فرمائی تو قطعاً فیصلہ فرما دیا "اللھم ھو لاء اھل بیٹی" (حدیث شریف) خداوند! یہی میرے اہل بیت ہیں۔

نسب، ذریت، صلب، اہل بیٹ اور عزت اہل بیٹ کے الفاظ بہر حال زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ یہ ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں اور ایک صورت کے متعدد محاسن و مظاہر!

فلکل عبارتہ و انت المعنی  
یامن ھو لقللوب مقناطیس

عمومی حیثیت سے بھی آپ نے نسب کے موضوع کو تشبیہ نہیں چھوڑا اور فخر و تکبر کی اندھیاریوں سے لوگوں کو نکال کر آپ نے صلب و نسل کی بعض دوسرے پہلوؤں سے خوبیاں آشکارا فرمائیں۔ مثلاً ارشاد ہوا:-

☆ "تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم فان صلة  
الرحم محبة فی الاھل مشراة فی المال منساة فی الاثر"  
(ترمذی بروایت ابی ہریرة)

(ترجمہ) تمہیں اپنے انساب کے متعلق اس قدر علم حاصل کرنا  
ضروری ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی  
کر سکو کیونکہ صلہ رحمی کرنے سے قرابتوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور  
مال میں کثرت و برکت ہوتی ہے اور عمر میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔

(ترکیب تقسیم ص ۷۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم انساب کی تحریص و ترغیب کے لیے مہر و محبت

کی عالمگیر آبیاری اور ایک خاندان کی تشکیلِ جدید اور امن و اطمینان کی شاہراہیں کھول دی ہیں۔  
لیکن لوگ یہی کہتے جاتے ہیں کہ اسلام میں نسبی امتیازات اور احتیاجات کا تو نام و نشان تک نہیں ہے۔  
پھر ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

☆ "ابن اخت القوم منهم" (حدیث)

(ترجمہ) قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے۔ یعنی ان کا وارث ہے۔  
(ترکی تہیم ص ۷۵)

نسب کا میراث میں کتنا بڑا قانونی اعتبار واضح ہوا۔

پھر فرمایا:

☆ من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم

القیمة . (مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے

دن اس کی میراث کاٹے گا۔ ورنہ کو جائیداد سے محروم کرنے والا سمجھی

بہشت میں نہیں جائے گا۔ (ترکی تہیم ص ۷۳)

علامہ محی الدین ابو ذکریا یحییٰ بن شرف حزامی نووی المتولد ۶۳۱ھ صاحب شرح صحیح

مسلم اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں ایک حدیث لائے ہیں جو نسب و شرف کی اہمیت پر

روشنی ڈالتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ اور یہ درایتاً بہت ہی بیش بہا ہے اور وسیع

معانی کی حامل بھی فرمایا:-

"قیل یا رسول اللہ من اکرم الناس . قال اتقاهم . فقالوا لیس عن هذا

نسئلك فقال فیوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ قالو لیس عن هذا

نسئلك قال فہن معادن العرب تسئلونی خیار ہم فی الجاہلیة خیار ہم فی

الاسلام إذا فقہوا" (متفق علیہ ریاض الصالحین ص ۱۰۵)

(ترجمہ) لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں میں بزرگ تر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم آپ سے یہ نہیں پوچھ رہے۔ فرمایا یوسف ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ۔ لوگوں نے کہا ہم آپ سے یہ نہیں پوچھتے۔ ارشاد ہوا تم عرب کے انساب میں سے مجھ سے پوچھتے ہو جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہی اسلام میں بہتر ہیں۔ جب انہوں نے شریعت کے احکام سیکھ لئے۔  
حضرت علامہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے تفقہ فی الدین کی شرافت نکلتی ہے۔ لوگوں میں تفاوت ہوا کرتا تھا۔ آپ نے بیان فرمادیا کہ اسلام میں علم اور حکمت سے شرافت کا تفاوت معتبر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو دونوں شرافت جمع کر دے تو اس کی عنایت ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔ پہلے شرافت نسب موروثی ہے اور دوسری اکتسابی" (ریاض الصالحین باب التقویٰ ص ۶۰ مطبوعہ فریڈ بک سٹال لاہور)  
حضرت علامہ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ بجائے خود درست سہی لیکن یہاں تو معاملہ بالکل واضح ہے۔

لوگوں کا سوال ہے۔

☆ "من اکرم الناس"

حضور نے جواب دیا

☆ "اتقاکم"

بزرگ وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

لوگوں نے کہا ہمارا مطلب "من اکرم الناس" سے اور ہے۔

تو ارشاد ہوا۔

☆ یوسف نبی السہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل

علیہم السلام یہ لوگوں میں بہت بزرگ ہستیاں ہیں۔

لوگوں نے کہا یہ بھی ہمارا مطلب "من اکرم الناس" سے نہیں ہے۔

پھر فرمایا۔

”تم معادن العرب کے بارے میں دریافت کرتے ہو؟ جو جاہلیت کے زمانے میں شریف تھے اور اقران و امثال میں صاحب شرف و نجابت تھے۔ وہی اسلام لانے کے بعد شرافت و نجابت میں ممتاز ہیں۔ ان کا شرف و مجد وہاں بھی موجود تھا اور اس مقام پر بھی قائم ہے بلکہ مستزاد۔ اسلام کی سرفرازیوں اور کامرانیوں شرف و مجد کو چار چاند لگانے والی ہیں۔“

اس وقت جو لوگ مخاطب تھے ان کی نفسیات ان تین حقیقتوں کے فہم و درس کی متقاضی تھی۔ فرست نبوت از بس کہ نباض تھی اور ان لوگوں کے لیے اصلاح و تجدید اعمال کے لیے حسب مراتب ارکان ثلاثہ انسانیت کی حقیقت پر زبان مبارک زمزمہ سنج ہوئی۔

" اکرم الناس " ہونے کے لئے اس کا سب سے اول لازمہ اتقا ہے،"

اکرم الناس " ہونے کا دوسرا لازمہ اور اس کے دعوے کا حق انبیائے کرام اور ان کی ذریت کو ہے اور ان کی صحت نسب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول شاہد ہے۔ نیز اس بات کی شہادت بھی واضح ہے کہ انبیائے کرام فی الواقع شریف و نجیب خاندان سے اٹھ کر منصب نبوت و رسالت پر سرفراز ہوئے ہیں اور "اکرم الناس" کا تیسرا لازمہ معادن العرب ہیں۔ یعنی عرب کی گوہر بارکانیں جو عربوں کے انساب ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی وہ معاون العرب اور اسلام کے زمانہ میں بھی معادن العرب۔ پس تمام کائنات ارض انسانی کی اقوام و ملل پر وابستگان معادن العرب کا حسب و نسب موثق و تابندہ و لا شک فیہ و لا ریب فیہ۔ اگر معادن العرب اسلام قبول نہ کرتے تو شرف اسلام سے محروم رہتے۔ شرف نسب ان کا پھر بھی ناقابل انکار ہوتا۔

## سبیل سکینہ

۹۲

حیدرآباد ولایت آباد، پونٹ نمبر ۸۱-۸۱

اس حدیث نے انساب کے مسئلہ پر بہترین روشنی ڈالی ہے۔ ہم نے اپنی جانب سے کوئی بات اضافہ نہیں کی بلکہ سرکار کے بیان سے جو امور مستنبط ہوتے ہیں وہی عرض کئے ہیں اور جو کچھ مستفاد ہو سکتا ہے وہی کچھ بلا روک ٹوک پیش کر دیا ہے۔ اس طرح مطلب بالکل ٹھیک بیٹھ گیا ہے اور تاویل کی ضرورت نہیں پڑی۔

اب استمساک کتاب اللہ و عترت اہل بیت اور ان کے ایذا و انکار سے بحث کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کی نسبت خود کتاب اللہ ہی سے دریافت کیا جائے تو وہ یوں بیان کرتی ہے۔

☆ "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ" (سورہ بقرہ)

بلاشبہ یہ وہ کتاب ہے جو اس سے رغبت اختیار کرتے ہیں۔ ان پر ہیمنے گاروں کی رہنمائی کرتی ہے۔

☆ "وَمَن لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ" (القرآن)

"وَمَن لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ" (القرآن)

"وَمَن لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ" (القرآن)

اور کتاب الہی خود اپنی اور اپنے لانے والے کی تائید و نمائندگی یوں کرتی ہے۔

"قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ" (القرآن)

محققین کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ نور سے مراد سرکار رسالت مآب کی

ذات ستودہ صفات ہے اور کتاب مبین سے مراد صرف قرآن مجید ہے۔ اول نور فرمایا ہے اور پھر

کتاب مبین۔ بلاشبہ پہلے اس نور پر ایمان لانا پڑتا ہے اور پھر اس کی کتاب پڑے۔ پہلے اس کا

اعتراف کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کتاب کی پیروی۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور دیدہ حقیقت بین

تو اس نور متکلم کو اس کتاب خاموش پر ترجیح دے کر ایک اور ہی منزل و مقام کی خبر بہم پہنچاتا ہے اور شائد اسی لیے کسی نے کہا کہ۔

ما دو جانے آمدہ دریک بدن  
من حکیم لیلے و لیلے کیت من

اور پھر یہی حقیقت وہاں بھی کام کرتی ہے جو جناب مصطفیٰ اور مرتضیٰ ارو احسنہم الفداء میں باہم مناسبت کی انتہائی منزل پر پہنچ جاتی ہے کہ اس سے آگے کچھ بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ خود سرکار علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کوئی دوسرا از خود اپنے منہ سے مدعی ست اور گواہ چست کا مصداق نہیں بن سکتا۔ فنا فی رسولؐ کا یہی مقام ہے کہ جسے خود حضور سرکار عالم نے اپنے بلیغ اور نازک ترین الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ لحمک لحمی و دمک دمسی۔ اے علیؑ تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا ہومیرا ہوم ہے۔ اور پھر اسی حقیقت کی شرح ایک اور عارف حق نے بھی فرمائی ہے۔

تو من شدی من تو شدم تو تن شدی من جاں شدم  
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دگریم تو دگیری

"من کنت مولاه فعلی مولاه" اور اس کے بعد تمام ارشادات بالکل حق و صداقت اور امر واقعہ ہیں اور اسی لئے علیؑ نے جنگ صفین میں جب کہ سفیان زبیروں اور مروان نہیلوں نے قرآن مجید کی جلد مبارک از راہ عیاری و مکاری اور ریاء و تلبیس نیزہ پر بلند کی تھی تو فرمایا تھا "اننا ناطق قرآن" یعنی نیزہ پر بلند قرآن خاموش ہے اور میں قرآن متکلم ہوں، سبحان اللہ! کتنی زبردست جہتِ قاطع اور برہانِ ساطع اور سلطانِ ایمان و ایقان ہے۔ علی مرتضیٰ کے علاوہ اور کس کی مجال تھی جو کہہ سکتا "اننا ناطق قرآن" اور یہ بات اتنی بڑی صداقت ہے کہ اس

سے روشن تر صداقت اپنے وجود کی محتاج ہے۔ یہ فقرہ علی مرتضیٰ کی سیرت طیبہ اور کردارِ حسنہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ حضور سرایا نور، رؤف و رحیم، ام الكتاب، لوح محفوظ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت باہرہ کا مکمل ضمیمہ اور تہمتہ بخیر جناب امیر کی سیرت پاک کے سوا اور کہاں ہے؟ دوسرے کسی وجود میں بھلا ہم سیرت باہرہ والے انسان کی سیرت کے تمام نقش و نگار ملاحظہ کر سکتے ہیں؟ ان کے علاوہ ہم کس کی پیروی کو وسیلہ دین و ایمان خیال کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل و جامع سیرت صرف اور صرف محض و حتماً علی مرتضیٰ کے وجود گرامی میں دستیاب ہوتی ہے۔ دوسرے مقامات پر اس سیرت کے اجزاء ضرور ملیں گے لیکن گفتار و کردار کا نمونہ اکمل اور یہ ہمہ وجہ آفتاب نبوت سے بیش از بیش مستفید و مستتیر صرف وہی ہستی گرامی ہے جسے "لحمک لحمی و دمک دمی" خود سرکار رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بلاشک و شبہ صرف اسی ہستی عظیم المرتبت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ بلا شرکت غیرے یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ اعلان و اظہار امر واقعہ کرے "انا ناطق قرآن"۔

اس عالی مرتب کی پوری سیرت اس ایک فقرہ میں سمٹ آئی ہے اور لوگوں نے اس بارے میں آخری فیصلہ دے دیا۔

"تنطق الحکمة بلسانہ"

حکمت علی مرتضیٰ کی زبان صدق فرمان سے جواہرات احسان بکھیرتی ہے۔ (شاہ ولی اللہ) وہاں تو جلد کتاب کی ڈہائی یہودیوں کی پیروی میں دی جا رہی تھی اور محض مکروہ یا کی نمائش تھی نہ کہ حق و صداقت کا واسطہ، لیکن ادھر قرآن کی حفاظت اور اس کی پیروی کی خاطر لڑنے والا حق و صداقت کے اعلان کے لئے پکارتا تھا۔

☆ "انا ناطق قرآن"

ایک قرآن کو نیزے پراٹھاتے ہو اور دوسرے قرآن کی ہلاکت و بربادی اور کائنات



کے امن کی تباہی کا سامان کر رہے ہو۔ قوی قرآن کی نمائش کر کے عملی قرآن کو روپوش کر دینا چاہتے ہو۔ معاش کیا و معاد کیا۔ ہیہات ہیہات لما توعدون ○  
قرآن کہتا ہے:

☆ "ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا  
والآخرة واعدلہم عذابا مہینا" (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۵۷)  
(ترجمہ) جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو  
پھنکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے لیے  
ذلت کا عذاب۔

☆ "فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و  
تقطعوا ارحامکم ○ اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم  
واعمی ابصارہم ○" (سورۃ محمد ۴۷ آیات ۲۲، ۲۳)  
(ترجمہ) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی  
ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی  
اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔  
احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

- ☆ یا فاطمہ ان اللہ یغضب بغضبک ویرضی لرضاک
- ☆ فاطمہ بضعة منی من اذا ہا فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ
- ☆ من احب الحسن والحسین فقد احبنی و من ابغضہما فقد ابغضنی
- ☆ حسین منی و انا من الحسین احب اللہ من احب حسینا.
- ☆ ان ابنی ہذا یعنی الحسین یقتل بارض من ارض العراق یقال لہا  
کربلا فمن شاہد ذالک منکم فلیبصرہ.

یاد رہے کہ حضرت امیر کے بارے میں ابھی اوپر پورا خطبہ نقل ہو چکا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

☆"من كنت مولاہ فعلى مولاہ اللهم وال من والاه  
وعاد من عاداه واحب من احبہ وابغض من ابغضه وانصر  
من نصره واعن من اعانه واخذل من اخذله وادراء الحق  
معه حيث دار"

کتاب الہی اور ارشادات نبوی کے یہ نصوص قاطعہ فطرتِ صالحہ کی پکار ہیں اور سنتِ سرکارِ سرخ منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دلائل باہرہ اس قدر روشن اور تابناک ہیں کہ ان کے اثبات میں مزید کسی وضاحت و دلیل کی حاجت نہیں کہ

## آفتاب آمد دلیل آفتاب

شمس دلائل اور نجوم براہین کو چراغ کی کیا ضرورت؟

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون لوگ ہیں، معلوم ہے، آل محمد کی دل آزاری اور ایذا و تکلیف کا موجب ہونا بالکل سرکارِ دو عالم کی ایذا و تکلیف کا موجب ہونا ہے جو پروردگار کائنات کے قہر و غضب کو حرکت میں لانے کی المناک صورت ہے۔ ان بیانات و معلومات کے باوصف آل محمد کی بیخ کنی و ایذا دہی روا رکھی گئی، ان پر جو رواستبداد اور مصائب و شدائد کی پے پے مشق کی گئی، بے انصافی اور بے رحمی کا کوئی پہاڑ بھی ایسا نہیں جو آل محمد پر نہ گرایا گیا ہو اور ستم رانی و کفر گری کا کوئی خونی طوفان نہیں جس میں انہیں پھنسا کر تماشاندیکھا گیا ہو۔ مذہب و تصوف کے میدان میں انہیں سب و شتم کا نشانہ بنایا گیا، ڈرایا دھمکایا گیا، اکثریت و اقلیت کی لعنت میں انہیں ملوث کیا گیا۔ پالیٹکس میں انہیں ہمیشہ بدنام کیا گیا۔ حرب و ضرب کی صلاحیتوں سے انہیں محروم

کرنے کی سعی کی گئی۔ علم و عرفان اور تہذیب و شائستگی کے دروازے ان پر بند کر دیے گئے۔ تمدن و حضارت اور شہرت و شہریت میں ان کی کھال اتاری گئی۔ اقتصادی طور پر ان کا کچھور نکلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ لوگوں کو گمراہ اور پریشان کرنے کے لئے ان کے مقابل مصنوعی تصوف کی دوکانیں آراستہ کی گئیں۔ ملائیت و سلطانیات کا خوشنما درخت سرسبز کیا گیا۔ امامت کے مد مقابل کفہ نائراشوں کو امامت و خلافت کے جعلی سندانے دے کر اس لفظ کو بے وقعت کیا گیا۔ آل محمد کے مذہب و مسلک کے مقابلے میں نئے نئے مذہب و مسلک کھڑے کیے گئے۔ ناقابل اعتنا و بجد فرومایہ لوگوں کو قضاة کے قلمدان سونپے گئے اور فتویٰ نگاری کی مسندوں پر براہمان کیا گیا، ہر نابکار نے اپنے بوسیدہ و نائجا ترکش کا تیران کے سینہ مقدس میں پیوست کیا۔ ہر طرد و زندیق کا خنجر اپنی بیاس کے لئے ان کے قلب و جگر میں پیر گیا، ہر ہوس پرست فاسق و فاجر کی تلوار ان کی گردن پر آزمائی گئی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ و رسول کی ایذا کے لئے آل محمد کو ہر ایذا دیدہ و دانستہ پہنچائی گئی۔ اور پھر موروثاً نادانستہ بھی پہنچائی گئی کہیں انانیت کے تحت تجدید و اجتہاد بھی اذیت دی گئی اور کہیں جانے بوجھے اور سمجھے بغیر محض آباد اجداد کی پیروی و تقلید میں ان سے کہیں بڑھ کر ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ آل سفیان کے مایہ ناز سپوت یزید امیر کی سنتِ فاسدہ و کاسدہ کے مقلدین آج بھی لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور خالصتاً یزید امیر کی پیروی و ذالت پر مرے مٹے جا رہے ہیں بلکہ ایک مستقل عنصر تاریخِ مسلمین میں ہمیشہ سے ہی یزید امیر کا ڈھنڈور چلی رہا ہے۔ اگرچہ یزید کی صلیبی اولاد نہ چلی اور وہ امیر ہو کے رہ گیا لیکن اس کی معنوی اولاد موجود چلی آرہی ہے جس نے اس کے عقائد کا پرو پیگنڈہ کر کے اس کی روح کو خوش کرنے کے علاوہ اس کی تقلید و پیروی کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ مگر بصد تحقیق یہ معاملہ نہ کھلا کہ یہ گناہ بے لذت برائے چہی۔

بزیہ شارب گل افنی گزیدہ بلبل را

نواگرانِ نخوردہ گزیدہ تا چہ خنجر

میں نے یہ کیا کیا؟ بھڑوں کے کس خوفناک چہتے کو چھیڑ بیٹھا ہوں مگر کیا کروں۔

بہ زلف پیچ در پیچ کے گم، کردہ ام خود را  
خروش در دول شہانمی کردم، چہ سے کردم!

ترجمان حقیقت ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبالؒ نے مجملہ متعدد مقامات کے ایک مقام پر یہ کہتے ہوئے قلبی تاثرات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر عروس حقیقت بے نقاب کر دی ہے۔

در میان عالمے صد ہا یزید  
یک حسینے نیست کو گردد شہید  
(اقبالؒ)

یزید ابتر کی خصلتوں کے مالک کسی نہ کسی شکل میں بے شمار ہیں۔ مگر وہ ان سے پھر بھی بہتر تھا۔ کیونکہ یہ بد بخت نے بندگان قیل و قال اور اس رسوائے دو عالم کی مزید رسوائیوں کا باعث ہیں۔

یہ ہر حال آل محمد کی ایذا رسانی کا عالم بالکل الٹا کھا ہے۔ جہاں آل محمدؑ اپنی ذات و صفات میں نزلے واقع ہوئے ہیں وہاں ان کے مصائب و شدائد بھی المناک و حیرت انگیز ہیں۔ اگر ان کی شخصیت عرشِ عظیم سے رفیع تر ہے تو مخالفین و معاندین کی فرومانگی اور پستی بھی تحت الثریٰ سے کہیں زیادہ پست تر ہے۔

فایں الشریا فایں الثریٰ  
فایں علی فایں معاویہ

آل محمدؐ کی ایذا دہی اور مخالفین کی عبرت ناک عاقبت پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ نے اپنے مکتوبات میں ایک سوال کے جواب میں کشف و کرامت کے حوالہ سے حقیقتِ حال پر باصرہ نواز روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:-

☆ "ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ."

(سورہ احزاب ۳۳ آیت ۵۷)

اور نیز آیت:-

☆ "فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و

تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم

واعمى ابصارہم"

(متفق علیہ حدیث)

☆ "فاطمہ بضعة منی" کا کترا "ویؤذینی ما اذا ہا"

اور نیز حدیث:-

☆ "من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضہما

فقد ابغضنی"

اور نیز حدیث:-

☆ "حسین منی وانا من الحسن احب اللہ من احب حسینا"

اور نیز حدیث:-

☆ "ان ابنی ہذا یعنی الحسن یقتل یارض من ارض

العراق یقال لها کربلا فمن شاهد ذالک منکم فلینصرہ"

سب آیات و احادیث صحیحہ یزید شقی اور اس کے تابعان کے مستحق لعن ہونے پر شاہد

ہیں۔ کوئی اہل ایمان اس گروہِ اشقیاء کی غیر ملعونیت کا قائل نہیں۔ جن لوگوں نے لعن یزید سے منع

کیا ہے۔ یزید کو اچھا سمجھ کر نہیں کیا بلکہ اس خیال سے کہ بجائے اس کے اللہم صل علی

محمد و علی و الحسن و الحسين و الفاطمة پڑھنا بہتر ہے۔ شیطان کو اگر کوئی رات دن لعن کرے بجائے اس کے تلاوت، ذکر اور درود پڑھنا مفید ہے۔ آیت استخفاف، وعد اللہ الذین امنوا الی آخرہ کا آخری جملہ . ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفسقون اور نیز یزید شقی کا بعد شہادت سید الشہداء علیہ السلام کے کمال خوشی میں آکر یہ کہنا کہ آج ہم نے آل محمد سے بدر کے دن کا بدلہ اور انتقام لے لیا ہے۔ کما قال

ولست من جنذب ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان قد فعل

یزید کے کفر پر دال ہیں کما صرح بہ القاضی ثناء اللہ پانی پتی الغرض یزید کے مستحق لعن ہونے میں بہ تصریح ثقات کوئی شک نہیں۔ اگرچہ بے سود امر ہے۔ مگر اہل ایمان بمقتضائے الحب فی اللہ و البغض فی اللہ من الایمان اس گروہ اشقیاء پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بفضلہم ہو جا عقائد حقیقت خلاف خلفاء اربعہ علیہم الرضوان اور محبت اہلبیت علیہم السلام روافض و خوارج سے علیحدہ ہیں،

(مکتوبات طیبات ص ۱۵۱-۱۵۰، ۱۱۵۰ شاعت ثانی ۱۹۹۸)۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کمال اختصار و ایجاز سے کام لیا ہے اور تاریخ مسلمین کے ایک مخصوص پہلو کو برسبیل اجمال بیان فرما دیا ہے اور اس بلاغت فکر اور اجمال سے واضح کر دیا ہے کہ اس مخصوص پہلو کے واقف کار آدمی کی نگاہوں میں پوری تصویر آجاتی ہے۔ حضرت مرحوم نے اپنی اعتدال پسندانہ روش کا پورا پورا اظہار فرما دیا ہے۔ یہ احتیاط تحریر میں اس لیے ہے کہ حیلہ طراز شیاطین الانس کہیں اسی مکتوب شریف کے اشارات و تصریحات کو اپنے پروپیگنڈے کی اساس نہ بنالیں۔ نیز حضرت مخدوم نے اعتدال کی جس روش سے اظہار حقیقت فرمایا ہے یہ آل محمد کی پرانی عادت ہے اور انکی سنتِ مستمرہ ہے۔ یہی شیوہ ان کے باقیات الصالحات اور حسنات جاریہ کا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ کتاب و سنت کے بعض حقائق و دلائل "خیر القرون" اور عہد مشہود لہا بالخیر " میں روکا نہیں آئے تھے۔ بتدریج بعض حقائق و شواہد بعد کے ادوار میں ظہور پذیر ہوئے مثلاً فرعون موسیٰ کی نعش کا بقائے دوام، سورہ یونس کی اس آیت "فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایتہ ط وان کثیرا من الناس عن ایتنا لغفلون" (سورہ یونس ۱۰ آیت ۹۲) (ترجمہ) تو ہم آج (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو (تشریح ہونے سے بچائیں گے تاکہ تم اپنے بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہو اور اس میں تو شک نہیں کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً بے خبر ہیں۔

کا مفہوم عصر حاضر کے اکتشافات کے باعث متعین ہو گیا اور علمائے آثار قدیمہ نے تحقیق کو مکمل کر ڈالا۔ اس طرح کتاب و سنت اور ذخائر احادیث نے قطعی فیصلہ اگرچہ نہیں دیا تھا کہ سیدہ کا نکاح غیر شخص سے نہ ہونے پائے مگر اس فیصلہ کے اجزائے قطعیہ پائے جاتے تھے۔ تلمیحات و اشارات بھی تھے بعض اعمال و آثار اور نظائر و امثال بھی تھے لیکن مسلسل چودہ سو برس سے ساداتِ عظام کے تو اتر و تعامل اور صالحین امت کے اعزاز و احترام برائے ساداتِ کرام نے اس معاملہ تک پہنچا دیا ہے جو۔

﴿النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم﴾ (سورہ احزاب ۳۳ آیت ۶) کی چار دیواری کے قریب سیدانوں کو پہنچا دیتا ہے اور رسولؐ کی ایذا رسانی کے حوالہ سے معاملات کو سامنے لانے کے بعد پوری نبی کے ساتھ

"و لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدالاً" (سورہ احزاب ۳۳ آیت ۵۴)۔

(ترجمہ) اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس (نبیؐ) کی عورتوں سے اس (نبیؐ) کے پیچھے کبھی، کے احوال میں سیدانوں کو داخل کر دیتا ہے۔

یہ معاملہ اسلام کی پوری تاریخ و مصالح پر مسلسل غور و تدبر کے بعد اب صاحب فکر و فہم

پر مکمل طور سے واضح ہو چکا ہے گو قدیم سے کہیں اس کے خلاف عمل ہوتا رہا کہیں موافق! خاص اس بارے میں آل محمدؑ کی ایذا رسانی کا حوصلہ سب سے اوّل معاویہ نے کیا تھا اور ناکام ہوا۔ صریحی شواہد کی روشنی میں یہ ناکامی تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ امیر معاویہ کے ایک گورنر نے بھی نادانستہ جسارت کی تھی بعد ازاں تائب ہوا۔ بحیثیت مجموعی آل سفیان اور آل مروان نے اہل بیت اطہار کی خواتین کو اپنانے اور زوجیت میں لینے کی سعی نہیں کی لیکن ایذا رسانی کا کوئی پہلو انہوں نے ترک نہیں کیا اور نہ ان کی آنکھ سے اوجھل رہا لیکن اس بارے میں وہ معجزانہ طور پر باز رہے اور قدرت کے زبردست ہاتھ نے انہیں روک رکھا۔ اسی طرح آل عباس بھی اپنی تمام سلطنت میں یہ حوصلہ نہ کر پائے اور یہ بھی آل محمدؑ کی زندہ جاوید طہارت اور کرامت کا یادگارہ نمونہ ہے۔ ان کی طہارت و نجابت کا اعجاز خصوصی ہے کہ جو لوگ زمرہ آل محمدؑ میں داخل ہو چکے تھے ان کی اولاد غیر کفو میں بیاہنے نہیں پائی۔

عباسیوں کے کامل تسلط و استیلا کے بعد اس دیوار میں کہیں کہیں رخسہ اندازی نظر آتی ہے لیکن یہ بھی شاہان وقت اور امراء عہد کی دست اندازی کی شکل میں نہیں ہے۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات متتیدوں نے سادات کرام کی رسوائی کی خاطر غیروں کا آلہ کار بن کر اس دیوار کو پھاندا ہے۔ یا مخلوط النسب سادات نے اپنے نھیال کے زیر اثر رخسہ اندازی کو گوارا کر لیا، تاہم سیدانہوں کی عصمت و عفت، قدرت الہی سے ہمیشہ بطور کرامت اور بہ سمیل احیاء طہارت، محفوظ رہی اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔

یہاں ایک اہم نکتہ اور حضور سرور دو عالمؐ کا انبیا ہی قول بھی مد نظر رہنا چاہیے۔ متتیدوں میں سے جو لوگ فسق و فجور اور اباحت و بے قیدی کے ماحول میں ولادت و تربیت اور پرورش پا کر عجیت کے زیر اثر "کثیراً طیباً" کی حدود سے باہر نکل گئے، گو بہ ظاہر سادات ہی رہے مگر پاکیزگی کی دولت سے محروم ہو گئے اور اس محرومی و فقدان مال اندیشی کے باعث غرقاب غفلت ہو چکے ان کے "کثیراً طیباً" کے حدود سے باہر ہونے کی سند خود حضور اکرمؐ



کا یہ قول مبارک ہے۔ آپ کو علم ہو گیا تھا اسی لئے فرمایا۔

☆ "اکرموا اولادى الصالحون لله و الطالحون لى" (مسند امام احمد بن حنبل)  
(ترجمہ) احترام کرو میری صالح اولاد کا اللہ کے لئے اور میری غیر صالح اولاد کا اکرام کرو  
میرے لئے۔

صالح، نیک کردار، پاکیزہ اور طالح، بے کردار و بے اطوار دونوں ہی اولاد محمدؐ میں  
شامل ہیں، بے اطواروں کو آل محمدؐ سے نسلًا خارج نہیں کیا جا سکتا اور نیک کرداروں  
کو "کثیراً طیباً" کے دارالامان میں داخلے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

بہر حال ایذا رسانیوں کی اہم ترین کڑی سادات کرام کے لئے کسی غیر سید کا  
سیدزادی کو بیاہنا ہے یہ امر تمام شرق و غرب کے سادات کرام کی متفقہ روش کے خلاف اور انتہائی  
سہان روح ہے۔ ان کے نام و ناموس پر دست درازی ہے۔ تمام سادات پر اس فعل کے  
مرکب کو یزید اور اس جیسے تمام لوگوں سے کہیں زیادہ بدترین خلاق خیال کرتے ہیں اور اس کی  
لعنت و ملامت پر متفق الملتان و العمل ہیں، بلکہ سادات کرام ایسے شخص پر یزید کو ترجیح دیتے ہیں  
جو سیدزادی کو بیاہنا چاہتا ہے وہ اس سے یزید کو بہتر خیال کرتے ہیں کہ اس نے طاقت و نبوی  
کے باوجود محترمانہ اہل بیتؑ کو بیاہنے کا خیال تک نہیں کیا تھا بلکہ محترمانہ کا اعزاز و اکرام ملحوظ رکھا  
اور یزید کے متعلق معلوم ہے کہ وہ تاریخ مسلمین کا بحیثیت مجموعی اس قدر بدترین خلاق انسان  
قرار دیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ کسی کو بھی بد بخت خیال نہیں کیا جاتا۔

گزشتہ چہارہ صد سالہ دور تاریخ میں محققین اہل سنت و الجماعت کے نزدیک یزید سے  
بدتر تالاق اور ملعون اور ایک دوسرے طائفہ کے نزدیک ابن ملعون، ابن ملعون کوئی شخص نہیں سمجھا  
جاتا۔ کیا صوفی، کیا داعی، کیا رند، کیا عالم، کیا جاہل اور کیا دانا غرض مسلمان کہلانے والا ہر شخص بہر حال  
اسے ملعون خیال کرتا ہے۔ چہارہ صد سالہ دور تاریخ میں افراد انسانی کے اربوں کروڑوں مسلمان اسی  
اعتقاد پر مر گئے کہ یزید ملعون تھا۔ پس جو شخص بد بخت یزید سے بھی کہیں زیادہ ملعون تصور کیا جائے

اس کی عاقبت پر حاظمت کا کیا کہنا۔ تقائے محققین کا کوئی گروہ دانشور صالحین کا کوئی حزب اللہ ہم المفلحون ہرگز سادات کی اس روش کے خلاف نہ گذرا ہے اور نہ اب ہے۔ باقی رہی ملائیت، سواس نابکارشے کی بارگاہ نبوت و رسالت میں حتماً کوئی قیمت نہیں۔ یہ کور ذوق و سیاہ باطن جماعت کہ جو نواسہ رسولؐ و بنائے لایالہ اللہ حسینؑ پر بھی فتویٰ بازی اور آپ کو "خلافت الہیہ" کا منکر و باغی قرار دینے میں پیش پیش رہی اس کا اس عظیم و جلیل پیش گاہ میں کیا کام؟ اسلام رہبانیت کی ترویج کا خواستگار ہے اور نہ ملائیت کی لفاظیوں کا موید۔ وہ تو ہر جماعت، اور ہر گروہ سے صرف اذ جساء دہہ بقلب سلیم ○ کی متاع گراں مایہ کا خریدار ہے۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن  
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

اور یہ بھی کہتا ہے کہ۔

کرم کتابی نہ بن بندہ تخمین و ظن  
علم سراپا حجاب عشق سراپا حضورا

(اقبال)

نصوص باہرہ و قاہرہ کی موجودگی کے باوصف معاندین آل محمدؐ نے کشت و خون کیا اور رسوائے دو عالم ہوئے۔ لیکن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل محمد علیہم السلام سرخرو ہوئے اور ابد الابد تک فائز و کامران ہی ہیں۔ ان نصوص قطعہ کی موجودگی میں آل محمدؐ کا اعزاز و احترام ترک کرنا اور ان کی مستورات و بنات طاہرات کی ترویج کے درپے ہونا بالکل آل محمدؐ کی ایذا رسانی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی لوگ یزید سے بدتر درجہ رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ تو محض میرے ہیں مگر اظہار کرتے ہوئے تمام ریح مسکون کے سادات کرام کی نمائندگی اور ترجمانی کر دی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا  
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(غالب)

## مسئلہ کفو پر بحث و نظر

☆ "يا ايها الناس انا خلقنكم من ذكرو انثى و جعلنكم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ط ان الله عليهم خبير" (سورہ حجرات ۴۹ آیت ۱۳)

(ترجمہ) اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔

(الحجرات ۳۹-۱۳ فتح الحدیث۔ ۸۶۷)۔

☆ "وهو الذى خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صہراً و كان ربك قديراً ط" (سورۃ الفرقان ۲۵ آیت نمبر ۵۶)

(ترجمہ) اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت داری بنایا اور تمہارا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ (الفرقان ۲۵-۵۳ فتح الحدیث)۔

☆ "فاذا نفخ فى الصور فلا انساب بينهم يومئذ و لا يتساءلون" (سورۃ المؤمنون ۲۳ آیت ۱۰۱)

(ترجمہ) پھر جب وہ گھڑی آجائے گی کہ ترسکا پھونکا جائے (یعنی تمام

انسانی ہستیوں کو دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے اور اکٹھا ہونے کا حکم ہو) تو اس دن نہ تو ان لوگوں کی باہمی رشتہ داری باقی رہے گی اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات ہی پوچھے گا)۔ (المومنون ۳۳-آیت ۱۰ ترجمان القرآن ص ۵۳۸)۔

☆"قل هو اللہ احد ○ اللہ الصمد ○ لم یلد و لم یولد ○ و لم یکن له کفو احد ○" (سورۃ اخلاص ۱۱۲)

(ترجمہ) کہو وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے۔ ایک ہے وہ معبود برحق بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ (فتح الحمید سورۃ اخلاص ص ۱۱۲)۔

☆"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله و رفع بعضهم درجات" (سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۲۵۳)

(ترجمہ) پیغمبر جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض ایسے ہیں جن سے خدا نے گفتگو کی اور بعض کے دوسرے امور میں درجے بلند کئے۔ (البقرۃ ۲۵۳- فتح الحمید)۔ (مولانا فتح محمد خان جاندھری)۔

☆"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا النِّعْمَةَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ" (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۴۷)

(ترجمہ) اے بنی اسرائیل میری نعمتیں یاد کرو جن سے میں نے تمہیں سرفراز کیا تھا اور (خصوصاً) یہ (نعمت) دنیا کی قوموں پر تمہیں فضیلت دی تھی۔ (بقرہ ۲۷ ترجمان القرآن ص ۲۳۳)۔

☆"هل يستوى الا عمى و البصير" (سورۃ النعام ۶ آیت ۵۰ سورۃ رعد ۱۳ آیت ۶)

☆"افمن كان مؤمناً كمن كان فاسقاً ط لا يستون" (سورۃ سجدہ ۳۲ آیت ۱۸)

(ترجمہ) کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے۔

☆ "ان الابرار لفي نعيم. وان الفجار لفي جحيم" (سورة الا نفاطار ۸۲ آیت ۱۳-۱۴)

(ترجمہ) بے شک نیکو کار بہشت میں ہوں گے اور بد کردار دوزخ میں۔

☆ "قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى (النخ)" (سورة شوریٰ ۴۲ آیت ۳۳)

(ترجمہ) کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر تم کو قربت کی محبت (تو چاہیے)۔

☆ "ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللسہ میراث

السموات والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل

الفتح و قتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و

قاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون

خبیر" (سورة حلید ۵۷ آیت ۱۰)

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ (اپنا مال) خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

حالانکہ سارے آسمان وزمین کا مالک و وارث خدا ہی ہے۔ تم میں سے جس

شخص نے فتح (مکہ) کے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا اور جہاد کیا (اور جس

نے بعد میں کیا) برابر نہیں اور ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے

جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور (یوں تو) خدا نے سبکی اور ثواب

کا وعدہ تو سب سے کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خوب

واقف ہے۔

☆ "وانذر عشیرتک الاقربین" (سورة شعراء ۲۶ آیت ۲۴)

(ترجمہ) اور ڈرنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔

☆ "ولقد کر منا بنی آدم (النخ آیت)" (سورة اسراء ۷۰ آیت ۷۰)

(ترجمہ) اور عزت دی ہم نے آدم کی اولاد کو۔

☆"ربنا افتح بیننا و بین قومنا" (سورۃ اعراف ۷ آیت ۸۹)

(ترجمہ) اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں۔

☆"ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين O و نجنا برحمتك من

القوم الكافرين" (سورۃ یونس ۱۰ آیت ۸۶، ۸۷)

(ترجمہ) اے رب ہمارے! نہ آزمائے ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا

دے ہم کو مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے۔

ان آیات قرآنی سے لفظ بنی آدم، قوم، شعوب، قبائل، ذریت، اور کفو وغیرہ کا اثبات

ہوتا ہے۔ امتیاز و تعارف اور تعبیر و تخصیص کی پوری طرح تائید و توثیق ہوتی ہے۔ عصرِ رواں کے

بعض لوگوں نے جو سوالات اس باب میں پیدا کر دیے ہیں ان کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

سورۃ حدید آیت نمبر ۱۰ کا نزول فتح مکہ سے قبل ہوا ہے اور اس آیت پاک میں جو

لوگ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے ان کی فضیلت کا اعلان ہے جو بجائے خود علی مرتضیٰ قرآن پر اور

قرآن لانے والے پر سب سے اول ایمان لائے ہیں لیکن اس آیت کی رو سے فتح مکہ کے بعد

جو لوگ اسلام لائے ان سے تو بہر حال افضل ہیں حالانکہ حقیقت اس سے کہیں فزوں تر ہے اور

یہی ایک فضیلت کیا کم ہے جو لوگوں کو چھٹی ہی نہیں۔

کے را میسر نہ شد ایں سعادت

بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

اہل بیت کی فضیلت ساری امت پر عقلاً و نقلاً ثابت ہے اور اہل بیت سے جناب

مرتضیٰ کی شخصیت کا امتیاز و اعتبار معلوم و مسلم! ان حالات میں بعض حضرات بقول امام نسائی

"نجات پاجائیں تو کافی ہے" گویا بھی ان کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ پھر دیکھیے۔

☆"لا نفرق بین احد من رسلہ و قالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک

المصیر" (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۸۵) (البقرۃ آخری رکوع)

(ترجمہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم نے تیرا ارشاد سنا اور مان لیا۔

یہ آیت مبارکہ ایک خاص مفہوم کی داعی ہے اور اصحاب علم و خبر کو معلوم ہے۔ کبھی انہیں اس کے فہم میں تکلیف پیش نہیں آئی۔

☆ "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳)

بظاہر اس کی معارض و منافی نظر آتی ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ دونوں آیات ایک دوسری کی معارض نہیں ہیں بلکہ ایک میں مجرد رسالت پر ایمان لانا مقصود ہے اور دوسری میں علاوہ ازیں بعض کے فضائل کا اعتراف بھی دوسروں کی تنقیص کا مراد قرار نہیں دیا گیا اور عقل و فکر کے تقاضے بھی ایسے ہی ہیں۔ قرآن کریم کے طول و عرض میں اعتراف و اعتبار سے امتیاز و تفضل کو متعدد مقامات پر مختلف پہلوؤں سے سمجھایا گیا ہے اور یقیناً یہ فطرت کے مطالبات سے ہے۔ علماء، صوفیاء، اولیاء، امراء اور ملوک میں بھی بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ معاویہ ہمارے عرب کے کسریٰ ہیں۔ آپ نے کسرائے عرب کہہ کر اس شخص کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیا اور فرق سمجھا دیا۔

فاروق اعظمؓ جیسا شخص جس بات کی تصدیق کرے ان کے بعد آپ کون ہیں؟ خود خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیگر صحابہ کرام پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔ کیا محض حکمرانی وجہ فضیلت ہے؟

حضورؐ نے بحیثیت مجموعی بعض زمانوں کے لئے دوسرے زمانوں پر فضیلت و ترجیح فرمائی اور یہ مفہوم کئی احادیث میں واضح ہے۔ مثلاً

☆ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم"

حضورؐ کے زمانے میں ابو جہل و ابوسفیان بھی تھے اور قیصر و کسریٰ بھی۔ تو کیا انہیں

## سبیلِ سیکھ

۱۱۰

حیدرآباد، یونین سیکھ

بھی خیر القرون کہہ دیا جائے اور صحابہ کرام کی گدی پر بٹھادیے جائیں؟ دراصل اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو حضور اکرمؐ کے متعین صادقینؓ سے تھے پھر ان کے بعد کے لوگ اور پھر ان کے بعد کے لوگ۔ سب سے اول شروع ہی میں ہم نے جو آیت مبارک لکھی ہے (جسے میں آیۃ تعارفِ شعوب و قبائل کہتا ہوں) وہ سورۃ الحجرات میں وارد ہے اور دوسری زیادہ معمول بہ مخالفینِ ساداتِ حدیث یہ ہے جو حجۃ الوداع کے خطبے سے ہے:-

☆ "ایہا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم بنو آدم و آدم من تراب ان اکرمکم عند اللہ اتقکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی الا فلیبلغ الشاهد الغائب" (خطبات نبوی ص ۱۱۹)

اس آیت الہی اور اس حدیث نبویؐ کو لوگوں نے آج کل اپنی من مانی کارروائیوں کی حد سے گزری ہوس کاریوں، علمیت کی زیبا نشوں اور فضیلت کی آرائشوں کے سلسلہ میں استعمال کا خوب ذریعہ بنایا ہے اور اسے جا بے جا پیش کیے جا رہے ہیں نہ انہیں سیاق و سباق سے مطلب ہے اور نہ آغاز و انجام اور اصول و قواعد سے تعلق۔ انہیں اپنے مخصوص طرز کے مزعوم اور مطلوب سے غرض ہے اور بس۔ وگرنہ تحقیق حال کوئی اتنا مشکل امر نہیں ہے لیکن اس طرف کسی کا رجحان بھی تو ہو۔ اس آیت کے بل بوتے پر قوم، قبیلہ، ذات، پات، رنگ و نسل اور احمر و اسود وغیرہ امتیازات کی تکذیب و تردید کی جارہی ہے اور کیا مجال ہے کہ نام ہوں یا شرماؤں۔ ہر ممبر، ہر سٹیج، ہر زاہد، ہر مملأ اور ہر مغرب شکار اس سے واقف و آشنا ہے اور اپنا مطلب اس سے ثابت کیے آ رہا ہے۔ اگر مساوات ہی مساوات ان دونوں حوالوں سے ثابت ہے تو پھر ان کے ذریعہ محرماتِ ابدیہ کی قید اڑا دیجئے۔ ہندو مسلم اور یہودی و نصرانی اور مجوسی و صابی کی تیز بھی ختم کر ڈالیے۔ ان میں تو رسالت و نبوت کا تصور بھی نہیں ہے۔ پس رسالت و نبوت کی بھی ضرورت نہ رہی صرف خدا کو مانیے اور حلالِ حرام کی حداڑا کر مکمل متقی بنے رہیے کیونکہ استدلال و استنباط کے یہ قدم تو اسی منزل کی جانب اٹھتے نظر آ رہے ہیں۔ اگر سب ایک آدم اور جو ا کی اولاد ہیں اور بلاشبہ ایسا ہی ہے اور مساوات ہونا چاہیے تو پھر محرمات کی تخصیص کیسی؟ کیا اس آیت اور اس حدیث سے اسی انداز پر مفہوم اخذ کرنے کے نتیجے میں تمام قبو و انہیں جاتیں اور پابندیاں مفقود و معدوم نہیں ہوتیں؟



## کفو احد کی تشریح

اے سرکارِ رحمۃ للعالمین، کائنات والوں سے فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یکتا ہے۔

(قل هو اللہ احد) اللہ تعالیٰ بے عیب اور بے احتیاج ہے (اللہ الصمد) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا (لم یلد و لم یولد) اور نہ ہی پہنائے کون و مکان میں اس کا کوئی جوڑا (یا خاندان) ہے (و لم یکن لہ کفو احد) لوگوں نے اکثر تراجم میں "کفو" کے معنی برابر اور ہمسر کے لکھے ہیں۔ سیاق و سباق کے اعتبار سے کفو کے معنی یہاں پر صاف طور پر جوڑا اور خاندان ہی کے ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اصطلاحی معنی بھی مفہوم ہو سکتے ہیں لیکن قرینہ جس امر کا متقاضی ہے وہ یہی ہے کہ پہنائے کائنات کے جوڑوں میں اس کا کوئی جوڑا نہیں۔ پہنائے کائنات کے مختلف النوع خاندانوں میں اس کا کوئی بھی خاندان نہیں ہے وہ صرف یکتا ہے، بے عیب ہے، بے باپ ہے، بے فرزند اور بے خاندان ہے اور جب اس کی یکتائی کا یہ عالم ہے تو بلاشبہ کوئی بھی اس کا ہمسرا اور برابر نہیں ہے۔

☆ "لیس کمشلہ شئی" (سورۃ شوریٰ ۴۲، آیت ۱۱)

اس مقام پر تہذیبی سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جو ذات واحد نہ ہو اور عیب سے بھی مبرا نہ ہو اور جو کسی سے پیدا ہو اور پھر اس سے کوئی پیدا ہو، وہ لازماً کسی جوڑے اور خاندان سے ہوگا۔ قرآن کریم کے کئی مقامات، کائنات میں سلسلہ ترویج کی ہمہ گیریت و عمومیت کے منجر ہیں۔

☆ من کل زوج بھیج (سورۃ حج ۲۲، آیت ۵)

☆ من کل زوج کریم . (شعراء ۳۶ . آیت ۷)

☆ خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض . (الفتح سورہ یسن ۳۶ آیت ۳۶)

کائنات میں مختلف انواع ہیں اور ہر نوع میں باہمی سلسلہ ازدواج ہے اور ان کے خاندان ہیں۔ پس خداوند کریم ہی وہ ذات واحد ہے جو خاندانی عیوب، ازدواجی نقائص اور سلاسل سے بالکل پاک و معزہ ہے۔ اس کی ذات والا صفات کے بالمقابل قطعی ہدایتہ واضح ہو گیا کہ ہر ایک مخلوق، ہر ایک چیز، ہر ایک نوع اور ہر ایک قسم، کوئی نہ کوئی خاندان رکھتی ہے، خواہ اس خاندان سے ہم واقف ہوں یا نہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کسی سے پیدا نہ ہوا اور نوع انسان، انسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہ ہوا اور انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے اور وہ یکتا فطرت کسی جوڑے سے متعلق نہیں یا اس یکتا ذات کا کوئی خاندان نہیں، اس لئے وہ کسی سے پیدا نہ ہوا اور انسان ایک جوڑے سے پیدا ہوتا ہے یا ایک خاندان سے متفرع ہوتا ہے۔ انسان بغیر خاندان یا جوڑے کے خارج از تصور ہے۔ یہاں آدم اور سج زیر بحث نہیں ہیں اس لئے شبہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ چنانچہ پروردگار عالم کی کفو نہیں اور انسانوں کے لئے کفو لازم ہوئی۔ اس ذات یکتا نے اپنی کفو کا انکار فرمایا نہ کہ مخلوقات کی کفو کا۔

قرآن کی سورۃ اخلاص دراصل مسئلہ کفو کی مجوز اور اسلامی شریعت میں اس کے اجراء کی محرک و موید ہے۔ قرآن کی اس سورۃ میں خداوند تعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ

☆ "لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفو احد"

اس کا واضح ترجمہ یوں ہے کہ

"نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خاندان (کفو) ہے"

سورۃ کے طرز بیان اور کلام کے سیاق و سباق کے اعتبار سے کفو کے معنی خاندان مناسب اور موزون ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ اپنے جوڑا یا خاندان سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کے خاندان کا مجوز اور خاندان کو تسلیم فرماتا ہے۔ جس طرح وہ کسی کا باپ

نہیں اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے لیکن باپ کے بیٹے اور بیٹے کے باپ ہونے کا مجوز ہے۔ پس اسی طرح وہ خاندان (کفو) کا مجوز ہے اور محرک و مؤید۔

سورۃ اخلاص جہاں تعلیم توحید کامل کی مظہر ہے وہاں مخلوقات کی کفو کے لئے آسانی فیصلہ کا حکم بھی رکھتی ہے اور اس کا اعلان تام ہے جس سے انکار محض حقائق سے چشم پوشی ہوگا۔ آج مغربی سائنسدان بھی پیہم مشاہدات کے باعث تمام انواع مخلوقات میں سلسلہ زوج و کفو کا اقرار کر کے قرآن کی صداقتوں کا اقرار کر رہے ہیں تو پھر انسان کی کفو بمعنی زوج اور کفو بمعنی خاندان سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ فقہائے کرام نے کفو کے اصطلاحی مفہوم کی ترویج سے مزید قیام امن اور اطمینان عام میں امداد کی طرح ڈالی ہے اور یہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے کہ جس کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے تمام مجاہدات فطرت اٹھادیے ہیں۔

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

## کُفُوِي الذَّاتِ اور کُفُوِي الصِّفَاتِ

اگر کفو سے فقہائے کرام کے اصطلاحی معنی ہی مراد لئے جائیں تو پھر مزید اطمینان روح اور انشراح صدر کا دروازہ کھل جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسرا اور برابر نہیں۔ ایک کفوئی ذات ہوتی ہے اور ایک کفوئی صفات متصور ہوتی ہے۔ کفوئی ذات یہ ہے کہ خدا کی ذات میں کوئی بھی اس کی مثل نہیں۔ یہ ہے کفوئی ذات

☆ "لیس کمثله شیئ" (شوری ۴۲ آیت ۱۱)

اور ایک ہے کفوئی صفات اور کفوئی صفات ممکن ہے مثلاً جیسے خداوند کریم رؤف رحیم ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف رحیم ہیں اور یہ اس کے انضال سے ہے۔ اس کے لئے کفوئی ذات ناممکن ہے لیکن اسی کے لئے کفوئی صفات ممکن ہے اور جائز پس اللہ تعالیٰ کی ذات

کے لئے کوئی مثل نہیں ہے لیکن اس کی صفات کے لئے مثل ہے اور یہ امر اس کی مشیت سے وابستہ ہے۔

## بنی فاطمہ اور کفوفی ذات

اب ذرا یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ بنی فاطمہ کی کفوفی ذات کوئی نہیں ہے۔

☆ "انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيراً"

(الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳)

"انسی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي اهل بيته" اور حدیث

ثقلین کی رو سے ان کا یہ وصف با مشارکت غیر ہے۔ کفوفی ذات ہونے میں وہ منفرد اور یگانہ ہیں۔ اور کفوفی صفات ممکن ہے۔ یعنی ذات بنی فاطمہ کے مثل تو کوئی نہیں لیکن کفوفی صفات بطور مثل ہے۔ جیسے عام بنی ہاشم اور پھر قریش۔ حسب نسب اور اخلاق و اعمال میں، آسمان کی نیلی چھت تلے، اس خاکدان عالم پر بنی فاطمہ کا مثل کوئی بھی نہیں۔ وہ اس شخص کے بعد اس کا سوا حسنة تھے جو اس طرح کا بے مثل تھا۔

مالک کوئین تھے اور پاس کچھ رکھتے نہ تھے دو جہاں کی سلطنت تھی ان کے خالی ہاتھ میں

اس بات میں ان کا مثل کون ہے۔ باوجود وسیع آمدنی کے خود فقر و فاقہ؟

خاتونِ جنت نے بڑے مشکل حالات میں خادمہ کا مطالبہ کیا جب کہ خدام اور خادمہ

در بار نبوت میں موجود تھے لیکن در بار نبوت سے انہیں پروا نہ و نفاک ملا۔ اس بات میں ان کا

مثل کون ہے؟

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

☆ "الخبیث للخبیثین والخبیثون للخبیثات. والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت"

(سورہ نور ۲۴ آیت ۲۶)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز  
کبوتر با کبوتر باز با باز

یہ بات صالح اولاد اور پاکیزہ نسل کے لئے چراغِ راہ ہے۔ اس منہاج سے ہٹا اور دور از کار باتوں میں پھنس جانا غلطی ہے۔ یورپ کے تصویر مسادات کا پیوند اسلام کے ساتھ کرنا سراسر حماقت ہوگی۔ اس مقام پر ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے جرمنی کے شہرہ آفاق اور ناقابل فراموش ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر آنجہانی کے افکار کو محض تعصب سے نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے۔ اس کی زبان سے جو بات نکلی ہے خواہ اس کی اپنی نیت کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو وہ سننے کے لائق ہے نسلی تطہیر اور ترقی کے باب میں لکھتا ہے:-

"یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ براعظم امریکہ میں آباد جرمن نسل کے لوگوں نے اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھتے ہوئے اس ملک پر اپنا قبضہ جمالیا ہے اور آئندہ بھی وہ اپنی وہی شان قائم رکھنے میں اس وقت تک کامیاب رہیں گے جب تک کہ ادنیٰ نسل کی قوموں سے ربط و ضبط بڑھا کر وہ اپنی خوبیوں کو برباد نہ کریں گے اور ذوقِ اولاد پیدا کرنے کی غلطی کے مرتکب نہ ہوں گے"۔ ("میری جدوجہد" ص ۱۵۵۔ مزید لکھتا ہے کہ:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نسلی پاکیزگی میں کوئی خرابی پیدا ہو جانے سے خاندانی اہمیت و عظمت ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جاتی ہے جس خاندان سے یہ پاکیزگی غائب ہو جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ تباہی و بربادی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے"۔ ("میری جدوجہد" ص ۱۶۸۔

یہ بیان جرمن نسل کے موجودہ عہد کے ناقابل فراموش ہیرو اور مغربی طنز کی پوٹیکل دنیا کے عظیم الشان انسان کا بیان ہے۔ جو اپنی قوم کی ترقی و عروج کی خواہش و ہوس میں پوری

بہادری اور دلیری کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ یہ عصرِ نو کے ایک خوددار آدمی کے خیالات ہیں اور یہ اُس شخص کے خیالات ہیں جو مشرق و مغرب کی سیاسیات کا ماہر اور تمام دنیا کو جرمنی کے زیر تسلط لانے کا خواب دیکھ کر اٹھا تھا۔ لیکن اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ لیکن ہمیں ان خیالات پر تعجب نہیں ہے۔ اسلامی دنیا کے ناپید امثال سیاسی مفکر اور شہرہ آفاق شخصیت فاروق اعظمؓ نے جو خیالات اس سلسلہ میں قانونی حیثیت سے ادا فرمائے ہیں وہ اپنے اجمال میں حتماً مفصل ہیں۔  
حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

☆ "لَا مَنَعَن ذَوَاتِ الْاِحْسَابِ اِلَّا مِنْ الْاَكْفَاءِ"

میں برابر کے لوگوں کے علاوہ خاندانی لڑکیوں کا نکاح دوسروں سے روک  
دوں گا۔ (کتاب الآثار نامہ محمد)۔

چودہ صدیاں گزر گئیں اور حقیقت آج بھی پردہٴ اخفاء سے باہر نکل کر جھانک رہی ہے۔ یقیناً حضرت عمرؓ کا یہ اعلان کتاب و سنت سے ماخوذ تھا اور اپنی واقعیت اور تافہیت میں پہلے سے کہیں زیادہ حق ثابت ہو رہا ہے اور اصولِ اخلاق و معاشرت کی جان ہے۔

### مخلوقات میں عدم مساوات

کائنات کے اندر موجودات و مخلوقات اور اختراعات و بدعات مختلف ہیں۔ کیا سب کو ایک ہی جنس اور نوع مان لیا جائے؟ کیا ان میں بدابتناً تضاد و تباہی نہیں ہے؟ خلائعِ اعلیٰ میں مختلف نرے ہیں اور ان کے احوال و ظروف مختلف ہیں۔ کیا سب کو ایک فرض کر لیا جائے؟ آفتاب و ماہتاب اور نجوم و مساوات اپنے دوائز اثر اور احوال و مراتب میں بدابتناً مختلف ہیں، کیا

ایک ہی طرح پران کو مان لیا جائے؟۔ شرق و غرب اور شمال و جنوب جیسی متعینہ اطراف کو ایک ہی سمت باور کر لیا جائے؟۔ تمام کڑھ ارض بظاہر ایک طرح پر واقع ہے اور اصلاً ایک نوع ہے لیکن کیا اس زمین کے مختلف اقطاع، مختلف النوع تاثیرات کے معلکن بزبان حال نہیں ہیں۔ کہنے کو تو تمام زمین ایک ہی ہے لیکن اس کے اثرات و مراتب اور احوال و مدارج بالکل مختلف ہیں۔ جمادات میں حجریات کو لے لیجئے کیا ہیرے، موتی، جواہرات، لعل، یاقوت، زمرد، مروارید، سنگ مرمر، سنگ سرخ، اور سینٹ کا پتھر اور چونے کا پتھر وغیرہ تمام ایک ہی قدر و قیمت کے ہیں اور ان میں کوئی نوعی تفاوت نہیں ہے؟۔ اگرچہ اصلاً سب ایک ہی جنس سے مان لئے جانے کے باوجود کیا تمام معدنیات ایک ہی جیسی ہیں؟ کیا تمام سیالات پانی، مٹی کا تیل، تیزاب، مختلف عرق، مشروب، موہل آمل، کاسٹر آمل، پٹرول سب ایک ہی کیفیت رکھتے ہیں؟۔ اگرچہ ان کی نوع بنیادی طور پر ایک ہی مان لی جائیں۔ نباتات میں تمام اشجار نوعی اعتبار سے تو صرف شجر کہے جاسکتے ہیں لیکن کیا تمام اشجار خوردنی و غیر خوردنی، عطریات، عرقیات، مشروبات اور ماکولات سب ایک ہی حیثیت کے ہیں؟ پھر نوعاً انگور ایک میوہ ہے لیکن وہ کس قدر مختلف انواع پر منقسم ہے۔ یہی حال دوسرے میووں کا ہے۔ حیوانات کو لے لیجئے، نوعاً گائے ایک جانور ہے، سانپ ایک جانور ہے، گھوڑا ایک جانور ہے، کتا ایک جانور ہے، کیا ان میں ہر ایک مختلف انواع پر منقسم نہیں ہے؟

یعنی اسی طرح انسان بھی ایک نوع ہے پھر اس کی دو صنف ہیں۔ صنف کثیف اور صنف لطیف۔ پہلی صنف مرد، دوسری صنف عورت، پھر وہ اور کئی ایک انواع مختلف میں بٹ گیا ہے۔ ایک ہی ماں باپ کے بیٹوں میں اخلاق و عادات وغیرہ میں اختلافات ہیں۔ مراتب و مدارج

میں اختلاف، افکار و خیالات، عادات و خصائل اور اخلاق و شمائل کے اختلافات ہیں۔  
 قد و قامت، رنگ و زبان وغیرہ کے اختلافات ہیں۔ بلند قد، درمیانہ قد، پست قد، گنجا، کانا، لنگڑا،  
 لولا، ٹیڑھا، لمبا، چھوٹا، موٹا، پتلا، پھر بادشاہ، بیچ، وزیر اعظم، مجسٹریٹ، کلرک، قاضی، مولوی، منشی  
 ماسٹر، چپراسی وغیرہ مختلف ہیں۔ ہر ایک کی شکل، صلاحیت، استعداد ایک دوسرے سے مختلف  
 ہے۔ حیوانات اور نباتات کی اچھی نسلیں انسان پسند کرتا ہے پھر انسانوں میں بھی صاف ستھری،  
 پاکیزہ، خوبصورت، بااخلاق نسلیں کیوں نہ پسند کی جائیں اور اخلاط سے محفوظ رکھی جائیں؟ نسلاً  
 مساوات محالات سے ہے۔ اخلاقی اعتقادی، معاشی اور اقتصادی مساوات ہونی چاہیے۔  
 شارحین کا یہی مسلک رہا ہے۔ فطرت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے اور عقل و فکر بھی اگر آزاد ماحول  
 میں پرورش پائے ہوں تو یہی صراطِ مستقیم انہیں مطلوب ہوتی ہے۔

کائنات کی کوئی بھی چیز اختلاف سے خالی نہیں اور جو ذات اپنی ذات میں اختلاف  
 کی حامل نہیں وہ ذات احدیت ہی ہے۔ ہفتہ کے سات دنوں میں اختلافات ہیں۔ سال کے  
 بارہ مہینوں میں اختلافات ہیں۔ ان کے باہمی طول میں اختلافات ہیں۔ پھر موسم کا اختلاف  
 ہے۔ کائنات ساری اختلافات سے معمور ہے۔ کائنات کی فطرت سراسر عدم مساوات پر منتج  
 ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، ایک امر واقعہ ہے۔ اس حقیقت اور امر واقعہ کا انکار کرنا گویا اس کی  
 نافییت کا انکار کرنا ہے۔ مسئلہ کفو کے الحاقات کی قبیل سے یہ طوالت کلام معرض بحث و نظر ہوئی  
 ورنہ دیدہ و روں کو اس کی کیا احتیاج و ضرورت؟ ہمارے اور دیگر ممالک میں بیوی خاوند کے  
 باہمی اختلافات، اولاد اور والدین کی باہمی منافرت، سسرال اور بہو کے جھگڑے، بھادرج اور  
 نند کے تنازعے، بھائی اور بھائیوں کے مناقشے اکثر غیر مناسب رشد داری یا بالفاظ دیگر عدم امتیاز  
 کفو کے نتائج ہیں۔ یہاں کفو سے ہماری مراد بااصطلاح فقہاء ہے۔ کفویت کے اربعہ مراتب



میں کسی ایک کی کمی سے گھریلو زندگی میں انتشار و خلل رونما ہوگا اور اسی عدم امتیاز و اعتبار کفویت کے باعث مروجہ عدالتوں کی گرم بازاری ہے۔ سینکڑوں مفاسد اکثر خاندانوں کی گھٹی میں پڑ چکے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اسلامی قوانین و شرائع کا پیوند ہمارے مسلمان احباب<sup>۱۱</sup> انگریزی تسلط و تصرف کی بنائی اور گھڑی ہوئی کتابوں سے کرنا چاہتے ہیں جو انسانی دماغ و رجحان کی مرہون منت ہیں اور آسمانی احکام و فرامین کے سراسر منافی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ انسان کا بنایا ہوا قانون جو فطرت کے اصول کے خلاف ہے وہ اور خدا کا بنایا ہوا قانون جو فطرت کی آواز ہے کس طرح ہم مزاج اور ہم عنایا ہوں؟ ایسا ہونا قطعاً مشکل اور ناممکن ہے اور فعلی عیث و بے کار بلکہ خالص لادینی اور مکمل خدا ناسناسی ہے۔



## علماء جدید کے افکار و آراء

کفویت کی تحقیق قرآن کی روشنی میں گزری۔ اب ہم قبہ مکہ کے طور پر تعارفِ شعوب و قبائل والی آیت کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ جدید دور کے بعض علماء نے اس آیت کا جو ترجمہ پیش کیا ہے اور نتائج اخذ کئے ہیں انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

☆ "يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكروا نثوا و جعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ط ان الله علیم خبیر" (سورہ الحجرات ۴۹ آیت نمبر ۱۳)

(ترجمہ) "اے مجمع انسانی! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے (پھر ایسا کیا کہ تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں کی شکل دے دی بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا) تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے (باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہے؟ تو اس کی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہے) اللہ کے حضور میں وہی سب سے زیادہ معزز ہے جو اپنے کاموں میں پرہیزگار ہے۔"

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہے۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں، خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام گزہ ارض پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہوگئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ تعارف پیدا ہو جائے۔ یہ تمام حلقے

تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہے، یہ عربی ہے، یہ آریں ہے، یہ منگولین ہے۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہے لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہے نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہے۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ انسانوں کی سعی و عمل کا امتیاز ہے۔ اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہو گئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی۔ مگر اس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے۔

جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں بیٹا اسی کا ہے!

[ترجمہ و تفسیر: مولانا ابوالکلام آزاد۔ مندرجہ الہلال مکتبہ دور جدید ۱۹۲۶ء]

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ مگر درحقیقت محض تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے" (۱۳-۴۹)

"یعنی یہ شعوب و قبائل کا اختلاف محض تعارف کے لئے ہے۔ آپس کے بغض اور ایک دوسرے پر تفاخر، ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے نہیں ہے۔ اس اختلاف میں انسانی اصل کی وحدت کو نہ بھول جاؤ۔ تم میں اگر کوئی حقیقی تفریق ہے تو وہ صدق اور کذب نیکی اور بدی کی بنا پر ہے" [مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ترجمان القرآن ج ۳ ص ۴۷ رجب ۱۳۵۲ھ]

"لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے تم کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بنایا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک خدا کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے"

"یہ صاف نظر آتا ہے کہ اسلام نے حسب و نسب، مال و دولت، پیشہ و حرفت کے تمام امتیازات مٹا دیے ہیں۔ اس کے نزدیک اگر کوئی چیز امتیاز و تفوق کی ہے تو وہ تقویٰ، دینداری اور حسن اخلاق کی شرافت ہے" (حضرت علامہ سید سلیمان ندوی معارف ص ۴۹ جلد ۲۱ مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)

مسئلہ کفو پر بحث کے دوران علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں۔

"مگر یہ حقیقت ہے کہ ان تمام مسائل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ قرآن پاک اور صحیح احادیث سے ان مسلوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ان مسلوں کی کوئی شرعی حیثیت ہو تو اسلام کے اس نقارہ فخر کی آواز دب جائے کہ دنیا میں وہی ایک مذہب ہے جس نے انسانوں میں باہم اخوت، مساوات اور برابری قائم کی اور حسب و نسب، رنگ و روپ اور کالے گورے کے امتیازات مٹا دیے" (معارف ص ۳۰۳ ج ۲۱ نمبر ۶ ص ۱۳۲ء۔)

اللہ کے نزدیک قومی امتیازات و خصائص کوئی چیز نہیں بلکہ اس کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ وہاں اگر کسی چیز کی پریشانی ہے تو دور و تقویٰ کی۔

☆ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" (۴۹/۱۳)

اس لئے نسل انسانی میں یہ حقیقی مساوات ہونا ضروری ہے اور یہ نہیں ہو

سکتا۔ جب تک تمام امتیازات قومی مٹا دیے جائیں۔"

(حضرت مولانا خلیفہ محمد امجدی پروفیسر جامعہ ملیہ معارف القرآن ص ۳۳۲)

"اے ساکنان زمین! ہم نے تم سب کو ایک ہی نوع کے مرد اور اسی نوع کی عورت سے پیدا کیا۔ اب تم ایک ہی جنس کے ہو۔ اس لئے آپس میں اختلاف پیدا نہ کرو۔ ہمارے نزدیک تم سب برابر ہو اور تمہارے مختلف گروہ اور قبیلے محض اس لئے بنا دیے کہ تم ایک دوسرے سے امتیاز رکھو۔ ایک دوسرے کے مصالحتانہ حریف بنو اور خدا کے نزدیک تم میں سے وہی گروہ عزت اور انعام کا مستحق ہوگا جو سب سے زیادہ قانون خدا سے خوف زدہ رہے گا۔ جو سب سے زیادہ صابر، محافظ نفس، اولوالعزم اور متقی العمل بن کر رہے گا اور استقلال سے احکام خدا پر عمل کرے گا۔ یاد رکھو کہ خدا تمہارے اعمال سے موبہ واقف اور تمہاری تبتوں کو سزا سزا کرنے والا ہے۔"

(علامہ عنایت اللہ خان اشرفی تذکرہ ص ۲۳۷)۔

☆ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر" (۴۹/۱۳)

"اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑی عزت والا اور مستحق فضل و کرم وہی ہے

جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے اور اللہ تو انسان کی قدر و

قیمت کو بڑا جاننے والا اور اس کے حال و احوال سے بڑا باخبر ہے"

(علامہ عنایت اللہ خان، المشرقی تذکرہ ص ۱۶۰)

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید سلیمان ندوی، جناب خواجہ عبدالحی صاحب اور علامہ عنایت اللہ خان المشرقی، یعنی یہ "پنجائیت" کم از کم اس آیت کے مفہوم کے باب میں متفق اللسان ہے۔ موخر الذکر صاحب کے سوا دیگر حضرات کا ترجمہ آخری ٹکڑے کے ترجمے کے بغیر ہے اور ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ غالباً دوسرے مقامات پر انہوں نے آخری ٹکڑے "ان اللہ علیم خبیر" کا ترجمہ کیا ہوگا؟ لیکن موخر الذکر مترجم نے آخری ٹکڑے کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

اس "پنجائیت" کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف تقویٰ ہی وجہ شرافت ہے اور بس۔ باقی امتیازات اسلام نے یک قلم مٹا دیے ہیں لیکن اس آیت کریمہ میں آخری ٹکڑا بہر حال قابل قدر ہے اور اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو تمام مطلب رخصت ہو جاتا ہے اور پھر آزادی و اباحت میں تو انسان جو کچھ جی چاہے کہتا پھرے روکنے والا کون ہے؟ قرآن مجید میں تقویٰ پر بہت زور دیا گیا ہے اور یہ انسانیت کی جان ہے۔ اس آیت کا سیاق و سباق قابل ملاحظہ ہے۔ اس سے قبل جو آیات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر لعن طعن کیا کرتے تھے نام بگاڑتے تھے اور نسب پر طنز کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں صراحت فرمادی کہ سب کو ہم نے پیدا کیا، ایک مرد اور عورت کے جوڑے سے پیدا کیا اور تمہاری جان پہچان کے لئے تمہارے شعوب و قبائل بنا ڈالے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ لعن طعن سے بچنا اور ایک دوسرے کو بچانا خدا کے نزدیک تمہاری بزرگی اور پرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امور شدنی و ناشدنی اور تمہارے ہر طرح کے حال و کیفیت سے بالکل علم رکھنے والا خبردار ہے۔ یعنی من جملہ اور متعدد امور کے یہاں تعارف و شعوب و قبائل بھی تقویٰ کی دفعات و مراتب سے ہے۔ تعارف و شعوب و قبائل بھی پرہیزگاری

ہے اور یہ بڑی بزرگی کی بات ہے۔ قرآن مجید نے متعدد امور کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے۔ خود علامہ مشرقی بھی بڑے زور سے اس امر کے مجوز ہیں اور متعدد امور کو تقویٰ سے وابستہ سمجھتے تھے اور حق یہ ہے کہ متعدد امور تقویٰ سے متعلق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ "بَلَىٰ مِنْ أَوْفَىٰ بَعْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ" (سورۃ آل عمران ۳ آیت ۷۶)  
کا ترجمہ علامہ مشرقی نے یوں کیا ہے۔

(ترجمہ) "سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے عہد پر قائم رہا اور خوفِ خدا کے باعث بد معاملگی سے بچا تو اللہ تقویٰ کرنے والوں کو بے شک دوست رکھتا ہے"۔ (تذکرہ ص ۱۹۸)

☆ "انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوا

اللہ لعلکم ترحمون" (سورۃ الحجرات ۴۹ آیت نمبر ۱۰)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ علامہ موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

(ترجمہ) خدا پر ایمان رکھنے والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں پس

تمہارا فرض ہے کہ اپنے دو بھائیوں کے درمیان مصالحت کراؤ اور خدا

کی خلقی سے ڈرتے رہو اور اس کا تقویٰ کرو کہ وہ تم پر مہربان ہو جائے۔

یہاں پھر مصالحت اور مواخات کو اتقائے الہی پر محمول کیا گیا جس قدر خوف رعیت کو

حاکمِ اعلیٰ کا ہے۔ اسی قدر اس کے افرادِ متحد رہیں گے۔" (تذکرہ علامہ مشرقی ص ۱۶۰)۔

عہد پر قائم رہنا اور بد معاملگی سے بچنا اتقائے الہی ہے۔ مصالحت اور مواخات کو

قائم رکھنا بھی اتقائے الہی ہے۔ دو بھائیوں میں مصالحت کرانا اور خدا سے ڈرنا اتقائے الہی

ہے۔ اسی طرح تعارفِ شعوب و قبائل کا استحکام و بقا، ملاعن و مطاعن سے بچنا، کھرے کھوٹے،

صادق و فاسق اور مومن و کافر کو پہچاننا بھی اتقائے الہی ہے۔ اگر دو بھائیوں میں صلح کرا دینا

اتقائے الہی ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر تعارفِ شعوب و قبائل کیوں اتقائے الہی نہیں ہے اور

اس آیت کے مفہوم کو سیاق و سباق سے بے نیاز ہو کر کیوں بگاڑا جاتا ہے اور "يخرفون الكلم

عن مواضعہ " کے مقام پر اتر کر سیاق و سباق کی مناسبت سے کیوں انکار کیا جائے۔ اس "پنچائیت" کے بزرگ بہت ہی ممتاز مسیحا ہیں۔ بالخصوص مقدم الذکر صاحب ثلاثہ اور پھر ان میں سے بھی مقدم تر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ہیں جو فہم و بصیرت میں یکتائے عہد اور فکر و مذاق میں بہت ہی بلند تر مرتبہ کے مالک ہیں۔ ان بزرگوں کی پنچائیت کا تعاقب کرنا اور نقد و جرح چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے اور ان سے اختلاف ایسا ہے جیسے مورے پر، ہمدوش سلیمان ہونے کی ہوس کرے اور یہ بھی مقصود نہیں کہ اس بڑی "پنچائیت" کو جھٹلانے کے لیے اپنے آپ کو چکا یا جائے۔ حاشا دکلا۔ لیکن حق آخر حق ہے۔ بحیثیت مجموعی ان حضرات نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں حسب نسب اور رنگ و نسل وغیرہ کا بالکل انکار کر دیا ہے اور اپنی تائید میں قرآن کو شہادت لاتے ہیں جیسا کہ اوپر صراحت گزر چکی ہے۔

خسلقنا و جعلنا پر زور ہے اور "خلقت" اور "بناوٹ" کے لیے جو "انانیت زبانی" پائی جاتی ہے اس پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ خطاب تمام نوع انسانی سے ہے۔ کسی ملک، قوم، زبان، رنگ یا زمان سے مختص نہیں ہے۔ مکمل عمومیت ہے۔ انسانوں کو ان کی تخلیق مرد و عورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور "جعلنا" کے "نا" پر زور کے ساتھ شعوب و قبائل کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ "لنعارفوا" سے کوئی عارضی اور وقتی پہچان مراد لے لینا عدم مدبر اور تنگ نظری ہے۔ تعارفِ نسب جو میراث، نکاح، امامت کبریٰ، امامت صغریٰ اور نجاتِ آخرت وغیرہ امور سے متعلق ہے۔ تعارفِ اقوام و ملل اور ان کے احوال و کوائف اور تمدن و معاشرت اور سیاست و حکومت اور ان کے امراض مختلفہ و نوعیہ بھی اس سے کیوں مراد نہ لیے جائیں؟ اور کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ اس "لنعارفوا" کے ارشادِ باری نے اپنی فصاحت و بلاغت و جامعیت اور اختصار و ایجاز کے ساتھ اقوام و ملل عالم کی تاریخ وانی اور اس کے مطالعہ و مشاہدہ اور تجسس و تلاش کی ترغیب دی ہے۔ اس ترغیب میں نہ اگلے وقتوں اور قوموں کی تحقیق کے لئے کوئی قید ہے اور نہ آئندہ کے لیے دروازہ بند ہے بلکہ یہ "لنعارفوا" ایک درسِ تحقیق و تشخص

ہے اور سخی و جہد کی طرح ہے اور ایک باب من ابواب بصیرۃ وغیرہ۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" آیت کے اس ٹکڑے کو بے محل چسپاں کرنا تحریف معنوی ہے جو کچھ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اس کی خبر ہے۔ بلاشبہ اس آیت کی جان یہ "لتعارفوا" ہی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے وقت "لتعارفوا" کو کنز و رک کے بگاڑ دینا افسوس کا مقام ہے۔ شعوب و قبائل سے ما قبل جو "جعلنا" ہے اس کی موجودگی کا اعتراف و اعلان کرنے کے بجائے "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" کا ٹکڑا لے کر آیت کے اول و آخر اور مبداء و خبر سے عمداً ایک قلم انکار کر دیا جائے اور آیت کا آخری فقرہ "ان اللہ علیہم خبیر" بھی علم و خبر کے باوجود نظر انداز کر دیا جائے تو کیا یہ صرف نظر حیرت انگیز نہیں ہے؟ کیا خداوند کریم جو عظیم و خبیر ہے اس نے "جعلنا" کے اعلان کے ساتھ شعوب و قبائل کے لئے "لتعارفوا" نہیں فرمایا؟ پس ارشاد خداوند کریم کے مطابق جو لوگ شعوب و قبائل (اقوام و ملل اور ذات و گوت) کے لئے "لتعارفوا" کے ارشاد کی تعمیل نہیں کرتے اور "لتعارفوا" کی غرض و غایت بھول جاتے ہیں وہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" سے خارج ہیں اور اس سے مستفید ہونے کے ہرگز مستحق نہیں۔

اس آیت کے سیاق و سباق پر بہ ہر حال نظر دینی چاہیے کہ ان سے مقصود و ربانی کیا ہے۔ قرآن کریم بلاشبہ کسی خاص قوم یا نسل یا ملک کے لیے نہیں ہے۔ وہ تمام شعوب و قبائل، تمام اقوام و ملل، تمام ممالک و اوطان اور اقطار و جزائر کے لیے ہے لیکن وہ کسی نسل، قوم اور ملک و وطن کے وجود سے ہرگز انکار نہیں کرتا بلکہ وہ ان کا اقرار کرتا ہے۔ اس ماحول کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے جس میں قرآن وحی الہی کا مظہر ہوا۔ وہ اس لئے بتدریج نازل ہوا کہ حسب موقع و محل خطاب ہوتا رہے۔ جس موقع پر جس خطاب کی ضرورت ہے ویسا ہی خطاب کیا گیا۔ قوم، رنگ، نسل، حسب و نسب اور کفو وغیرہ پر متذکرہ بالا حضرات کو بہت غصہ ہے اور وہ انہیں کتاب و سنت کے دفا تر میں دیکھنا نہیں چاہتے، بہت غمناک ہیں کہ یہ اصطلاحات کتاب و سنت



میں کیوں رائج ہو گئیں لیکن ان کا نکال دینا ناممکن ہے۔ یہ حضرات اس مشغلہ میں بے شمار مقالات و مسودات کے بانی ہیں اور کوئی دقیقہ انہوں نے اس شغل میں فرو گزاشت نہیں کیا۔ اب دیکھئے کہ مندرجہ ذیل آیات میں "جعل" بمعنی ساخت خداوندی اور فعل ایزدی نسب ددھیال، ننھیال اور نسل وغیرہ امور کا احیاء و بقا کیسے ہو رہا ہے۔ خدارا انصاف کیجئے ان آیات کی موجودگی میں کس طرح کہا جاتا ہے کہ اسلام نسب کا انکاری ہے۔

☆ "هو الذى خلق من السماء بشراً فجعله نسباً وصهراً

وكان ربك قديراً" (سورة الفرقان ۲۵ آیت ۵۴)

(ترجمہ) "وہ پروردگار عالم ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر اس کو ددھیال اور ننھیال والا بنایا اور پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے"

☆ "وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا لَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةَ

انهم لمحضرون (سورة الطلقت ۳۷ آیت ۱۵۸)

(ترجمہ) اور انہوں نے خداوند کریم میں اور جنوں میں نسب بنا لیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ خدا کے حضور حاضر کیے جائیں گے اور خدا نے کسی کے حضور حاضر نہیں ہوتا ہے۔

☆ "ثم جعل نسله من سُلَّةٍ من ماءٍ مہین" (سورة السجدة ۳۲ آیت ۸)

(ترجمہ) پھر آپ مہین سے اس نے ان کی "نسل" بنائی۔

☆ "فاذا نفخ فى الصور فلا انساب بينهم يومئذ ولا

يتساءلون" (سورة المؤمنون ۲۳ آیت ۱۰۱)

(ترجمہ) "پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان میں نہ قرابتیں رہیں گی

اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے (اس افراق فری، خوف و ہراس اور

ہول کے وقت اپنے اپنے بچاؤ کے درپے ہوں گے۔"

☆ "وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۶)

(ترجمہ) اور اس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر۔

☆ "وَكَلَّا جَعَلْنَا نَبِيًّا" (سورۃ مریم ۱۹ آیت نمبر ۴۹)

(ترجمہ) اور سب کو نبی کیا۔

☆ "وَجَعَلْنٰهَا وَاَبْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۹۱)

(ترجمہ) اور کیا اس کو اس کے بیٹے کو نشانی جہاں والوں کے واسطے۔

☆ "وَيَهْلِكُ الْحَرْثُ وَالنَّسْلُ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفُسٰدَ" (سورۃ بقرہ آیت ۲۰۵)

(ترجمہ) اور تباہ کرتے ہیں کھیتیاں اور نسل اور ناپسند کرتا ہے فساد کو۔

☆ "نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاَتَوْا حَرْثَكُمْ اِنّٰی شَعْبٌ" ط (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۲۳)

(ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو۔

ان آیاتِ بابرکات سے نسل و نسب کا اثبات ہوا اور یہ بھی پایہ اثبات کو پہنچا کہ

خداوند کریم نے خود از راہ مصلحت نسب و نسل اور شعوب و قبائل بنائے ہیں۔ اس کی ان ساختوں

اور تقسیموں سے انکار کرنا بہت بڑی دیدہ دلیری اور جسارت ہے۔

چہ دلاور است وُزدے کہ بکف چراغ دارد

☆ "وَيَهْلِكُ الْحَرْثُ وَالنَّسْلُ"

یعنی ہلاک کرتے ہیں۔ عورتوں اور نسل کو اور ہلاکت فساد انگیزی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فساد کو

پسند نہیں کرتا۔ حرث کے معنی کھیتی کے ہیں۔ لیکن "الحرث والنسل" کا قرینہ عورت اور

اولاد کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور دوسری جگہ خود قرآن کریم نے "نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ"

میں عورتوں کو کھیتی سے تعبیر کیا ہے اور عورتوں کو کھیتی سے مشابہت و مماثلت کے طور پر پیش کرنا

صرف قرآن کا کام ہے اور عربی زبان ہی اس کی مجاز ہے۔ عورت اور کھیتی کی مناسبت و معنویت پر غور تو کریں۔ کتنی چچی ہوئی تشبیہ اور دل میں اتر جانے والی بات ہے۔ اس سے کوئی کور باطن ہی انکار کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کی صرف اسی آیت میں "لنعرفوا" کا لفظ نہیں آیا اور نہ یہ قرآن کی رو سے اور اس کی لغت میں نوادر سے ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔

☆ "فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به" (سورۃ بقرہ آیت ۸۹)

(ترجمہ) پھر جب پہچان کر جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے۔

☆ "الذین اتینہم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم"

(سورۃ بقرہ آیت ۱۴۶)

(ترجمہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو (جسے قبلہ

بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

(تفسیر القرآن جلد اول 31 اشاعت ادارہ ترجمان القرآن لاہور صفحہ نمبر 123)

☆ "اِذَا تَرَاظُوا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ" (سورۃ بقرہ آیت ۲۳۲)

(ترجمہ) جب راضی ہو جائیں آپس میں موافق دستور کے۔

☆ "اِلا ان تقولوا قولاً معروفاً" (سورہ بقرہ آیت ۲۳۵)

(ترجمہ) مگر یہی کہ کہہ دو کوئی بات رہ انج شریعت کے مطابق۔

☆ "مَتَاعاً بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِينَ" (سورۃ بقرہ آیت ۲۳۶)

(ترجمہ) جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے لازم ہے نیکی کرنے والوں پر۔

☆ "وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (سورۃ آل عمران ۳ آیت ۱۰۴)

(ترجمہ) اور حکم کرتے رہیں اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے۔

☆ "تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ" (سورۃ بقرہ آیت ۲۷۳)

(ترجمہ) تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے۔

☆ "کنتم خیرامة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف و

تنهون عن المنکر و تؤمنون باللہ (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰)

(ترجمہ) تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں۔ حکم کرتے ہو

اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

☆ "وقولوا للہم قولا معروفا" (سورۃ النساء ۴ آیت ۸)

(ترجمہ) اور کہہ دو ان کو بات معقول۔

☆ "ومن کان فقیراً فلیا کل بالمعروف" (سورۃ النساء ۴ آیت ۶)

(ترجمہ) جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے مطابق دستور کے۔

اس لیے یہ ایسا لفظ نہیں ہے کہ اسے کھینچ تان کر کزدر کر دیا جائے بالخصوص "الذین

اتینہم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم" (۲:۱۲۶) نے تو "التعارفوا" کے

قریب ہمیں اس قدر پہنچا دیا ہے کہ اس سے آگے اور بڑھنا محالات ہے یعنی "اسے ایسا

جانتے ہو جیسا اپنے بیٹوں کو جانتے ہو" دوسروں کی پہچان اور بات ہے لیکن اپنے بیٹوں کی

پہچان اور ہی بات ہے دوسروں کی خاص باتوں سے آدمی واقف ہو سکتا ہے مگر بیٹوں کی

عادتیں، خصالتیں، طبعی رجحانات بلکہ ان کے احساسات و جذبات کا بھی آدمی واقف ہوتا ہے۔

پس "التعارفوا" میں ایسی ہی شناختوں کا راز مضمر ہے۔ اور یہ عین تقویٰ ہے۔

اب ہم مسئلہ کفو کے متعلق جو احادیث ہیں ان کو پیش کرتے ہیں:

☆ "إلا لا یزوج النساء إلا الأولیاء ولا یتزوجن الا من

الا کفاء" (ابی خزیمہ) (سنن دار قطنی و بیہقی رواہ حضرت جابر)

آگاہ رہو کہ عورتوں کا نکاح صرف ان کے اولیا کریں اور ان کا نکاح نہ

کیا کرو لیکن ان کے کفو سے۔ (ابی خزیمہ)

☆ "تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء" (مسند روایت حضرت

عائشہ)

(ترجمہ) اپنے نطفوں کے لئے بہتر انتخاب کرو اور کفو سے نکاح کرو۔

☆ "یا علی ثلاث لا تُؤخَّرُ الصلوة اذا أتت والجنابة اذا

حضرت والا یم اذا وجدت لها کفواً" (جامع ترمذی و حاکم)

(ترجمہ) اے علی! تین باتوں میں دیر نہ کرنا نماز جب اس کا وقت

آجائے، جنازہ جب تیار ہو جائے اور بے شوہر والی عورت کے لیے

جب تم کفو پاؤ۔

☆ "العرب بعضها لبعض اکفاء الا حائلک او حجام"

(میزان الاعتدال ذہبی روایت حضرت ابن عمر)

(ترجمہ) عرب یا ہم ایک دوسرے کے کفو ہیں سوائے جو لاہا

اور نائی کے۔

☆ "ذوات الاحساب الا من الا کفاء" (کتاب الآثار لامام

محمد)

(ترجمہ) میں برابر کے لوگوں کے علاوہ خاندانی لڑکیوں کا نکاح

دوسروں سے روک دوں گا۔

حضرت سلیمان فارسی نے اہل عرب کو خطاب کر کے فرمایا:

☆ "لا تُؤمکم ولا ننکح نساءکم" (ابن ابی حاتم ص ۴۰۶)

ترجمہ ہم اہل عجم نہ تمہارے امام ہو سکتے ہیں اور نہ تم میں نکاح کر

سکتے ہیں۔

یہ وہ احادیث و اقوال ہیں جن کو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے

رسالہ "معارف" نمبر ۶ ج ۲۱ میں مقالہ "حقوق نسواں اور کفو" کے زیر عنوان پیش کر کے ان پر

جرح و تعدیل کی ہے اور تنقید و تعقیب کی طرح ڈالی ہے۔ حضرت علامہ موصوف اور ان کے فکر و خیال کے لوگ جب بھی کسی معاملہ کی تکذیب و تردید پر آمادہ ہوا کرتے ہیں تو جرح و تعدیل اور تنقید و تعقیب ہی کی تلوار کو بے نیام کیا کرتے ہیں۔ حضرت موصوف نے روایات پر اعتراض کیے ہیں اور ان روایات کی موضوعیت اور عدم اصلیت کا علم ہم تک پہنچایا ہے۔ اگر ان کو ذرا بھی ان روایات کی ثقاہت نظر آتی تو پھر درایت کی کند چھری سے ان کی گردن قطع کر دیتے، لیکن یہ روایات ان کی نظر میں اس مقام تک نہیں پہنچتیں۔

حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے جدید علم کلام کی بنیادیں استوار کیں اور پسندیدہ خاطر روایات کو بروئے کار لانے کے لیے ذراایت پر زور دیا۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ان کے جانشین رشید ہیں۔ آپ نے معراج جسمانی کی روایت پر ذراایت کی چھری چلا دی۔ اصولاً مسئلہ کفو کی روایات اتنی کمزور نہیں ہیں جتنا حضرت نے خیال کی ہیں۔ جن راویوں پر آپ نے جرح کیا ہے ان راویوں کی حمایت میں آراء نظر سے نہیں گزریں اور تاریخ اسلامی میں وہ کونسا شخص ہے جو نقص سے خالی قرار دیا گیا ہے اور تنقید و تعدیل سے بچا ہے اگر کوئی محفوظ رہا ہے تو پھر وہ "نبی" یا "جبریل" ہے اس کا "ہم کفو" اس سے کم تر تو کسی طرح فہم میں نہیں آسکتا۔ ان روایات کی تنقیص کے بعد آپ نے ان کے بالقابل آیہ تعارف "یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکر مککم عند اللہ اتقکم" (سورۃ الحجرات ۲-۳) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتح مکہ کے دن کا خطاب "یا معشر قریش ان اللہ قد اذہب عنکم نخوة الجاهلیة و تعظمها بالا باء الناس من آدم و آدم من تراب" اور حجۃ الوداع کا فرمان "ایہا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ" (مسند امام احمد) بطور دلائل پیش کئے ہیں۔

جن روایات کی آپ نے تکذیب کی ہے وہ مناکحت سے تعلق رکھتی ہیں اور جو آپ

نے بالمقابل پیش فرمائی ہیں وہ خطاب عمومی سے متعلق ہیں اور اپنے مقام پر اس خطاب کی ضرورت تھی۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ بات ہے کہ کسی اہل عجم کو اہل عرب پر بحیثیت وطنی تفریق کے کوئی تفریق نہیں ہے اور کسی کالی چمڑی والے کو کسی گوری رنگت والے پر بطور رنگت خود ستائی کے طور پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ بعض کو کالی چمڑی پسند آتی ہے اور بعض کو گوری رنگت اور اسی لیے افراط کرنے کے بجائے خدا سے ڈرنا چاہیے یہی تقویٰ ہے۔ اور یا پھر یہ عمومی پہلو ہو اور وہ خصوصی پہلو! یہ قانون کا بیرونی اور تبلیغی پہلو ہے اور وہ اندرونی اور انتظامی پہلو، اس میں غرور و تکبر کا سدباب ہے اور اس میں رحم و انصاف اور محبت و یگانگت کی سبیل۔ یہ بے اعتدالیوں کی تدبیر اصلاح ہے اور وہ باہمی حدود کا قیام و بقاء۔ یہ کسی طرح بھی ایک دوسرے کی معارض نہیں ہیں۔ بعض قوانین بین الاقوامی ہوتے ہیں اور کچھ بین الممالک۔ کوئی مقنن، شارح، مفسر اور خطیب ان دو گونہ امور کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ انٹرنیشنل لا اقوام متحدہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وضع ہوتے ہیں اور انٹرنیشنل لا صرف ایک نیشنلسٹی کی خواہشات و مصالح کے نتائج سے ہوتے ہیں۔

حضرت علامہؒ نے جن احادیث و آثار کی تردید پر قلم اٹھایا ہے وہ مسلم سوسائٹی کے نظم و نسق کا اندرونی ضابطہ ہے اور جو روایات آپ نے بالمقابل پیش کی ہیں اور جن سے عالمگیر مساوات پر استدلال کیا ہے۔ وہ مسلم سوسائٹی کے لئے انٹرنیشنل ہدایات ہیں۔ مثلاً سلوٰۃ و صوم اور حج وغیرہ امور میں انہی کی پابندی لازمی ہے۔ سوسائٹی کو مضبوط اور مستحکم رکھنے کے لیے یہ قواعد ضروری ہیں اور دنیا کی ہر جماعت اس نوع کے تحفظات رکھتی ہے۔ پھر دیکھئے کہ عام پبلک کے لیے جو قوانین کوئی حکومت وضع کرتی ہے وہ اور ہوتے ہیں اور جو قوانین اپنے ملازمین

کی خاطر حکومت بناتی ہے وہ ڈیپارٹمنٹل قواعد ہوتے ہیں۔ مثلاً جیل مینول، فارسٹ مینول اور سروس بک وغیرہ۔ کیا جن ملازمین پر ڈیپارٹمنٹل ضابطوں کی پابندی لازمی ہوتی ہے اور وہ عام پبلک قانون کی قیود و حدود سے بے نیاز ہو جاتے ہیں؟ وہ ملازمین ملکی قوانین کے اسی طرح پابند ہوتے ہیں جس طرح اور لوگ۔ لیکن ان پر حکمانہ قواعد کی یہ پابندی زائد ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو محکمہ اپنے کام کو چلا نہیں سکتا اور نظم و نسق بحال اور ادب و فرمانبرداری عنقا ہو جائے۔

جو روایات حضرت علامہ نے پیش کی ہیں کیا ان ہی کے موضوعہ اصولوں کے مطابق تردید کوئی مشکل امر ہے اور ان کا کھوکھلا پن ثابت نہیں کیا جاسکتا، لیکن ایک صاف امر کو سمجھ کر پھر ایسا کیوں کیا جائے؟ کفو کے خلاف ایک یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔

☆ "اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجه"

(ترمذی و حاکم)

(ترجمہ) جب تم کو کوئی ایسا شخص پیام دے جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند آئیں تو بیاہ دو۔

حضرت علامہ کہتے ہیں یہ حدیث اپنی صحت کے لحاظ سے ان حدیثوں سے زیادہ قوی ہے جو کفایت کے باب میں روایت کی جاتی ہیں۔ اس بناء پر ان کے مقابلہ میں اس روایت سے قطع نظر نہیں کیا جاسکتا، دیکھو کہ "اس میں جس چیز کو اہمیت دی گئی ہے وہ نسب، دولت اور پیشہ نہیں ہے بلکہ دینداری اور اخلاق ہے اور یہی اصول اسلام کے مطابق ہے۔" (معارف ص ۲۱۳) لیکن اس سے یہ بات تو کسی طرح اخذ نہیں ہوتی کہ کفو کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے مراتب بے جا و غیث ہیں۔ آخر اس کا یہ مطلب کیوں نہ لیا جائے کہ ایک شخص تمہارا کفو ہو۔ مگر



تمہیں پسند نہ ہو۔ تو ایسا نہ کرو۔ اس کے اخلاق و دین کو پیش نظر رکھو اور رشتہ دے دو۔ اس سے زیادہ اور کوئی بات نکلتی ہی نہیں ہے۔ سب سے بڑا نکتہ تو یہ ہے کہ یہ حدیث دینداری و اخلاق کی طرح ذاتی ہے جو عمدہ بات ہے لیکن یہ کفویت کی ہرگز تنقیص و سد باب نہیں کرتی اور جو بات علامہ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتی۔ تاہم علامہ کے باب میں حفظ مراتب بہ ہر حال لازم ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد  
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی



## بصیرت افروز تو جیہات و توضیحات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی (المتولد ۱۱۱۶ھ ہجری ۱۶۹۶ء المتوفی ۱۷۷۶ھ ۱۷۵۶ء) ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی علمیت و فضیلت کا سب سے پہلا اعتراف ہے۔ بعض جدید طرز خیال اور علم کے لوگ بھی، جو سراسر انگریزی تعلیمات اور ماحول کی پیداوار ہیں آپ کا لوہا ماننے میں اور قدیم فکر و نظر کے لوگ جو دینیات سے تعلق رکھتے ہیں، خواہ کسی بھی مسلک و مشرب کے ہوں حضرت شاہ صاحب کی شخصیت کے معترف ہیں۔ آپ فاروقی النسل بزرگ ہیں۔ اہلسنت کے مسلک پر آپ نے احادیث کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ کلام الہی کا ترجمہ کیا۔ متعدد کتابیں مختلف علوم و فنون اور موضوعات پر آپ کے قلم سے لکھی گئی ہیں اور ہمیں بہر حال آپ کی علمیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ہاں ایک گروہ شاہ صاحب کو امام اور مجدد بنا ڈالنے پر بھی تلا بیٹھا ہے اور آپ کی کتابوں کے اقتباسات کو توڑ مروڑ کر اپنے لیے مفید مطلب ثابت کرنے کے درپے ہے۔ شاہ صاحب کی تعریفوں کے بل باندھے جا رہے ہیں جن کا سیاق و سباق کچھ اور ہے لیکن یہ لوگ کانت چھانٹ کر انہیں پیش کر رہے ہیں۔ عبد الوہاب نجدی کے روحانی متوہمین، شاہ صاحب کو بھی نجدیت کی نمائش گاہ دکھا رہے ہیں۔ ان سے ذرا کم درجہ کے لوگ انہیں ایک دوسری ہی شکل میں پیش کر رہے ہیں جیسا کہ ارباب تطبیق و توفیق کا شیوہ عام ہے۔ تیسرا گروہ اعتدال پر ہے لیکن وہ بالکل عاجز ہے اور پروپیگنڈہ کے مسلسل طوفان کے بالمقابل حالات کے

تقاضوں کے مطابق کارگزاری کی ہمت نہیں رکھتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی لازوال، پُر حکمت، مایہ ناز اور بقائے دوام شہرت رکھنے والی کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" میں متعدد مقامات پر حفاظتِ نسب اور اعتبارِ کفو پر زور دیا ہے اور اس کے حکم و بصائرِ روبہ کار لائے ہیں۔ آپ نے بڑی ہی جامعیت اور بالغ نظری کے ساتھ ان مسائل کی نوعیت، کیفیت اور اہمیت پر گفتگو کی ہے۔ لوگوں نے "حجتہ اللہ البالغہ" سے اقتباسات لیے ہیں۔ شاہ صاحب کی اس کتاب سے عبارتوں پر عبارتیں نقل کی جاتی ہیں لیکن اپنے مزمومہ مطلب کے خلاف پا کر ہر ایسے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں جو ان کے کام کا نہیں ہوتا اور اس سے یوں گزر جاتے ہیں جیسے شاہ صاحب نے کچھ کہا ہی نہیں۔

دراز دستیٰ ایں کوتاہ آستیناں میں  
بزرِ دلیق مرقعِ کند ہا دارند

شاہ صاحب کی شخصیت سے تمام لوگ واقف ہیں۔ خواہ دیانتدار ہوں یا خیانت دار۔ تقریباً مختلف الخیال لوگ مثلاً اہل حدیث، اہل فقہ، اہل تصوف، اہل فلسفہ اور اہل مدرسہ سب ہی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کی تحریروں کو بطور سند پیش کرتے رہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر شاہ صاحب کی تحریرات عموماً سندا مانی جاتی ہیں اور ہم بھی اعتقادات کے اصولوں میں انہیں سند مانتے ہیں۔ بنا بریں گم کردہ راہوں اور نادانوں کی رہنمائی اور علم و آگہی کے لیے تحفظِ نسب اور اعتبارِ کفو کے ضمن میں ہم شاہ صاحب کے اقوالِ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان کی سودمندی پر اعتماد کرتے ہیں۔ حسبِ نسب کے مخالفین سے قطع نظر تمام دیندار حلقوں سے ہمیں اس معاملہ میں تائید و حمایت کی توقع ہے۔ اعتبارِ نسب اور اعتبارِ کفو، حکیمانہ اصل پر مبنی ہے اس لیے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"ماہمی معاملات اور نکاح کے اصول میں یہ خوبی ہے کہ لوگوں میں باہم

عدل و انصاف قائم رہے" (حجۃ اللہ الباقی ص ۶)

## مناکحت میں عدل و انصاف کی توضیح

"نکاح کی یہ حالت کذائی کہ غیر محارم سے نکاح کیا جائے۔ لوگوں کے مجمع میں اس کی تقریب ہو اور اس سے پہلے مہر اور منگنی ہو۔ کفو کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ اولیاء کی سربراہ کاری ہو، ولیمہ کیا جائے۔ لوگوں کا عورتوں پر قابو رہے، لوگ ان کی معاش کے متکفل رہیں، عورتیں گھر کی خدمات میں مصروف رہیں۔ اولاد کی تربیت کریں، اطاعت سے رہیں۔ تمام لوگوں کی نظر میں یہ لازمی طریقہ اور مسلم امر ہو گیا ہے جس پر لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ عرب و عجم میں کوئی اس میں اختلاف نہیں کرتا"۔ (حجۃ اللہ الباقی، باب ۱۱ تدبیر منزل ص ۶۱)۔

## ہر ملک اور ہر قوم نسب اور کفو کی مجوز ہے

اسی "تدبیر منزل" کے باب میں تدبیر منزل کی کامیابی کے لئے آپ نے سترہ امور ضروری قرار دیے ہیں اور یہ امور ایک گھر کو جنت اور خاندان کو پر امن بنا سکتے ہیں اور تمدن کی جان ہیں۔ ان میں آخری تین مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ نقیب کا حالات خاندانی پر نظر رکھنا۔
- ۲۔ ورثہ میں ترکہ کی تقسیم
- ۳۔ نسبی اور جسی امور کی پاسداری

"لوگوں میں سے کسی جماعت کو خدا پناؤ گے کہ ان ابواب کے اصول پر ان کو اعتقاد نہ

ہو۔ ان کے مذہب میں اختلاف ہو۔ ان کے وطن جدا جدا ہوں لیکن ان امور کے قائم کرنے میں سب کی سعی اور کوشش رہتی ہے"۔ (جزء اللہ بالذبح باب تدبیر منزل ص ۶۳)

## تمدن کی اساس اعتبار تمدن میں ہے

"ازاں جملہ یہ کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اس کے نسب اور مرتبہ سے ہوتی ہے اور انسان کا اپنی ماں کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ پس اس سبب سے زوجہ ان لوگوں کے شمار میں داخل ہے جو اس کے خاوند کی قوم سے علیحدہ نہیں ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوی الارحام کے ہو جاتی ہے"

(جزء اللہ بالذبح ص ۴۸)۔

## مشارکت نسب و حسب فطرت انسانی ہے

"قربت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ قربت جو حسب و نسب میں مشارکت اور اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونوں شخص ایک ہی قوم اور مرتبہ کے ہوں اور دوسری وہ قربت جو حسب و نسب اور مرتبہ میں مشارکت کو نہیں چاہتی، بلکہ اس میں صرف محبت و شفقت پائی جاتی ہے اور اگر ترکہ تقسیم کرنے کا اختیار میت کو ہوتا تو اس کی قربت سے آگے نہ بڑھتا۔ یہ بات ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دی جائے جو اس کی قوم میں اس کا قائم مقام ہے تو اس کو انصاف جاننے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور یہ بات ان کی جبلت میں داخل ہوگی ہے جو ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمارے زمانے میں لوگوں کے نسب ضائع ہو گئے ہیں اور نسب کی وجہ سے باہم معاشرت نہیں ہے اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری قسم کا حق پہلی قسم کے بعد چھوڑ دیا جائے" (جزء اللہ بالذبح ص ۴۸)۔

## توارث میں نسب کا اعتبار

### سب سے مقدم ہے

"توارث کا مدار تین امور پر ہے۔ ایک قومیت کے بعد اس کی جگہ اس کی عزت اور مرتبہ اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں ان میں اس کا قائم مقام ہے کیونکہ انسان کی اس بات میں بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی قائم مقام رہے۔ دوسرے خدمت اور مخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں۔ تیسرے قرابت جو ان دونوں امور پر بھی مشتمل ہے اور تینوں میں زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے اور پورے طور پر ان سب کا کل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود میں داخل ہے۔ جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا، یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے مستحق ہیں"۔ (حجۃ اللہ العالی ص ۴۸۱)۔

### جانشین کے لئے اعتبارِ نسب

"اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیوں میں ہے اور جو ان کے مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہیں اور اس کی قوم کے اور اس کے نسب اور مرتبہ کے ہیں باقی رہی خدمت اور مشقت تو یہ دونوں قرابتِ قریبہ کے ہیں اور سب سے زیادہ ماں اور بیٹی اس کی مستحق ہیں اور جو ان کی مانند ہے اور نسب کے عمود میں داخل ہے" (حجۃ اللہ العالی ص ۴۸۲)۔

## غیر قوم میں مناکحت پر افسوس

"عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کر لیتی ہیں اور اس قوم میں داخل ہو جاتی ہیں بارخدا یا!

(حجۃ اللہ البانی، بحث وراثت ص ۲۸۲)

"اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اس کے بعد ہمیشہ اور اس کے بعد وہ ہے

جس سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر ماں کی اولاد"

(حجۃ اللہ البانی، بحث وراثت ص ۲۰۳)

"مرد اور عورت اگر ایک ہی درجہ کے ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ عزت کی

حمایت کے لیے مرد ہی مخصوص ہیں"

(حجۃ اللہ البانی، ص ۲۸۲)

## نسبِ نوع انسانی کے خواص میں سے ہے

"کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جس کی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے اور عقل مند لوگ اس کے طالب ہوتے ہیں اور نسب نوع انسانی کے خواص میں سے ہے اور جملہ ان چیزوں کے ہے جس کے سبب سے انسان، حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ استبراء کے باب میں بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے" (حجۃ اللہ البانی، ص ۵۰۴)۔

## تشہیرِ نسب کی اہمیت کا عالم

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا اور اس میں بہت سے مصالِح تھے اور ازاں جملہ اس میں نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اس

بات کی اشاعت ہے کہ بیوی کے ساتھ دخول کرنا چاہتا ہے اور اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم کرنے کی گنجائش نہ ہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الرائے میں معلوم ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ تحقق ہو جائے" (حجۃ اللہ الباقی ص ۳۹۷)

### اعتبار کفو عدم فساد کی حکمت پر مبنی ہے

"سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لا نکاح الا بولی" ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا معلوم کرو کہ خصوصاً نکاح میں عورتوں کا حکم کرنا روا نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصاتِ العقل ہوتی ہیں اور ان کی فکر ناقص ہوتی ہے۔ اس لئے بسا اوقات مصلحت کی طرف ان کو رغبت نہ ہو سکے گی۔ دوسرے غالباً حسب کی نہ کریں گی اور بسا اوقات غیر کفو کی طرف ان کو رغبت پیدا ہو سکتی ہے اور اس میں ان کی قوم کی عار ہے۔ پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں کچھ دخل دیا جائے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو"۔ (حجۃ اللہ الباقی ص ۳۹۳)

### مخلوط النسل بد امنی کا موجب ہیں

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ اعتدال رہا کیا یہاں تک کہ ان میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی تب انہوں نے اپنی رائے کو مذہب میں دخل دیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ ایسے ہی ہمارے مذہب اسلام میں بھی بنی اسرائیل کے علوم خطبائے جاہلیت کے تذکرے، یونانیوں کا فلسفہ، بابلیوں کی دعوات، پارسیوں کی تاریخ، اور علم نجوم و رمل اور علم کلام مخلوط ہو گیا ہے" (حجۃ اللہ الباقی ص ۱۹۱)۔



## شارع ﷺ کی نسب انسانی سے

### بحث کے اسباب و علل

"نسب مجملہ ان امور کے ہے جن کی محافظت آدمی کی سرشت میں داخل ہے۔ پس اقلیم صالحہ میں سے کسی اقلیم کے اندر جہاں آدمی پیدا ہوتے ہیں کسی انسان کو کبھی نہ دیکھو گے مگر یہ بات اس کو محبوب ہوگی کہ اس کے باپ دادا کی طرف سے اس کو منسوب کریں اور یہ بات اس کو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کو ان کی طرف نسبت کرنے میں کوئی عیب لگایا جائے۔

بارخدا یا! مگر نسب کی دانائیت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اس کو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کو اس کی طرف منسوب کریں اور اس کے بعد اس کی قائم مقام ہو۔ پھر بسا اوقات اولاد کے طلب کرنے میں بے انتہا کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت اس کے حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں۔ پس تمام لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو ان کی خلقت میں داخل ہے اور شرائع الہی کا منعی ان مقاصد کے باقی رکھنے پر ہے کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہیں اور جن کے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور حقدار کے ان مقاصد سے حق دلانے اور باہمی ظلم سے روکنے پر ان کا منعی ہے۔ پس اس لئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری ہوا۔" (تجہ اللہ باللہ ص ۵۱۶)۔

### نکاح میں حسب و نسب اور

### کفو کا اعتبار لازمی ہے

﴿الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا النِّسَاءُ الصَّالِحَاتُ﴾

(ترجمہ) دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہتر پونجی صالحہ بیوی ہے

اور آپؐ نے فرمایا

☆ "تَنكِحُ الْمَرْأَةَ لِارْبَعٍ . لِمَا لَهَا وَلِحَسْبِهَا وَلِجَمَاعِهَا وَلِإِدِّ

بَيْنَهَا فَظَفَرُ بِنَاتِ الدِّينِ تَرَبَّتْ يَدَاكَ "

(ترجمہ) چار باتوں کے سبب سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس

کے مال کے سبب سے اور اس کے حسب کی وجہ سے اور خوبصورتی کی

وجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار پر ظفر یاب ہو، خاک میں مل

جائیں تیرے دونوں ہاتھ۔

معلوم کرو کہ بیوی کے پسند کرنے میں لوگ جن مقاصد کا قصد کرتے ہیں وہ غالباً چار باتیں ہیں۔ ایک تو اس کے مال کی وجہ سے کہ اس شخص کو اس کے مال کی طرف رغبت ہوتی ہے اور اس کی امید ہوتی ہے کہ مال کے ساتھ وہ عورت اس کی غنچاری کرے گی اور اس کی اولاد ماں کے مالدار ہونے کی وجہ سے غنی ہو جائے گی کیونکہ ماں کے ترکہ میں ان کو یہ مال ملے گا اور ایک عورت کے حسب کی وجہ سے یعنی اس عورت کے باپ دادا خاندانی ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں وہ اپنی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں نکاح کرنا شرف و عزت کا سبب ہوتا ہے اور خوبصورتی کی وجہ سے کیونکہ طبیعت بشری کو جمال کی طرف رغبت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور ایک اس کے دین کے سبب سے یعنی وہ عورت صاحبِ عفت اور صاحبِ ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرب ہوتی ہے۔ مال و عزت تو ایسی چیزیں ہیں کہ جن لوگوں پر رسم دنیا کا حجاب غالب ہے وہ ان کا قصد کرتے ہیں اور جمال و شباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر حجاب طبعی کا غلبہ ہے۔ ان کو یہ مقصود ہوتی ہیں اور دین اسی شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہو گیا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ دین میں اس کی بیوی اس کی معاونت کرے اور اہل خیر کے ساتھ صحبت کی اس کو رغبت ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

☆ "حَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ نِسَاءَ قُرَيْشٍ أَحِبَّاهُ عَلِيُّ وَلِدٌ"

فی صغرة وَاَرْعَاهُ عَلِيٌّ زَوْجٌ فِي ذَاتِ يَدِهِ "

(ترجمہ) بہتر ان عورتوں میں جو اونٹ پر سوار ہوئیں نیک بخت عورتیں ہیں قریش

کی سب سے مہربان بچہ پر جب وہ چھوٹا ہوا اور بڑی نگہبان اپنے خاوند کے مال کی۔

میں کہتا ہوں یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اس قبیلہ و خاندان کی ہو جس کی عورتیں

خوش اخلاق ہوتی ہوں کیونکہ سونے چاندی کی کانوں کی طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور اس

انسان پر اس کی قوم کی رسوم و عادات اس قدر غالب ہوتی ہیں گویا اس کی سرشت میں داخل ہیں

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا بیان فرمایا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی

عورتیں ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال و غلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہیں اور

نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان سب میں یہ دو بڑے مقصد ہیں اور ان میں تدبیر منزل کا

انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آج کل ہمارے ملک اور ماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش کرو گے تو

عادات صالحہ میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتوں میں قریش کی بیویوں کو دیکھو

گے۔" (حجۃ الشہادۃ ص ۳۸۸)۔

نکاح، بلا اعتبار کفو، سنتِ راشدہ

کے خلاف ہے

"جب عورتوں کو دیکھنے سے مردوں کے دل میں ان کا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے

اور اس طرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس

بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنتِ راشدہ کے ان سے قضاءِ شہوت کیا جائے۔ مثلاً اس عورت

کی طرف توجہ کرنا جو دوسروں کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے توجہ کرنا یا بلا اعتبار کفو کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس باب میں جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ اس بیان سے مستثنیٰ ہے جو دفتروں میں مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہیں اور ان کو لامحالہ مخالفت کی ضرورت ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی درجے مقرر کئے جائیں۔" (ج۱۰ اللہ الباقی ص ۴۹۰)

یہ ستر کے بیان میں شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے پس پردہ اور غرض بصر، حفاظت کفو کے لئے راہنمائی کرتے ہیں۔

### خليفة كيلے صحت نسب کی ضرورت ہے

۶۲ "الاتمة من القریش"

(ترجمہ) ائمہ یعنی خلفاء قریش سے ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحب نے اس سے یہ حکمت اخذ کی ہے کہ:

"خليفة کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے کہ جس کی فرماں برداری سے لوگ

عارفہ کر سکیں اور اس لئے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا اس کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں۔"

(ج۱۰ اللہ الباقی ص ۵۲۵)۔

### مجهول النسب کی امامت مکروہ ہے

"لوگوں کی طبیعتوں پر سے گرانی دور کی جائے جس سے وہ بالطبع متغیر ہوں وہ ناپسند

سجھی جائے۔ اس لئے غلامِ اعرابی اور مجهول النسب کی امامت مکروہ خیال کی گئی ہے۔ لوگ اس

قسم کے لوگوں کی امامت سے دل گرفتہ ہوا کرتے ہیں"۔ (بخاری، باب ۱۳۳)

## مجهول النسب امامت سے معزول

"یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حوالی مدینہ کے ایک موضع حقیق میں ایک شخص امام مسجد تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مروانی نے اس کو معزول کر دیا۔ نواب وحید الزمان نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ وہ امام مسجد مجهول النسب تھا۔ اس لئے امامت سے معزول کر دیا گیا"۔ (موطا امام مالک، باب العمل فی الصلوٰۃ والجماعت ص ۹۳)

کفو کی حمایت میں

## شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

☆ "اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه ان

لا تفعلوه تكن فتنة في الارض و فساد عريض"

(ترجمہ) جب کوئی شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام لائے جس کی

دینداری و عادات سے تم راضی ہو اس کے ساتھ تم نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ

کر گے تو تم میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا

اعتبار نہیں ہے اور ایسا ہو چکی نہیں سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کفویت کا اعتبار ہے

اور کبھی تو کفویت کا نقصان قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی۔

اسی لئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

”کہ میں عورتوں کو بجز ان کے کفو کے لوگوں کے سبب سے ممانعت کروں گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین و عادت پسندیدہ ہو تو اس کے بعد حقیر چیزوں پر مثل قلت مال و تنگی حال اور بد صورتی یا ام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیے کیونکہ تدبیر منزل کا مقصود اعظم و عظیم خوش اخلاقی کے ساتھ صحبت میں رہنا اور اس کے سبب سے دین کی اصلاح ہونا ہے“۔ (صحیح اللہ الاوصاف ۴۸۸)

ہم نے ایک ترتیب کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے اقوال و ارشادات اہل نظر کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ یہ خیالات اس شخص کے خیالات ہیں جو کتاب و سنت کے مفہوم و مراد کا بجا ض اور حکیم ہے اور ہر حکم اور ارشاد کے احکام و مصالح اور اس کے اسرار و رموز کی خوشخبری دینے والا ہے اور اہل سنت کی طریق پر تاریخ اسلام کے ان لوگوں میں سے ہے کہ ماسوائے قرن اول میں آئمہ و عرفاء ائمت کے مبارک گروہ کی نمایاں خصوصیات اور ممتاز عزت و احترام کا مالک و مستحق ہے۔ خوش اعتقادی سے نہیں بلکہ واقعات کی رہنمائی میں معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام امام غزالیؒ کے بعد شاہ صاحب کمال خوبی کے آدمی ہیں بلکہ بعض احوال میں ممتاز۔ امام موصوف کا ابتدائی زمانہ حیات، ملائیت شکار اور تفلسف پناہ تھا اور شاہ صاحب کی زندگی اس دھبہ سے پاک ہے البتہ ہمارے نزدیک امام موصوف کا مرتبہ بعض امور میں شاہ صاحب سے بلاشبہ اونچا ہے۔ افسوس امام صاحب کو برصغیر میں ان کے درجہ کے بہت کم لوگ ملے ہیں اور اب شاہ صاحب کے نام لیواؤں نے اس قدر شاہ صاحب کے لیے میدان اعتقاد و اعتراف تیار کیا ہے کہ امام موصوف روپوش ہو کے رہ گئے ہیں اور یہ سب جہل بسیط اور تقلید اعمیٰ کی کار فرمائیاں ہیں۔ باکمال حضرات کو نظر انداز کر دینا بہت بڑی

گستاخی ہے۔ امام صاحب کی کتب میں "احیاء العلوم" اور "کیسائے سعادت" بہت بڑے مرتبہ کی کتابیں ہیں۔ شاہ صاحب کی "حجۃ اللہ البالغہ" میں جو بصیرت و فراست کام کر رہی ہے وہ بصیرت و فراست اور استدلال و برہان پوری پوری زیبائی کے ساتھ وہاں بھی کارفرما ہے بلکہ شاہ صاحب کی یہ کتاب اس کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ بلا قصد یہ جملہ معترضہ بصورت محاکمہ درمیان میں آگیا ورنہ مقصود نہیں تھا اور شاید امر حق ہے جو بے ساختہ زبان قلم سے ظاہر ہو پڑا ہے۔

شاہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کا آخری اقتباس جس میں آپ نے کفویت کی حمایت میں قول فیصل دیا ہے اور ایک معارض حدیث کی توضیح فرمائی ہے مآل اندیشی اور معرفت شناسی کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے۔ اس سے شاہ صاحب کی جامعیت اور واقفیت جو کتاب و سنت کے متعلق ہے کا اندازہ ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ شاہ صاحب کی ایسی توجیہیں ہی تو ہیں جو بے ساختہ ان کی جانب مائل کر دیتی ہیں اور ان کے فضل و کمال اور فکر و نظر کا عالم ہی اور نظر آتا ہے۔ دین کی معرفت شناسی کا کمال یہ ہے کہ شارع کی مراد و مفہوم تک عارف کی نگاہ پہنچ جائے اور اس کی مراد کو قرار داد کی شکل میں سامنے رکھ دے اور عقل و بصیرت اس کے اعتراف پر مجبور ہو جائے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس حدیث پاک کی توضیح بھی کر دی کہ یہ کفویت کی نفی نہیں کرتی اور نہ تکذیب، بلکہ یہ اصل کی گرہ کشائی کے منزل مقصود تک رہنمائی کرتی ہے اور آپ نے اس مقام کی رعایت سے بصائر و حکم اور اسرار و مصالح کے جواہرات بکھیر دیے ہیں جو سمیٹنا چاہے سمیٹ لے۔

اس حدیث میں سرکارِ حتمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق اور دین داری کی بنا پر قیامِ رشتہ پر زور دیا ہے۔ "زرا" دین "بجز اخلاق کوئی معنی نہیں رکھتا اور اخلاق دین کے اصل الاصول سے ہے دین کے بعد اسی لیے "خلقہ" فرمایا جس میں "ترضون" کی سبیل موجود ہے۔ کہ اس میں محض نام نہاد دین و اخلاق ہی کا اعتبار نہیں بلکہ جو پسندیدہ ہو اور صاحبِ ثبوت کی صداقت و مصالحت اور نضش شناسی اور فراست و فہم میں یکساں ہوتا ہے۔ محاطین کے کوائف سے

آگاہ ہوتا ہے اور حسب ضرورت حالات اور تقاضائے قلب و ارواح خطاب کرتا ہے۔ اس مقام پر دین اور خلق ہی کی ضرورت تھی۔ دوسرے حالات میں دوسرے طرز پر خطاب کی ضرورت تھی۔ اس مقام پر کفویت پر زور دینے اور اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی کہ مخاطب حسب و نسب اور کفویت وغیرہ کے محاسن سے آگاہ تھے اور ان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جس چیز کی کمی تھی مخاطبین کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی اور حدیث میں "ان لاتفعلوه تکن فتنۃ فی الارض و فساد عریض" کے الفاظ زبان نبوت سے ادا ہو گئے ہیں اور بجائے خود یہ حدیث ایک اصل پر مبنی ہے اور دوسرے اصل بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پاک سے ادا ہو چکے ہوئے ہیں۔ پس کفویت کے لئے بھی یہی بات ہوئی کہ "ان تفعلوه تکن فتنۃ فی الارض و فساد عریض" یعنی اگر دین اور خلق، حسب و نسب اور کفویت کے پیش نظر جو شخص پسندیدہ ہو اس سے حسب حالات نکاح نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور لمبا چوڑا فساد اور فتنہ کس قدر خوفناک ہے؟ معلوم ہے کہ الفتنۃ اشد من القتل "یہی نہیں مسلمانوں کی خصلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہر لمحہ کہیں "ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین"۔

اور یہی حال مفسدین فی الارض کا ہے کہ قرآن نے انہیں ملعون و مغضوب ٹھہرایا ہے اور فسادات فی الارض کو کسی بھی طرح پسند نہیں کہا گیا یا در ہے کہ دین و اخلاق کی بنیاد پر کفویت اور حسب و نسب مبنی ہیں۔ یہ اسی کے زیر فرمان اور متموع ہیں اور اسی کے برگ و بار ہیں۔ پس اس طور بھی کفویت ہرگز دینداری سے خارج نہیں بلکہ اس کے اعضاء و جوارح سے ہے۔

کفویت سے انکار اور حسب و نسب کا انکار، حسب و نسب اور کفویت کی بیخ کنی، غلط تعبیرات اور ان کا اعتبار پھر امتیاز اڑادینا، "فتنۃ فی الارض" اور "فساد فی الارض" کا موجب ہے اور آج خدا کی زمین پر جس قدر فساد برپا ہیں اور جو کچھ فسادات رونما ہیں ان کا ایک اہم حصہ اس بارے میں کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ مجہول النسبوں اور مجہول النسلوں اور مخلوط و مدغم



لوگوں نے فساد فی الارض کی طرح ڈال رکھی ہے اور شر و فساد کے موجب ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رکھنا اور اب بھی حفاظت حسب و نسب اور کفویت کی اہمیت کو نہ سمجھنا اور ان کا احیا نہ کرنا گویا ہلاکت کے گڑھے کی طرف دوڑے چلے جانا ہے۔ یہ محرومی احساس، بے دینی اور خدا شناسی کی انتہائی کوشش ہوگی۔ عمر عزیز کس شورش اور ہوس میں گزار دی اور وہاں کے تقاضے کیا ہیں۔

بروز حشر شور صبح معلومت کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

### مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب "حقوق الزوجین" میں فرماتے ہیں:-  
 "خود مسلمان کے درمیان بھی شریعت یہ چاہتی ہے کہ ازدواجی تعلق ایسے مرد و عورت کے درمیان قائم ہو جن کے درمیان غالب حال کے لحاظ سے مؤدت و رحمت کی توقع ہو اور جہاں یہ توقع نہ ہو وہاں رشتہ کرنا مکروہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینے کا حکم دیا (یا کم از کم مشورہ) ہے۔"

☆ "اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ينظر الی ما یدعوہ الی نکاحها فلیفعل"  
 (ترجمہ) جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو عورت سے نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نکاح کے معاملہ میں کفایت کو ملحوظ رکھنا پسند کرتی ہے اور غیر کفو میں نکاح کو مناسب نہیں سمجھتی۔ جو عورت اور مرد اپنے اخلاق میں، اپنی دینداری میں، اپنے خاندان کے طور طریقوں میں، اپنی معاشرت اور رہن سہن میں ایک دوسرے سے مشابہت یا کم از کم

قریبی مماثلت رکھتے ہوں ان کے درمیان مودت و رحمت کا رابطہ پیدا ہونا زیادہ متوقع ہے اور ان کے باہمی ازدواج سے بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں کے خاندان بھی اس رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو سکیں گے۔ بخلاف اس کے جن کے درمیان یہ مماثلت موجود نہ ہو ان کے معاملہ میں زیادہ تر اندیشہ یہی ہے کہ وہ گھر کی زندگی میں اور اپنے قلبی و روحی تعلق میں ایک دوسرے سے متصل نہ ہو سکیں گے اور اگر شخصاً میاں اور بیوی باہم متصل ہو بھی جائیں تو کم ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ دونوں کے خاندان آپس میں مل سکیں۔ شرع اسلامی میں مسئلہ کفایت کی یہی اصل ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"دوسری چیز جو اسلام کے قانون ازدواج میں مقصدی اہمیت رکھتی ہے وہ زوجین کے درمیان مودت و رحمت ہے جب تک انکے تعلقات میں اس چیز کے باقی رہنے کی امید ہو اسلامی قانون انکے رشتہ مناکحت کی حفاظت پر اپنی پوری قوت صرف کرتا ہے مگر جب مودت و رحمت باقی نہ رہے اور اسکی جگہ بے دلی، سرد مہری، نفرت اور بیزاری پیدا ہو جائے تو قانون کامیلاً ان رشتہ نکاح کی گرہ کھول دینے پر منعطف ہو جاتا ہے"۔ (حقوق الزوجین ص ۱۸۰)



## غیر کفو میں سادات کی شادی کے نتائج

سادات کے اسلاف کرام نے حتی الامکان برگشتہ مذہب اور بد اخلاق خاندانوں کی عورتوں سے کبھی مناکحت کا تصور بھی نہیں کیا۔ بہ حالات مجبوری اگر انہوں نے غیر اقوام کے اعلیٰ قبائل میں شادیاں کیں تو اس حالت میں ایسا کیا گیا جب انہیں مناسب و موزوں رشتہ حتماً اپنے خاندان سے نہیں ملا اور افزائش نسل کے لیے ایسا کرنا ان کا فرض ہو گیا تھا۔ اپنے سے الگ دوسرے خاندانوں سے جو رشتے انہوں نے لیے وہ ان حالات کے ماتحت لئے جن حالات اور تقاضوں میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متعدد شادیاں کرنا پڑی تھیں نہ کہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعوذ باللہ ایسا کیا تھا۔ اسی طرح سادات نے حالات کے اٹل مطالبے کی خاطر غیر خاندانوں سے رشتے کیے۔ بعض میں تبلیغ منظور تھی۔ بعض کا اعزاز مطلوب تھا۔ بعض کی پرورش ضروری تھی۔ بعض کی تعلیم و تربیت پیش نظر تھی۔ بعض نے سادات سے مناکحت کو فلاح دارین خیال کیا اور ان سے خوشنودی مزاج کی سند حاصل کی۔ بہ ہر حال بہت سے امور داعی تھے کہ سادات کو دوسرے خاندانوں سے رشتے قائم کرنا پڑے لیکن اٹل اور ناگزیر حالات کے باعث۔ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے سادات اور اسلاف سادات نے کبھی غیر خاندانوں کی عورتوں سے مناکحت نہیں کی۔ اس منہاج سے پرے ہٹ کر انہوں نے دیگر خاندانوں کی عورتوں کو اپنی حرم سراؤں میں ہرگز داخل نہیں کیا اور شاذ ہی کہیں افزائش نسل کے لیے خاندان غیر سادات سے رشتے لئے گئے یا پھر نہایت اچھے،

باشرف، عزت مند، شاہانہ کردار کے لوگوں نے از خود انہیں رشتے دیے۔ کسی کمینہ گھرانے کی کوئی کمیٹی عورت، بد معاش اور بد چلن عورت، بے دین یا کج خلق عورت متقدمین سادات کی حرم سراؤں میں افزائش نسل کی غرض سے کبھی داخل نہیں کی گئی اور نہ اس سے مناکحت روادار تھی ہے۔

متاخرین سادات میں سے بعض نے بے اعتدالی اور بے احتیاطی اختیار کی اور بعض متعیدوں نے بھی سادات کے نام پر دانستہ انہیں بدنام کرنے کے لئے ناشائستہ اقدامات کر کے سادات کی رسوائیوں کے لیے ناپاک سعی کی اور اس ناپاک سیرت "مفتیہ کالم" نے شدید ناخجاریوں کے پے پے حملوں سے سادات کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا چاہا اور فتنہ و فساد کے موجب ہوئے۔ متاخرین آل محمد علیہ السلام کے بعض نا عاقبت اندیش عناصر نے بے موقع اور نامناسب بے قیدی کو وسیع النظری کے نام سے جائز تسلیم کر لیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ کسی مسلمان حکمران نے سادات کرام کی اس بارے میں حفاظت روانہ رکھی اور اسلامی حکومت راج بھی نہ تھی کہ وہ اس بارے میں اسلام کے تقاضے پیش نظر رکھتی۔ بہر حال پولیٹیکل حیثیت سے غیر خاندانوں کی پست اخلاق عورتوں سے رشتے داروں کے باعث مختلف قسم کے جراثیم آل محمد کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ سیاسی حیثیت سے اقتدار اس طرح ختم ہو گیا کہ وہ اندرونی معاملات سے آگاہ ہو گئیں۔ اسرار و خفا یا انہیں معلوم ہو گئے۔ کمزوریاں ان پر صاف صاف کھل گئیں۔ کمزوریوں کی انہوں نے خوب تشہیر کی لیکن خوبیاں نظر انداز کر دیں کہ وہ اعلیٰ و اجلیٰ ظرف کی عورتیں نہ تھیں۔ ان عورتوں کے احباب و اقارب، ان کے خاندان، قبیلے، نسل اور قوم تک ان کے باعث برائیاں تو پہنچ گئیں لیکن خوبیاں روپوش ہو گئیں۔ بسا اوقات کشمکش اور ان بن کی صورت میں مخالفت و خصامت حد سے تجاوز کر گئی جس سے سادات کے ادب و احترام پر کاری ضرب لگی۔ اس طرح پولیٹیکل ساکھ کو زبردست نقصان پہنچا۔ پھر ان عورتوں سے جو نسل جاری ہوئی اس پر اپنی ماؤں اور نضیال کے عادات و خصائل کا اثر پڑا اور بتدریج سادات کی محفوظ دیواروں میں شکاف پڑتے گئے۔ پھر مذہبی حیثیت سے فرد تر گھرانوں سے اختلاف کے نتیجے میں

مذہبی تصورات بدل گئے اور عادات و خصائل پر بڑا اثر پڑا۔ اس ناپاک اثر نے کبھی تو سادات کا مذہبی نقطہ نظر تبدیل کر دیا اور کبھی اپنے اسلاف کی تقلید اور تتبع کے بجائے بے دین اور گمراہ ننھیالوں کی تقلید اور تتبع پر مائل ہو گئے۔ کبھی معاشرتی حیثیت سے عربی معاشرت اور اسوۂ حسنہ نبوت سے ماخوذ معاشرت کا سررشتہ سادات سے چھوٹ گیا۔ آل محمد علیہ السلام کو اسوۂ حسنہ بنائے رکھنے کے بجائے فاسقوں، فاجروں، بے دینوں اور لامذہبوں کے اسوۂ سیئہ کی تجدید و احیاء کرنے کی بدعت مسلط ہو گئی۔

اصلاح نسل اور بقائے نسل کے موجدات و حدود سے نکل کر سادات کرام نے اپنی معاشرت کو تاراج کر ڈالا۔ کتاب و سنت سے ماخوذ معاشرت کے بجائے عجمی، یونانی، مصری، باہلی، ایرانی، ہندی اور مغربی معاشرت کی پرچار وادیوں میں کھو گئے۔ زادراہ کو سر و سامان زندگی سمجھا کیے، عارضی سفر کو مستقل سیاحت، دم لینے کی جگہ کو منزل مقصود جان کر بیٹھ گئے۔ ہیہات ہیہات لما تو عدون۔

غیر عورتوں کی مخالفت و مناکحت کے باعث ان کے عادات و خصائل کا سادات کرام پر ناخوشگوار اثر پڑا اور ان سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ تمام تر اپنی ماؤں اور ننھیال کی خوبیوں اور شائستگی و اخلاق کی ہو بہو تصویر تھی۔ اس طرح سادات کرام کا نظام حیات بدل گیا۔ شجاعت و شہامت، حسن و جمال، فکر بلند، وسعت نظر، وعدے و ارادے کی پختگی، اخلاق کی سلامتی، مذہبی شعائر کی پابندی، جہاد کی تڑپ، عزم و استقلال کی فراوانی، جو دو عطا کے بے پناہ جذبات، دماغ کی شگفتگی، مذاق کی صحت، حسن خصالی، بے تکلفی، خوش اخلاقی، نائل اندیشی، دلداری، غریب پروری، قوت بازو پر اعتماد، توکل علی اللہ، صبر جمیل، جوش حق گوئی، انتظامی صلاحیت، سیاسی شعور، قائدانہ فراست وغیرہ تمام وہ صفات و عادات جو سادات کرام کو اقران و امثال میں ممتاز کرتی تھیں۔ ان ناشائستہ اور ناقابل قبول عورتوں کی مخالفت و مناکحت ہی کے باعث اکثر سادات کرام سے رخصت ہو گئیں۔ اگر یہ عادات جمیلہ کسی قوم سے رخصت ہو

جائیں تو پھر سطحِ ارض پر آدمی بطور بوجھ ایک جانور سے زیادہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

ساداتِ کرام کو غیر خاندانوں سے رشتے لینے کے باعث ہولناک نقصان کا سامنا ہوا اور یہ ایک ایسا نقصان ہے جو ناقابلِ تلافی ہے اور اس کی تلافی اب کسی طرح ممکن ہے تو اسی طرح کہ ساداتِ کرام آئندہ کے لیے ان شگافوں کو بند کریں جو اس سے قبل ان کی مراعاتی اور امتیازی صفوں میں پڑ گئے ہیں۔

یہ شگاف اسی طرح بند کئے جاسکتے ہیں کہ ساداتِ کرام تعارفِ شعوب و قبائل کے آسانی مفہوم کو سمجھیں۔ قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور خود کو اسوۂ حسنہ نبوت کی جانب لوٹالے جائیں اور اس قدر پیچھے مڑ جائیں کہ اسوۂ آلِ محمدؐ کے نمایاں طور پر علمبردار نظر آئیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو محال امر ہے۔ آج بھی آلِ محمدؐ علیہم السلام کی ذریت میں متعدد حضرات اسوۂ حسنہ آلِ محمدؐ کی منہاجِ مستقیم پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی خامی نظر آتی ہے تو ہمیں اپنے عمل سے اس کی کو دور کر دینا چاہیے اور مستقبل میں غیر خاندانوں سے مخالفت و مناکحت کا سلسلہ منقطع کر دینا چاہیے۔ جس قدر طوفانِ زوال کے گرداب میں ہم پھنس چکے ہیں وہ از بس کافی ہے اور ہمیں سعیِ بلیغ کرنی چاہیے کہ اس گرداب بلا سے نکل کر ساحلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

آج خدا کے فضل سے سیدانہوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ساداتِ کرام کو آپس میں رشتے کرنا چاہئیں اور جن لوگوں کے نسب میں شبہ نہیں ہے اور ضابطہ کی رو سے ان کی صحبتِ نسبی مسلم ہے ان کی آپس میں رشتہ داری ضرور ہونی چاہیے۔ ایک امیر گھرانے کے سادات کو غریب گھرانے سے رشتہ داری عار نہیں سمجھنا چاہئے اور قانونِ وراثت پر عمل کر کے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو حصہء وراثت دے کر مذہبی فرض سے سبکدوش ہونا لازمی ہے۔ یہی بہترین قدرتی مساوات ہے۔ ساداتِ کرام کا اعتراض ہے کہ ان سے باغِ فدک چھین لیا گیا اور سرکارِ دو عالم

کی وراثت سے سیدہ کو محروم کر دیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر کیا یہ بات درست نہیں کہ سادات کرام خود خاندانی وراثت پر پورا پورا عمل کر کے فتنہ و فساد کے شجر خبیث ہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں؟ مستحق اناث و ذکور کو ورثہ سے محروم کر کے کیوں مرتکب غفلت ہوتے ہیں۔ بقول مسیح علیہ السلام دوسروں کی آنکھ میں تیکا ڈھونڈ نکالتے ہیں اور اپنی آنکھ میں شہتیر تک نظر نہیں آتا۔

مرا اگرچہ بہ بت خانہ پرورش دادند

چکید از لب من آن کہ درد دل حرم است

تذکرہ مخدوم جہانیاں "کے فاضل مصنف مولوی سخاوت مرزا ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی،

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین حسین بخاری قدس اللہ سرہ الشریف کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

"سادات کی خصوصیت حلم و بردباری ہے۔ سادات کو اپنے جد کا حلق پیش نظر رکھنا

چاہیے۔ میں نے ارض مقدس کے محدثین سے پوچھا کہ بعض سادات ہندوستان غضبناک ہوتے ہیں یعنی ان کو غصہ بہت آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اپنے اجداد کے طریقے پر کاربند نہیں ہوتے؟ تو ان محدثین نے یہ وجہ بیان کی کہ بعض سادات غیر کفو میں اور دیہات کی لڑکیوں سے شادی نکاح کر لیتے ہیں یا لونڈیاں رکھ لیتے ہیں۔ اس لیے ان میں غیر کفو کا خون شامل ہو جاتا ہے اور تمثیلاً اپنے استاد محترم شیخ جمال الدین اوچی کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ قلندر آپ کے پاس مہمان رہے۔ شیخ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ شیخ نے روٹی اور روغن زرد (گھی) لاکر قلندروں کے آگے رکھ دیا تو قلندروں کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ ہمارے لئے روٹی اور گھی لائے ہو گوشت اور حلوہ کا کیوں انتظام نہیں کیا؟

آپ نے اپنی دستار سر سے اتاری اور سر جھکا دیا اور کہا کہ "لو مارو" سر حاضر ہے۔

قلندروں نے آپ کا حلم اور بردباری دیکھی تو لوہا یعنی بیخ شامہ ان کے ہاتھ سے گر پڑا اور

معذرت چاہی "۔ (تذکرہ مخدوم جہانیاں "ص ۷۷ اور ۷۸ مولوی سخاوت مرزا شیخ حیدرآباد دکن (۱۹۶۴)۔



## تحقیق مسئلہ کفو

حسب و نسب کا معاملہ آج کل کے ساداتِ کرام (جو من جملہ ذریعات آلِ محمد ہیں اور آلِ محمد من جملہ ذریعات آلِ ابراہیم ہیں) کا من گھڑت اور نوا ایجاد معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ کم از کم تمام سمپٹک (Somatic) نسل کا معاملہ ہے اور خاص طور پر آلِ ابراہیم کا شیوہ ابجاث، ان کی قومیت موعودہ کا معراجِ فضل و کمال اور من جملہ ان کی خصوصیات نسلی و دینی کے ہے۔ یہ معاملہ آج ایک مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہ متضاد نسل اور مخالف النسب اقوام و نسل کے باہمی میل جول اور اقدام و انضمام کے باعث افراط و تفریط کے طوفان میں بچکولے کھاتا رہا اور اس کی ماہیت و عدت نظروں سے اوجھل ہو جاتی رہی۔ بعض قومیں اس امتیاز کو کھو بیٹھی تھیں اور بعض اس راہ پر گامزن تھیں اور بعض ابھی تیار بیٹھی تھیں کہ آفتابِ ختم نبوت رحمت اللعالمین بڑی شان سے طلوع ہوا، تاریکیاں ماند پڑ گئیں، حقائقِ گم گشتہ نمایاں ہو گئے، مستور و مجبور حقیقتیں جلوہ طراز ہوئیں لیکن رحمت اللعالمین کے بعد پھر چاروں طرف سے تاریکیاں امنڈ آئیں۔ دوسرے ہزاروں امور کی طرح یہ معاملہ بھی روپوش سا ہو کر رہ گیا۔ اس کی شکل و صورت اجاگر نہ ہوئی لیکن خدو خال لوگوں نے تاڑ لیے تھے۔ سرکار نے اس معاملہ کو مختلف حیثیتوں سے جانچا۔ لوگوں کی فطرت کا مطالعہ کیا۔ پھوپھی زاد بہن زینبؓ جناب زینبؓ کو بیاہ دیں جو اصول و مناسباتِ مروجہ عصر نبوت کے بالکل خلاف اور بے جوڑ تھا۔ سرکار نے فطرتِ انسانی کا اس بارے میں مطالعہ کرنے کیلئے زینبؓ سے رشتہ تو کر دیا لیکن حکمتِ نبوت نے بتا دیا اور واقعات و



نتائج نے اس کی تصدیق کر دی کہ آل ابراہیم کی فطرت صالحہ کا مطالبہ کیا ہے؟ اور متنبی پن کی ایک غلط رسم جو غیر ابراہیمی اقوام کے ادخال و ادغام سے بڑ پکڑ چکی تھی اس کا کھولنا پن بھی منظر عام پر آ گیا کہ فطرت صالحہ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہنے اور قانونی شکل دینے کے بالکل خلاف ہے۔ فطرت سلیمہ نے حضرت زینبؓ کا زیدؓ سے اعلان بغاوت کر کے ثابت کر دیا کہ محض کہہ دینے سے نہ کوئی شخص کسی کا باپ بن سکتا ہے اور نہ کوئی شخص کسی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ اسے قانونی شکل نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اگر فطرت سلیمہ اس کا ساتھ دیتی تو زیدؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اس لیے قانوناً زینبؓ آپ کی بہو ہوتیں اور زینبؓ آنحضرت کے احترام کے باعث اور آپ کا منہ بولا بیٹا ہونے کے باعث زیدؓ سے نباہ کرتیں اور اسے اپنے خاندان کا فرد خیال کرتیں لیکن انہوں نے زیدؓ کو عربی النسل تو سمجھا لیکن ہاشمیت کا اطلاق اس پر نہیں دیکھا۔ پس زیدؓ سے علیحدگی ہو گئی۔ باہمی معاشرہ انجام نہ پاسکا۔ جتنا عرصہ زینبؓ رہیں بادلِ خواستہ اور سرکارِ نبوت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے باعث۔

استدراک :- یہاں سلسلہء کلام میں ذرا توقف کرتے ہوئے ایک خاص اعتراض کی پیش بندی کے طور پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیہء پاک مباہلہ کا نزول اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوری طور پر عمل پیرا ہونا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ تفہیم ربانی رہنمائی کیے جا رہی ہے اور حضور سر ایا نور علیہ السلام اس کی تکمیل میں سراپا عمل بن گئے ہیں۔ آیت مباہلہ کے نزول و مفہوم اور اس کی عملی تعبیر نے پورے پیغمبر پاک علیہم السلام کی تعریف و توصیف اور تخصیص فرمادی۔ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کے زیر سایہ اور آپ کے ہمرکاب جو چار مقدس ذاتیں ہیں، سب کا مقام و مرتبہ معیار ہدایت بن گیا ہے۔ بیٹی تو خود بیٹی ہے اس کا شوہر، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برادرِ برخود اور داماد و صداقت شعار ہے۔ اس

داماد کو بیٹے کے مرتبے میں رکھا جائے تو کیا قباحت ہے؟ اور حسینؑ تو بیٹے قرار پا ہی گئے ہیں۔ یہ آیت انہیں بیٹے قرار دیتی ہے۔ حضرت زیدؑ کا معاملہ یوں ہے کہ ان کے سلسلہ میں وحی الہی نے لسان رسالت سے اعلان کر لیا۔ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین"

اس آیت پاک نے ایک زیدؑ ہی نہیں بے شمار زید و بکر اور شیخ و شاب کی حتماً اور ابداً تردید کر دی کہ کوئی شخص کتنا بھی محبوب ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلیبی اور نسبی بیٹا نہیں ہے۔ لوگ اگر زیدؑ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا سمجھنے لگے تھے تو قرآن نے اس کا سد باب کر دیا۔ لوگوں کے کہنے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ان دونوں آیات زیر بحث سے لوگوں کے منسوب کردہ بیٹے کی تردید ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے قرار دادہ بیٹے حسینؑ ٹھہر گئے اور یہ اللہ کا فضل اور انعام ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ اصلاً اہل بیت کے فرد نہ تھے اور قانوناً بھی نہ تھے لیکن سرکار سرور یون و مکان نے سلمان فارسیؓ کو ان کی اخلاص مندی اور فداکاریوں کی بنا پر اپنے اہل بیت میں شمار کیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لطف و کرم تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرامؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو پورے انہماک سے اہل بیت کا خیر خواہ اور مخلص تصور کیا۔ زیدؑ کو حضورؐ نے بیٹا نہیں فرمایا تھا، لوگ ایسا سمجھتے تھے۔ خداوند دانا و بیٹا کی غیرت انہیں اہل بیتؓ گوارا نہ کر سکی اور تردید ہو گئی۔ سلمان فارسیؓ مقام اہل بیت کے ادائشاس اور خدمت گزار تھے۔ زبان رسالت نے انہیں اہل بیت میں بذات خود شمار کیا۔

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ امہات المؤمنینؓ کو قرآن پاک نے امہات المؤمنینؓ قرار دیا حالانکہ نسبی، نسلی اور قانونی حیثیت سے وہ امہات المؤمنینؓ عامہ نہ تھیں۔ یعنی ازواج النبیؐ کی صلیبی اولاد صرف صدیقہ و صدقہ کائنات خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے تھی۔ لیکن قرآن کریم نے ازواج النبیؐ کو "ازواجہ امہاتہم" قرار دے کر عام عورتوں اور نبیؐ کی بیویوں

میں حد فاصل قائم کر دی اور ان کا احترام ابداً جاری کر دیا۔ لوگ اگر کسی زوج النبیؐ کو اماں جی کہتے یا سمجھتے تو یہ ایک عام بات ہوتی۔

قرآن کی زبان نے یہ بات کہہ کر قیامت تک کے لئے ان کے اور ان کی اولادوں کے احترام و اعزاز پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس طرح ہر ایک مومن انسان کے لئے وہ قانوناً مائیں قرار پا گئیں۔ ظاہر ہے وہ نسبی مائیں نہیں ہیں لیکن قرآن نے انہیں حکماً مائیں قرار دے دیا ہے۔ یہی حال حسنینؑ کریمین کا ہے کہ ان کو کتاب و سنت کے حکمات اور تصریحات نے حضورؐ کے بیٹے قرار دیا ہے۔ اب اس پر برا سمجھتے ہونا اور معارضہ کرنا کسی بھی مومن کا کام نہیں ہے۔

اللہم صل علی محمد و آل محمد و بارک و سلم

حکمت نبوت سے آپؐ نے حضرت خدیجہؓ اور زینبؓ کے معاملہ میں فطرت سلیمہ کو مشاہدہ کر لیا اور پھر زینبؓ کو اپنے حوالہ عقد میں لے کر تمام غیر ابراہیمی مراسم کی تردید کر کے مسئلہ کفو کو عملاً چار چاند لگا دیے اور قیامت تک کے لیے مسئلہ کفو کو عملی حیثیت دے دی۔ فطرت سلیمہ کی پاسداری فرما کر اس کا احیاء کیا اور جہاں جہاں جاہلیت اور آل ابراہیم کے رجحانات و اختیارات سے متصادم مراسم مدغم ہو گئے ان کے تاریک پہلوؤں کی آپؐ نے قلبی کھول کے رکھ دی۔ ہم آل ابراہیمؑ کے اس مخصوص رجحان کو سر دست تاریخی حیثیت ہی سے دکھانا چاہتے ہیں اور علمی پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے۔ اگر ہم موجودہ عہد کو عبور کر کے کئی سو برس پیچھے لوٹ جائیں تو دیکھتے ہیں کہ اس وقت آل ابراہیمؑ کا مزاج کیسا تھا۔ ٹامس رابنسن تو راتِ فارسی کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ میلادِ مسیح اور بعثتِ ابراہیمؑ کے درمیان انیس سو اکیس سال (۱۹۲۱) کا فرق ہے۔ نیز یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے کہ جناب موسیٰؑ کی بعثت حضرت ابراہیمؑ سے تین سو چھیالیس (۳۴۶) سال بعد ہوئی اور ہمارے سرکار محمدؐ جناب مسیحؑ سے پانچ سو ستر (۵۷۰) برس بعد جلوہ طراز کائنات ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابراہیمؑ کے مابین دو ہزار چار سو اکتالیس (۲۴۹۱) برس کا

بعد ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی حضرت مسیحؑ سے انیس سو اکیس برس قبل بعثت ہوئی اور حضرت مسیحؑ کے میلاد مبارک کو آج ۲۰۰۳ برس ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت ابراہیمؑ سے آج تک تین ہزار نو سو برس ہوئے۔ بالفاظ دیگر جو امر محبوب آج سے چار ہزار برس قبل آل ابراہیمؑ میں رائج تھا وہ آج بھی رائج ہے اور خدا کی وسیع و عریض زمین پر صرف آل محمدؐ ہی ہیں جو ابراہیمؑ تک صحت نسب اور تطہیر نسل کے حامل ہیں۔ اتنی قدیم اور پرانی "نسلی شریعت" کو استدلال باطل اور اوہام و ظنون ناحق سے منسوخ و معدوم کر دینا مشرق و مغرب کے بعض لوگوں نے ایک کھیل سمجھ لیا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ فطرت کا تقیر و تبدل ان کے بس کی بات نہیں جس کی تبلیغ و تشہیر انبیائے کرامؑ نے فرمائی ہے اور اس کی وصیت کا اہتمام فرمایا ہے۔ آل اسماعیلؑ اس اہتمام کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔ الایہ کہ جو مجہول الکفایت ہوں۔ ایک واضح حوالہ ملاحظہ فرمائیے:-

"حضرت عیسیٰ اور حضرت یعقوبؑ دونوں بھائی ایک ہی وقت میں کیے بعد دیگرے اپنی والدہ ماجدہ کے لطن سے جوڑے کی صورت میں پیدا ہوئے تھے۔ پہلے حضرت عیسیٰ بعد کو حضرت یعقوبؑ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے۔ (آپ کا اصلی نام اسرائیل تھا) جب دونوں بھائی بڑے ہو کر عالم شباب کو پہنچے تو ان کے باپ حضرت اسحاق نے اپنے بھائی حضرت اسمعیلؑ کی بیٹی بشامتھ نام سے اپنے بڑے بیٹے عیسیٰؑ کا نکاح کر دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اسماعیلؑ نے حضرت اسحاق کو وصیت کی تھی کہ ملک عرب میں ہمارے نسب سے اور کوئی شخص موجود نہیں جس سے کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کروں۔ اس لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میری بیٹی بشامتھ کا بیاہ اپنے بڑے بیٹے عیسیٰؑ سے کر دینا۔ حضرت اسحاقؑ نے اس وصیت کے مطابق اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بڑے بیٹے عیسیٰؑ کے ساتھ کر دیا" (تاریخ گوجراں ص ۲۷۔ مولوی عبدالحق یا لکھنوی)

کم و بیش چار ہزار برس سے مسئلہ تشہیر نسل کفو اور امتیاز خاندان (Somatic) سمیک نسل کا سرنامہ اور آل ابراہیمؑ کا شیوہ رہا ہے۔ اس سے انکار کرنا نہ صرف سراسر جہالت ہے بلکہ ایک ناجائز بات کو خواہ مخواہ غلط ماحول اور برخود غلط اثرات کے تحت تسلیم کرنا اور کرانا ہوگا۔ ہم اس

طرز عمل کو ذہنی غلامی اور افلاس فکر و نظر سے تعبیر کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دے پاتے۔  
یہ حقیقت قدیمہ جواز بس کہ ایک معاملہ تھا۔ از بابِ جہل و ہوس نے اسے مسئلہ بنا  
دیا۔ اپنی تفصیلات و تاثرات میں اگرچہ آل انڈیش و دانشمند اصحاب علم و حقیقت کی نگاہ میں یہ  
اب بھی معاملہ ہی ہے۔ اس کے قدیم معاملہ ہونے اور اب مسئلہ ہونے کی نوعیت پر فاضل  
مصنف "کاویہ علی الغاویہ" نے بالغ نظری سے موازنہ کیا ہے۔ یہ کتاب مولوی محمد عالم آسی  
صاحب امرتسری کی تصنیف ہے۔ فاضل مؤلف نے اسے قادیانی مذہب اور بعض دیگر مذاہب  
باطلہ کے جدید ایشوز کی تردید میں بڑی قابلیت و محنت سے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کی تائید  
و تصدیق میں لاہور، امرتسر اور دیوبند کے ثقہ علماء نے اپنی مہریں ثبت کی ہیں۔ کتاب کے سوال  
نمبر ۵۶ "کاح زینب میں کمزوری پائی جاتی ہے؟ کے جواب میں فاضل مؤلف رقم طراز ہیں:-  
"آج شریف و وضع اور کفو و غیر کفو کی حیثیت کو تمدنِ یورپ پر نثار کر دیا گیا ہے اور  
تمام امتیازی آثار و مفاخر کو خیر باد کہہ کر صرف دھرتی ماتا کی اولاد ہونے کو مساوی طور پر قومیت اور  
کفو تصور کیا گیا ہے اور صرف دو ہی قومیں رہ گئی ہیں۔ مغربی قومیت اور مشرقی قومیت اور وہ بھی  
توالد و تناسل میں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اب اس حالت میں جب کہ ہم اپنی قومیت اور  
امتیازات خصوصی کو بالکل کھو بیٹھے ہیں ہمیں معذور سمجھا گیا ہے کہ ہم غیرت اور عصیت یا کفو اور  
قومیت کے امتیازی مفاخر و آثار کو یہ نظر تحقیر دیکھیں اس لئے کاح زینب میں موجودہ  
طرز معاشرت کو نظر انداز کر کے اگر خود مشرقی غیرت اور تعصب قومی کو جو آج سے دس سال قبل  
ہم میں خود موجود تھی۔ مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ اگر غیر قوم میں شادی ہو جائے تو  
بیوی کی ناراضگی سے وہ معاہدہ فسخ کرانا ہی اخلاقی فرض ہو جاتا ہے۔ حضرت زینبؓ قریشی اور  
ہاشمی النسل حضورؐ کے بہترین رشتہ داروں کی ایک پاکیزہ، باغیرت اور پاک دامن عورت تھی وہ  
کب گورا کر سکتی تھی کہ زیدؓ سے جو صرف عربی النسل ہی تھا اور غلامی کی کمزوری اس کے آثار مفاخر  
کو کھلا چکی تھی، دیر تک کاح قائم رکھتی۔ گو شروع میں اس نے اپنی طبیعت پر دباؤ ڈال کر حکم

اطاعتِ رسولؐ تسلیمِ خم کر دیا تھا۔ مگر فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر اس امر کی متقاضی ہو رہی تھی کہ اپنے کفو کے اندر ہی دوسری ہم عصر عورتوں کی طرح باعزت و توقیر کی زندگی بسر کرے اور اس قسم کا خدشہ خود حضورؐ کے دل میں بھی پیدا ہو گیا تھا مگر ظاہری معاہدہ نکاح کی پاس خاطر کو ملحوظ رکھ کر حضورؐ بھی فسخ نکاح پر زور نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ نہ نبؐ اس تحقیر آمیز نکاح کو پسند نہیں کرتی تو اس کے حسبِ نشاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے نکاح میں لے لیا تاکہ جو کمزوری وہ دیکھ چکی تھی۔ اس کا تدارک اور اندامِ کامل طور پر ہو جائے اور اخلاقی طور پر یہ معاملہ سدھر جائے۔ اب اگر اخلاقی کمزوری کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شیفتگی کا الزام پیدا کیا جائے تو اس کی ذمہ دار وہ چند بے اصل روایات ہیں جو اسلام کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں ہیں اور یا ہماری اخلاقی کمزوری ذمہ دار ہے جب کہ ہم مسئلہ کفو کو چھوڑ کر سید، مرانی، راجپوت اور جولاہا کو ایک درجہ سمجھ کر رشتہ داری عطا کر لیتے ہیں۔"

(کاویٹی الفاویہ ص ۹۲-۹۳-۹۴ تا ۱۹۳۱ء)

قدامت کفو اور اس کے خلاف رجحاناتِ جدید کا فاضل مولف نے موازنہ اور تحقیق فرمائی ہے۔ عام طور پر مذہبی اور اعتقادی نظر سے سطحِ بین نظریں اسے محلِ نظر پائیں گی، لیکن وسعتِ نظری سے کام لیا جائے تو آلِ ابراہیم آلِ قریش اور آلِ محمدؐ کا طرزِ عمل اس باب میں بحث کا مرکزی نکتہ ہے اور صاف طور پر یہ بات نظر آ رہی ہے کسی بھی معاملہ کی نوعیت اور مسئلہ کی کیفیت کو واضح کرنے کے لیے تیسری و تنقیدی اور علمی و تحقیقی پہلو اختیار کرنے کا یہی موزوں اور مناسب اسلوب ہے۔ اس قدیم واقعہ کے باب میں مصنف "آئینہ قریش" نے (جو بذاتِ خود "قرشیت" کے مدعی ہیں) ساداتِ کرام کے طرزِ عمل پر تبصرہ اور تائید و حمایت کا فرض ادا کرنے کی مبارک سعی کی ہے۔ تاہم حقیقت بجائے خود حقیقت ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"فرقہ سیدوں پنجاب، کشمیر، پونچھ کے اندر اس بارے میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں وہ حتی المقدور اپنی قوم مشہور سیدوں میں داخل دیتے ہیں گویا اس فرقہ سیدوں میں قریش کے پرانے درجہ تاقم ہیں۔ مملکت ایران، افغانستان اور دیگر صوبہ جات ہندوستان میں اس بات کی

پابندی کم دکھائی دیتی ہے لیکن سادات کرام سے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم قریشی نہیں ہیں۔ ہم سید ہیں یہ سخت غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنی نسل کو قریشی پھر سید بیان کیا کریں اور دیگر ان برادران قریش سے طبعی طور پر متفرق نہ کیا کریں کیونکہ سب اہل قریش ایک شجر کی شاخیں ہیں اور اس شجر کا نام نصر بن کنانہ ہے۔ البتہ رشتہ ناطہ میں انہوں نے جو تمیزی درجہ حاصل کیا ہوا ہے میں اس سے نہایت خوش ہوں۔ اس وجہ سے کہ ایک تو آل رسول ہونے کی وجہ سے سید سب قریش میں سردار ہیں اور سردار قوم کے لئے دیگر قوم سے کچھ نہ کچھ امتیاز لازمی ہے اور قوم کو بھی اپنے سردار یا اس کی اولاد سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اعدا ہمسری سے بے ادبی واقع ہو کر سردار غیر سردار میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہتی اور نظام قوم میں افراتفری پڑ جاتی ہے۔ دوئم یہ کہ اگر اخلاقی اور صوفیانہ نظر اور مشرب سے دیکھا جائے تو یہ فرقہ سیدان قریشی اس رسول کی آل سے ہیں جس کی ذات قدس تک جاری تمام آخری امیدیں وابستہ و بیوستہ ہیں۔ تو پھر ہم کون ہیں کہ اس فخر موجودات کی آل سے دعویٰ ہمسری کی جرأت اور بیباکی کر سکیں۔ اس لحاظ سے ہمیں بجائے ان کی برابری کرنے کے، خاکساری ہزار درجہ افضل و اولیٰ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم دیگر فرقہ جات آل قریش ہندوستان نے اپنی امتیاز نسلی کو مخلوط کر دیا ہے۔ یعنی ہم ڈھونڈ قریشیوں یا اعوان قطب شاہیوں نے یا اوروں نے دوسری قوموں یعنی غیر کفو سے مساوی طور پر ناطہ رشتہ کر لیے ہیں۔ اس سبب سے ہم لوگوں نے وہ شرف زائل کر دیا ہے اور ہمارے سید قریشیوں نے اس امتیاز کو باقی اور برقرار رکھا ہوا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اب سادات کرام بھی ہم میں مخلوط ہو کر اس قومی بزرگی و برتری کو کھو بیٹھیں۔ روایات قریش کو قائم رکھنے والے ہم میں سید صاحبان زندہ مشعل موجود ہیں۔ بس نظر برحالات ہم باقی برادری قریش کے لیے لازم آتا ہے کہ ہم سید قریشیوں کے اس اعزاز اور امتیاز نسلی کو پاسداری اور مستحکم رکھنے میں تاجان امداد دیویں۔ جس سے یہ ایک علامت قوم قریش کی دنیا میں مدت العمر قائم رہ سکے۔

حیرتی اپنی رائے معاملات رشتہ داری ہمراہ اقوام دیگر آل قریش سے اسی قدر ہے جس قدر

فقہائے شرح و قریہ و ہدایہ میں بحوالہ اقوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضاحت سے بیان کی ہے۔ (آئینہ قریش ۳۱ سردار محمد اکرم خان ڈھوڑہ قریشی عباسی پونچھ)۔

ایران و افغانستان اور صوبجات متحدہ کے بارے میں سردار صاحب موصوف نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ کہیں تو نام نہاد سیدیوں نے جو معتید ہیں اس دیوار کو پھاندا ہے اور محض شخصی اغراض کے لئے کمزوری دکھائی ہے۔ نیز بعض واقعات من گھڑت منسوب ہیں۔ جو سادات کرام کی رسوائی اور توہین کے لیے تراشے گئے ہیں تاکہ اس پہلو سے بھی ان کے وقار و احترام کو ملیا میٹ کیا جائے۔ یہ تمام کارستانیاں ان لوگوں کی جانب سے ہیں جو خوارج کی ڈڑیاں یا ان کے خواجہ تاش اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بندگان ہوں و نش ہیں۔

اس امر میں بھی عموماً وسعت نظری کے ساتھ غور کرنے کے باعث غلط اندیشی پیدا نہیں ہوتی کہ سادات بذات خود ایک مستقل جماعت ہیں جو اگرچہ بلاشبہ قریش سے نکلے ہیں لیکن اپنی ہستی میں منفرد ہیں اور کوئی بھی ان کا سہیم و شریک نہیں۔ قریش میں ابو جہل عتبہ اور ولید بھی تھے۔ مگر بنو ہاشم ان میں بہر حال ممتاز خاندان تھے اور بنو ہاشم سے آل محمد بالکل ممتاز ہیں۔ آل محمد ایک جدا خاندان ہے اور وہ تمام خاندانوں سے زیادہ ممتاز اور معتبر ہے۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط





## تحقیق مزید

### مسئلہ کفو اور شیعہ حضرات

شیعہ حضرات بھی مسئلہ کفو کے مجوز ہیں اور اس کی اہمیت و ضرورت پر زور دیتے ہیں اور اس پر وہ سادات کرام کا تعامل بتلاتے ہیں۔ ایک ایسا امر مشروع کہ جس پر اسلام کے دو عظیم انشان فرقے پوری قوت کے ساتھ متفق ہیں۔ اس سے انکار کیوں کیا جائے؟ جبکہ عقل و نقل اس کے معاون و مؤید ہیں اور فکر و نظر حامی و مددگار! بعض شیعہ کتب سے ذیل کے اقتباسات لائق توجہ ہیں۔

☆ "نقل عن ابن الجنید انه اعتبر فمن حرم عليهم الصدقة ان لا يتزوج فيهم إلا فهم لئلا يستحل بذلك الصدقة من حرمت عليه اذا كان الولد منسوباً بالی من لا تحل له الصدقة" (مرآة العقول ج ۳ شرح فروع کافی ج ۱ ص ۴۳۸ طبع طهران)

(ترجمہ) ابن جنید سے منقول ہے کہ جن حضرات پر صدقہ حرام ہے بوجہ قربت رسول خدا ان کی لڑکیوں کا نکاح ان کے علاوہ غیر قوم میں ہونا منع ہے تا صدقہ حلال نہ ہو جائے ان پر کہ جن پر کہ حرام تھا بوجہ تامل کے یعنی اگر غیر قوم میں حضرات مذکورین کی لڑکیوں کا نکاح جائز قرار پائے تو اس صورت میں اس نکاح سے جو بچہ پیدا ہوگا اس پر صدقہ حلال ہو جائے گا حالانکہ اس کی ماں پر صدقہ حرام ہے۔

☆ "الرابعة عشر الكفاية بالحد والفتح وهي تساوي الزوجين في

### الاسلام و الايمان

(ترجمہ) یعنی چودھویں شرط نکاح کے لیے یہ ہے کہ بیوی خاوند اسلام و ایمان میں مساوی ہوں۔ (شرح لحدیث کتاب النکاح ص ۸ طبع طہران)

”البتہ اگر مرد مومن ہو اور عورت ایسے اسلامی فرقہ سے ہو کہ وہ محکوم یہ کفر نہ ہو تو زوجہ کی طرف سے مساوات کی شرط اڑ جاتی ہے۔ اس عبارت میں چونکہ کفوئے مراد اسلام لیا گیا ہے بنا بریں بعض نا فہم، بے ادب، گستاخ اور ردیے، سید زادی کا نکاح معاذ اللہ جلا ہے اور موچی کے ساتھ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ یہ مومن ہیں لہذا ان سے بھی نکاح جائز ہے“۔ (مناقب ناخرہ فی عترۃ الظاہرہ ص ۲۰۸)

”اسلام دو قسم ہے، اسلام بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا۔ دوئم اسلام بالواسطہ پیغمبروں یا اماموں یا مولویوں کا سکھایا ہوا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم اجداد رسول خدا و علی مرتضیٰ کا اسلام بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا ہے۔ پس اولاد علی مرتضیٰ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام میں وہ شخص ہم کفو ہوگا جس کے آباؤ اجداد کا اسلام ان کے آباؤ اجداد کی طرح بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا ہو“۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے۔

☆ "عن عائشہ مرفوعاً قال جبرائیل قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجلا و جلا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم (اخرجه احمد فی المناقب ینابیع المودۃ) صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ مصر

”یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل نے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب میں گشت کیا۔ پس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم سے کسی کو افضل نہیں دیکھا چونکہ اولاد رسول خدا و علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اسلام بلا واسطہ ہے ان کا کوئی ہم کفو

نہیں۔ اس لیے تمام سادات اولاد رسولؐ کا اس امر پر اجماع ہے کہ نکاح سیدہ علویہ کا اپنی قوم کے سوا غیر قوم میں ناجائز و باطل ہے۔" (مناقب فاخرہ فی عمرۃ الطاہرہ ص ۲۰۹)۔

☆ "جرى عمل ساداتنا علویین الحسینین والحسینین رضوان اللہ علیہم قديما وحديثا انہم لا یزوجون بنا تہم الا من شريف صحيح النسب غير مهممل على هذا النسب العظيم ولا یجرون یزوجها بغير شريف وان رضیت ورضی ولیہامثلا لا نہم یردون ان الحق فی هذا النسب الطاهرہ راجع لكل من انتسب الى الحسنین صلوة اللہ علیہما لا للمرءة ولیہا فقط ورضا جمع اولاد الحسنین ذالك متعذر وعلی هذا العمل الى الآن و ہم نعم الا سوة اذ فیہم من الفقهاء والصلحاء والاقطاب والا ولیاء من لا یسوغ لنا ان تخالفہم فیما اسوة و درجوا علیہ ولا یسعنا غیرا السیر بسیرا نہم والا قتدار بہم ولہم اختیارات و الا نظار لا مطمع للفقیہ فی ادراک اسرار ہم"

(رہقہ الصادق بن جعفر نائل نبی الہدی ص ۲۲ طیبہ مصر)

"یعنی سادات کرام اولاد حسین رضی اللہ عنہم ابتداء سے آج تک ان کا اس پر عملدرآمد ہے کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح صحیح النسب سید کے علاوہ اور کسی سے نہیں کرتے بوجہ رشک کرنے ان کے کہ اس نسب عظیم القدر پر کیونکر اسلام میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں۔ بوجہ اسلام بلا واسطہ کے ان کے اجداد میں اور سادات عالی درجات جائز نہیں قرار دیتے نکاح اپنی لڑکیوں کے سوائے سید صحیح النسب کے۔ اگرچہ کوئی لڑکی ان میں سے بمعہ اپنی ولی جائز کے غیر صحیح النسب سید کے نکاح پر راضی ہو جائے بطور مثال اس واسطے کہ سادات اس معاملہ میں جمع سادات کا حق ولایت لازم قرار دیتے ہیں اور جمع سادات کا اس امر میں راضی ہونا مشکل ہے اور ابتداء سے اس وقت تک سادات کا یہی دستور العمل ہے اور ہمارے بزرگ سادات پیشوائی اور تاسی کے قابل ہیں کیونکہ ان میں صلحاء، اقطاب اور اولیاء تھے جن کی مخالفت کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ان امور شرعیہ میں جن

کے وہ جملہ اپنے اجداد طاہرین کے موجد اور عامل تھے۔ پس لامحالہ ہم کو ان کی سیرت و تعامل کی اقتدا کرنی چاہیے کیونکہ یہ باعث علم صدری حاصل کرنے ان کے معصومین سے ان کی نظر ان امور شرعیہ پر پہنچتی ہے۔ جن تک فقیہ محض کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔

متذکرہ فوق اقتباسات اس قدر جامع اور پرزور شواہد ہیں کہ ان پر کیا اضافہ کیا جائے؟

حرمت صدقات سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ بے حد جاذب توجہ اور قابل پذیرائی ہے۔ اسی طرح دوسرا اقتباس قانونی اعتبار سے بہت ہی قابل قدر اور حقیقی واقعات کا آئینہ ہے۔ بلاشبہ سادات کرام کا یہی مسلک ہے۔ محض اضافہ معلومات کے لیے شیعہ حضرات کے افکار بھی اس سلسلہ میں درج کر دیے ہیں ورنہ گزشتہ صفحات پر اتنی بحث و تشریح کے بعد اب ان کی چنداں ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی۔ علامہ سید سلیمان ندوی سے متعلق کتب خیال کے لوگ ذرا خدا کا خوف کر کے اور جذبات سے کام نہ لیتے ہوئے واقعات کی روشنی میں دیکھیں۔ کتاب و سنت کی تجلیات پر اپنی ذاتی رائے، خواہش اور ذاتی اجتہادات کے پردے ڈالنے کی ناکام کوشش نہ فرمائیں۔ علامہ موصوف کا احترام ہمیں ملحوظ ہے اور ان کا تعاقب ناگوار خاطر، لیکن سادات کرام کے احترام و ناموس کا مقام ان سے کہیں زیادہ واجب الاحترام ہے اور یہی بات ہے کہ توجہ کی گئی ہے۔ شیعہ حضرات کے طرز عمل کے خلاف خود میں نے تنقید کی ہے اور پوری دیانت داری سے شکایت کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس شکایت میں میں منفرد نہیں ہوں بلکہ خود اثنا عشری مسلک کے سادات کرام بھی ان علماء کی شکایت کرتے ہیں اور اظہار بیزاری بھی ردا رکھتے ہیں۔

مولانا سید احمد شاہ (مرحوم) جو شیعہ عالم تھے فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ بمصداق چہ ولا در است و ذرے کہ بکف چراغ دارد“

"سند ممتاز الافاضلی و صدر الافاضلی و ملک العلمائی کے دم مارتے ہیں اور سادات کے مقابلہ میں امیر شام کی طرح فخر و تکبر سے کام لیتے ہیں لیکن فی الواقع علماء اسلام کا اجازہ تو بجائے خود ان کے پاس علمائے یہود و نصاریٰ کا بھی اجازہ نہیں ہے اگر ہے تو مرد میدان بنیں اور اپنے اجازہ کو پبلک میں پیش کریں"۔ (مناقب فاخرہ ص ۹۹ مولانا سید احمد شاہ (مرحوم)، راولپنڈی)

"جن گروہوں کی تعظیم و تکریم واجب اور احترام یقینی ہے ان میں سلسلہ جلیل القدر سادات علویہ ہیں کہ ان کی سچی و دائمی محبت پر قائم رہنا اجر رسالت و مردانی نبوت ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اس شخص کے لیے میری شفاعت واجب ہے جو اعانت کرے میری اولاد کی ہاتھ سے، زبان سے، مال سے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں چار شخصوں کی ضرور شفاعت کروں گا اگرچہ وہ تمام دنیا کے گناہوں کے مرتکب ہوں۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا، میری اولاد کی حاجت بر لانے والا، میری اولاد مضطر کے معاملات اضطراری میں سچی کرنے والا، دل اور زبان سے میری اولاد کی محبت کرنے والا۔ سرکار نے فرمایا میری نیک اولاد کی تعظیم و تکریم خداوند کریم کی خوشی کے لیے کرو اور میری گناہ گار اولاد کی تعظیم میری خوشی کے لیے کرو"۔ (معراج السعادت ص ۱۹۹)۔

"خمس دینے والے حضرات خمس دینے میں سادات پر احسان کرنے کے خیال اور خود کو بزرگ سمجھنے کے وہم سے سخت پرہیز کریں اور عاجزی و فروتنی سے سادات کے مقابلہ میں کام لیں۔ نہ یہ کہ رذیلوں اور سفلوں کی طرح اگر وہ تھوڑا سا خمس نکالتے ہیں تو سخت بد خوئی اور درشتی سے سید محتاج کو دے کر خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو ز خرید کر لیا ہے بلکہ اپنے آپ کو اس کا خدا سمجھتے ہیں اور اس بات سے غافل ہیں کہ تمام دنیا کا مال بلکہ تمام جہان بظہیل برکت وجود بزرگوار سادات کے پیدا کیا گیا ہے اور تمام مخلوق کو سادات کے اجداد طاہرین علیہم السلام کے فیض سے رزق ملتا ہے اور برسات برکوت و رحمت آسمان سے زمین پر انہی حضرات کے جبرائیل کے لحاظ سے برستا ہے"۔ (مناقب فاخرہ ص ۲۰۷)۔

”ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی آمدن و منفعت سے بعد از مصارف حیثیت خود خمس نکال کر بموجب ہدایت مجتہدین حقداروں کو پہنچائے ورنہ اپنے آپ کو مومن نہ سمجھے اور اس معیار کے لحاظ سے ہمارے ملک میں اکثر لوگوں کا مومن کہلانا گویا ایک مہمل کلمہ ہے جس کی ماہیت کا کسی کو علم نہیں اور حقوق سادات کے لحاظ سے اکثر مومنیت کے مدعی غاصبین و ظالمین اہل عباس کے ہم پلہ ہیں اور اسی وجہ سے سادات کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے۔“

(مناقب فاخرہ معترۃ الطاہرہ ص ۲۰۷ مولانا حکیم سید احمد شاہ مرحوم، راولپنڈی)۔



## کیا سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے؟

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ایک نابینا شخص حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت میمونہؓ کو پردہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ نابینا ہے جو ہم کو نہیں دیکھتا؟ تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اس کو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے ویسے ہی عورتوں کو مردوں کی طرف ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ سے فرمایا:-

☆ انه ليس عليك باس انما هو ابوك و غلامك

(ترجمہ) البتہ تجھ کو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ غلام کو محارم کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس کو اپنی سیدہ کی طرف رغبت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کی طرف رغبت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اس کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور مابین ان کے پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور یہ سب صفات محارم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ محرمہ میں رغبت کم ہونے کا باعث ہے اور نا امیدی طمع کے منقطع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلبی نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے۔ پس اس واسطے قدرتی

سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو۔"

(حجۃ اللہ الاولیاء مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۹۳)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حسب عادت جو حکمتیں اور اسرار بیان کئے ہیں وہ بجائے خود ایک گراں مایہ متاع ہیں اور لائق قدر و اعتماد! چونکہ یہ مقام ہماری بحث کے اہم ترین اور نازک تر موضوعات سے ہے۔ اس لیے اس موقع کی مناسبت سے ہم یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔ قرآن بتا رہے ہیں کہ یہ ارشادات پردہ، حکم پردہ کے بعد صادر ہوئے ہیں اور اسی لیے سرکارِ پردہ کا اہتمام فرما رہے ہیں اور چونکہ یہ حکم ہے اس لیے حضور اس حکم کی تعمیل فرما رہے ہیں۔

یہ نابینا شخص ایک صحابیؓ تھے اور آنکھوں کی بصارت سے محروم، سرکارِ نبوت مدار علیہ السلام نے امہات المؤمنینؓ، جو اس وقت موجود تھیں، انہیں پردہ کا حکم دیا کیونکہ نابینا صحابیؓ قریب آچکے تھے۔ بلاشبہ امہات المؤمنینؓ نے پردہ کر لیا لیکن سرکار سے دریافت کیا کہ جو اندھا ہے ہمیں کیا دیکھے گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نہیں دیکھتا تو تم تو اسے دیکھتی ہو۔ اگر اس کی بینائی بحال ہوتی تو اسے باہر روک دیا جاتا اور اگر وہ حکم پردہ سے باخبر ہوتا تو اندر نہ آتا۔ غالباً ان صحابیؓ نے محسوس کیا کہ وہ نابینا ہیں کسی کو دیکھتے نہیں ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا انہیں اندر آنے میں تاہل نہ ہوا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ محترمات کو متنبہ کیا تو انہوں نے پردہ کر لیا۔ مگر معترض ہوئیں اور یہ اعتراض ایک گونہ بجا تھا کہ پردہ کی نئی نئی ترویج تھی، ابھی پردہ کے تمام پہلو روبرو کار نہیں آئے تھے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس جانب توجہ دلانا بھی اس حکم کے اسرار و بصائر پر مبنی تھا۔ اگر نابینا نہیں دیکھتا تو تم تو بینا ہو، دیکھتی ہو اتنی حکم اور معقول بات ہے کہ مسند نبوت کے شایان شان ہے۔ اس پاکیزہ مجلس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی صاحبہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ بھی حاضر تھیں۔ غالباً انہوں نے بھی استفسار فرمایا کہ امہات المؤمنینؓ نے تو پردہ کر لیا میرے لیے کیا حکم ہے، کیا میں بھی پردہ کروں۔



امہات المؤمنینؓ نے معترضانہ حیثیت سے استفسار کیا اور اس طاہرہ نے استفہاماً دریافت کیا۔ اس ادا شناس مزاج نبوت اور تربیت یافتہ آغوش الہامِ دوہی نے اپنے اعتبار امتیاز کو بروئے کار لانے کے لیے دریافت کیا کہ تمیز حیثیت اور فرق مراتب کی تحصیل کامل ہو جائے۔ چنانچہ سرکارؐ نے امہات المؤمنینؓ کو تو پردہ کا کہا لیکن اپنی لخت جگر کو "انہ لیس علیک باس انما هو ابوک و غلامک" "کافرمان حقیقت نشان صادر کر دیا۔ حالات و واقعات کی رفتار اور موقع کی تقریب نے واضح کر دیا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی جناب سیدہ طاہرہ کی فضیلت و عظمت اور عصمت و طہارت کی جیتی جاگتی زندہ و جاوید شہادت ہے۔ جناب سیدہ کی بصری طہارت، قلبی طہارت، روحانی طہارت، عملی طہارت، فکری و نظری طہارت اور ذہنی و دماغی طہارت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی طہارت پر بھی قوی تر حجت قاطع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ربانی معصومیت کے لیے ایک سلطان ربانی ہے۔

غور فرمائیے۔ ایک شخص نابینا ہے، صحابی ہے، اہل مجلس سے ہے۔ خدام میں ہے، خدمت گارو چا کر ہے۔ روزمرہ کا تابعدار ہے۔ ازواجِ مطہرات کو اس سے پردہ کرانا اور من جملہ بناتِ طاہرات کے صرف ایک بیٹی کو کہہ دینا کہ "انہ لیس علیک باس انما هو ابوک و غلامک" آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تمیز و تفریق کیوں؟ یہ امتیاز و اعتبار کس لیے؟ ایک ہی ضرورت اور خدشہ کے دو متضاد پہلو کس طرح ہیں؟ جو بات ازواج کے لیے مکروہ و مردود اور حرام و ناروا ہے وہی بات ایک مخصوص بیٹی کے لیے جائز و مسنون اور قابلِ حسن و صحت! ایک ہی صورت حال میں نتائج کیوں مختلف ہیں؟ ایک ہی واقعہ کے دو متضاد اور بالکل متباہن پہلوؤں کی کوئی نہ کوئی وجہ خاص ضرور ہے۔

وہ نابینا صحابی یقیناً پاک باز و پاک دل انسان تھا۔ ازواج کو روکنا کیا معنی؟ درحقیقت وجہ یہ ہے کہ ازواج کی تربیت و تہذیب کسی اور ماحول میں ہوئی تھی۔ ان کی

اصلاح و تہذیب کی توجہ ہر حال ضرورت داعی تھی، اس لیے ان کو مقام نبوت کی تعلیمات سے روشناس کرانا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ بے خبر تھیں، لیکن دوسری طرف طاہرہ نے نبوت کی آغوش میں آنکھ کھولی اور نبوت و رسالت ہی کی گود میں پرورش پائی تھی۔ جبریل و ملائک اور وحی و الہام کا جو گھر نشین تھا اس میں اپنی جوانی کو پہنچیں اور آسمانی تہذیب و حضارت اور ربانی اخلاق و شمائل کے زیورات سے زیبائش پذیر ہوئیں۔ چنانچہ آپ حسن صورت اور حسن سیرت کی بے مثال تصویر تھیں حسب و نسب میں یکتا، آب و جد یکتا، شکل و صورت میں منفرد، تہذیب و اخلاق میں بے نظیر، عقل و ہنر میں عدیل، علم و عرفان میں گوہر بے بہا، نام فاطمہ الزہراء و خیر مصطفیٰ زوجہ علی مرتضیٰ اور پھر بعد میں ام امام حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا اور بدرجہ آخر ام آلہ السلام و الشہداء۔

ازواج زیر تعلیم و تربیت تھیں، ان کی درستی و اصلاح مطلوب تھی لیکن سیدہ طاہرہ تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ تھیں۔ ان کے لیے مقام تکمیل کے دروازے کھول دیئے منظور تھے۔

یہ رتبہ بلند، ملا، جس کو مل گیا  
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

چنانچہ سیدہ طاہرہ سے فرمایا یہ بوڑھا سوائے اس کے اور کیا ہے کہ تیرا باپ ہے اور تیرا چاکر بھی یا یوں جان لو کہ یہ بوڑھا بڑھا پے کے باعث تیرے باپ کی طرح ہے اور تیرا غلام ہے یا یہ بوڑھا تیرا باپ ہے اور تیرا بیٹا بھی، باپ پر بیٹی حرام ہوتی ہے اور بیٹے پر ماں حرام ہوتی ہے اور پھر کیا بعید ہے کہ سرکار نے فراست نبوت کی بنا پر اس بوڑھے کی جو اندرونی کیفیت اور سوچ فاطمہ الزہراء کی نسبت تھی، اُسے جانچتے ہوئے اور اس کے جذبات و احساسات کو سراہتے ہوئے، اپنی زبان مبارک سے اس کی ترجمانی فرمائی ہو اور یوں اس کے ایمان و یقین کو تاج قیامت

بقائے دوام کی سند دے دی ہو۔

بوڑھے نے سمجھا کہ بتقاضائے سن و سال میں، ان کے باپ ساہوں اور سیدہ کی بزرگی و شان کے ہوتے ہوئے میں ان کے بیٹے ساہوں اور پوں بھی وہ ناپینا بوڑھے صحابی حضرت طاہرہ کے بمنزلہ باپ اور بیٹے ہی کے تھے اور خاص طور پر یہ بات بھی یہاں سے مستفاد ہوئی کہ ازواجِ مطہرات کی اولاد نہیں تھی اور نہ قدرت نے ان کی اولاد کا انتظام فرمایا تھا چونکہ ان کا معاملہ وقتی تھا، ایک مخصوص زمانے تک کے لیے تھا۔ لہذا ان کے لیے الگ حکم ٹھہرایا گیا۔ اس کے برعکس قدرت نے سیدہ طاہرہ کی اولاد کا انتظام اپنی ربوبیت و خلقت کے زیر حمایت کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے لیے الگ حکم ٹھہرایا گیا۔

چونکہ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی عصمت و حرمت اور طہارت و نجابت کا تقرر و تعیین اس نہج سے ضروری تھا کہ آئندہ کے لیے ایک ضابطہ اور قانون قرار یا جائے کہ ان کی طہارت و نجابت اور عزت و حرمت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اسی لیے اس موقع پر ازواج کو پردہ کا حکم دیا گیا اور سیدہ طاہرہ کو یہ حکم نہیں دیا گیا، کیونکہ سیدہ کا مقام الگ ہے۔ ان کا مقام رفیع، عمومی پردہ کے آداب و قیود سے کہیں بالاتر ہے۔ بوڑھے ان کے لیے بمنزلہ باپ کے تھے اور دوسرے بمنزلہ چاکروں اور بیٹوں کے تھے۔ ان سے آپ کیا پردہ کرتیں؟ بیٹی کا باپ سے پردہ کیا معنی؟ اور ماں کا بیٹے سے کیا پردہ؟ پردہ تو غیر محرموں کے لیے نہ کہ محرموں کے لیے۔

آیہء مہملہ میں "نساء نا" سے مراد جناب زہرا ہی ہیں اور وہی واقعاتی مصداق۔ سورۃ احزاب میں ازواج النبی کو "یللنساء النبی لستنّ کا حد من النساء بکم" کہا گیا ہے۔ گویا "نساء" کا لفظ ازواج اور بنات پر حاوی ہے اور متذکرہ فوق مقام تفریق و تمیز کو اگر ہم بغور دیکھیں اور یہاں اعتباری معنی میں جناب زہرا ہی کا اعتبار کریں تو پھر باور کریں گے کہ قرآن کی زبان میں جناب زہرا دیگر خواتین کی نسبت منفرد و ممتاز ہیں۔ اس طرح ازواج کے لیے الگ حکم ٹھہرا اور ان کے لیے الگ۔ یہ امر واضح رہتا چاہیے کہ ازواج النبی نسبتاً امہات نہیں

ہیں بلکہ حکماً و مصلحتاً امہات المؤمنین قرار دی گئی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی مصلحت ہے اور حق یہ ہے کہ خداوند کریم بڑے ہی غیر تمند ہیں۔ اسی طرح حضور نبی کریمؐ بھی بدرجہء عنایت غیور و باشعور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت و حیا اور شرم و ناموس سے متعلق پاسداری لازمی قرار پائی اور اللہ تعالیٰ کو بطور خاص ان کی دلجوئی، اطمینان اور غیرت مندی منظور خاطر ہوئی، جس کی خاطر مستقل طور پر قرآن میں آیت کی تزییل ہوئی۔

زیر بحث حدیث ہی کی طرز کے دیگر شواہد جو اقوال و اعمال سرکار نبوت سے مستنیر ہیں، کے پیش نظر سیدہ طاہرہ کی نسبت کسی قسم کی بھی ادنیٰ ترین بے اعتمادی چونکہ ان کی عصمت و حرمت اور عزت و طہارت کے باب میں پوشیدہ نہ تھی پھر بتائیدر بانی فراست نبوت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ علی مرتضیٰ کی زوجیت ہی میں، جناب سیدہ کے تھوڑا عرصہ بعد، آپ دنیا سے رخصت ہوں گی۔ چنانچہ آپ کے لیے کسی اور صراحت کی کیا حاجت تھی؟ معاملہ بالکل صاف تھا۔ ازواج کی نسبت خلش تھی تو اس کا دو ٹوک فیصلہ خدا کی وحی اٹل نے کر دیا۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم (سورہ احزاب) یہاں حکماً ازواج کو امہات مؤمنین قرار دیا گیا۔ پھر اسی سورۃ میں دوسری جگہ اس بات کی ایک اور طرز جدید اور اسلوب تازہ کے ساتھ توثیق کی گئی

☆ "لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدأ" (سورہ احزاب)

(ترجمہ) مت ان کی بیویوں کو نکاح میں لاؤ ان کے بعد ہمیشہ کے لیے۔

حجاب کے موقع پر کہا گیا تھا تم دوسری عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ یہاں انہیں امہات المؤمنین قرار دیا گیا اور پھر ان کے ساتھ پیغمبر کی رحلت کے بعد مناکحت سے روک دیا گیا اور "ابداً" فرما کر یہ قید قیامت تک کے لیے لگا دی گئی۔

"نساء نا" (آیہ مابہلہ) کی مصداق جناب زہراؑ ہیں اور "نساء النبی لستن

کما حد" میں معاً آگئیں اور مشمول ظاہریہ "ازواج" کا لفظ محدود ہے اور "نساء" کا عموم

حائل۔ پس "ازواج"۔ "نساء"۔ کی ایک رکن ہیں۔ لہذا حرمت نکاح میں امہات المؤمنین اور سیدہ طاہرہ برابر ہیں اور ایک ہی حکم میں داخل۔ باقی رہی۔ "ابندا" کی قید سو وہ تو صاف طور پر جناب سیدہ اور ان کی بنات و ذریعات مطہرات کے لیے الی الیوم القیامت قائم و دائم ہے۔

ازواج مقدسات کے لیے از بسکہ "من بعدہ" کافر مان کافی تھا۔ "ابداً" کا نکلنا "بعدہ" سے بعد آیا ہے اور سیاق و سباق اور قرینہ بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ "بعدہ" کے بعد "ابداً" موزون ہے۔ نیز واقعات اس پر شاہد عادل ہیں۔ پس ازواج کا معاملہ تو "بعدہ" کے ساتھ پورا ہو گیا اور "ابداً" کا معاملہ ذریعت بنت النبی کے ساتھ الحاق پذیر ہے اور انہیں سے متعلق!

یہ ہر حال سر آغاز نابینا صحابی سے متعلق حدیث کی رو سے بھی سیدہ طاہرہ کا مقام بالکل الگ اور رفیع تر ہے۔ نیز حضور گامیہ ارشاد گرامی سیدہ طاہرہ کی فضیلت و طہارت اور نجات و عصمت پر جامع تر برہان قاطع ہے۔ اعتباری حیثیت سے بھی یہ حدیث غماز ہے کہ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی حرمت ارکان ایمان میں داخل اور ان کے ساتھ ان کی ذریعات و بنات کی حرمت بھی ان کے ساتھ شامل اور اس پر کتاب و سنت کے دلائل و شواہد جو اس مقام سے نسبت و علاقہ رکھتے ہیں شاہد و عادل ہیں۔ امہات المؤمنین سے نکاح اگر حرام ہے اور یقیناً ایمانداروں کے لیے حرام ہے۔ اگر حضرت خدیجہ الکبریٰ صدیقہ و صادقہ اولیٰ صلوات اللہ علیہا من جملہ امہات المؤمنین کے تھیں اور یقیناً وہ اولین ام المؤمنین تھیں۔ پس اگر یہ امہات اُمت پر مصلحتاً و حکماً حرام قرار دی گئی ہیں تو ان کی بیٹیاں بھی اس اُمت کے ایمانداروں پر حرام ہیں۔ اس مقام کے معارض جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں وہ تمام موضوع ہیں۔ اہل بیت اور آل محمد کی مخالفت اور "توسوس" کا نتیجہ ہیں۔ فتنہ و فساد کے فروغ کی غرض سے یہ شائعات روارکھی گئی ہیں کہ حلال و حرام کی تمیزیں اٹھادی جائیں۔ حق و باطل کو ملا دیا جائے، کھرے کھوٹے کو اکٹھا کیا جائے، تاکہ خیر الایم یا بھی انہما ہو تو ہمیں پڑ جائے۔ بحث و مباحثہ میں الجھ جائے۔ جھگڑے اور

تازع کے پیچھے لگ جائے۔ پارٹی بازی کے مرض میں مبتلا ہو جائے۔ اس طرح سینکڑوں گروہ بندیاں بنا دی گئیں۔ شیعہ و سنی کے مقدمات ترتیب دیے گئے۔ ستم رسیدہ آل محمد علیہ السلام کو نہ اپنوں نے اپنایا، نہ بیگانوں نے چھوڑا۔ دوستوں نے دوستی کے پردے میں مارا۔ دشمنوں نے دشمنی میں لتاڑا۔ اب کہاں تک بیان کیا جائے۔

شہر ویراں شدہ از گریہ متانہ ماست  
ہر گجا ہست غمے در بدر از خانہ ماست  
(نظری)

## سیدہ کے عامی سے نکاح کی قانونی ممانعت

اہل سنت و الجماعت کے صحیح مذہب میں محققین کے نزدیک عامی شخص صاحب خاندان یا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو کا نکاح سیدہ سے ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں۔ چنانچہ "ترمذی" میں ہے

☆ قال رسول الله عليه الصلوة والسلام "انا خير کم نفسا و خیر کم بیتا" میں تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندان سے اعلیٰ ہے اور میرے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے اور "غسایة الاوطار" میں لکھا ہے کہ عجمی مرد کفو عربی کی نہیں ہو سکتا۔

☆ لا یكون کفوا للعربية ولو کان العجمی عالماً أو سلطاناً و هو الاصح

اور "در مختار" میں ہے۔

☆ تعبير الكفاة لزوم النكاح

لزوم نكاح کے لیے کفو معتبر ہے در مختار جلد ۲ ص ۲۵ میں ہے

☆ "اكفاء في النكاح معتبرة قال عليه السلام الا لا يزوج النساء الا الاولياء

و لا يزوجن الا من الكفاة"

(ترجمہ) کفایت نكاح میں معتبر ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ عورتوں کا

نكاح نہ کریں مگر ولی اور نكاح نہ کی جائیں (عورتیں) مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں یہ حدیث

دار قطنی اور بیہقی کی ہے اور یہی ہدایہ میں ہے۔

☆ "الكفاة تعبر في النسب لا نه يقع به التفاخر فقريش بعضهم اكفاء بعض

والعرب اكفاء بعض لبعض والا صل فيه قوله عليه السلام فقريش اكفاء

بعض لبعض بطن بطن والعرب بعضهم اكفاء لبعض قبيلة بقبيلة الخ "

روایت (الهداية)

اور "در مختار" میں ہے:

☆ "المراد بالعجم من لم ينسب باحدى قبائل العرب ويسمون الوالى "هذا

في فتاوى عبدالحى جلد ۲ ص ۱۵۸"

اور "برجندي" میں ہے:

☆ ان في العجم لا يعبر النسب لا فهم ضيعوا انسا بهم هذا في بلبي

اور صاحب "برجندي" نے جلد ۲ ص ۱۴ میں خود بایں طور بعض مجوزین کا قول نقل کرتے

ہوئے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔

☆ "ان الفقيهه كفو للعلوى ان شرف الحسب فوق شرف النسب و هكذا

ذكر في المحيط و قال في المصنعات الاصح انه لا يكون درجاء

### کالسلطان و العالم

اور "فتاویٰ ابراہیم شاہی" و "فتاویٰ نادر الجواہر" قلمی ص ۲۲ میں لکھا ہے

☆ "مجهول النسب لا يكون كفوًا للمعروف النسب الصحيح عند أبي حنيفة"  
یعنی مجهول النسب معروف النسب والے کی کفو نہیں ہوتا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔  
پس اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سیدہ علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم یا  
سلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہی ہم لوگ اہل عرب  
ہیں اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں اور نہ ہی ہمارا شجرہ نسب ان سے کہیں مل سکتا  
ہے۔ پس جب کہ ہماری نسبتیں بھی ضائع ہو چکی ہیں تو پھر ان سے نکاح کرنا کس طرح جائز ہو  
سکتا ہے اور بعض لوگ جو بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ سیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ  
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپس میں رشتہ داری کی ہے تو اس  
کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریش قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں  
برادری اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جاں نثار تھے۔ لہذا ان کے نکاح آپس میں جائز  
ہوئے اور ہم لوگوں میں یہ امور کہاں؟ (فتاویٰ نظامیہ ص ۴۰-۴۱)

متذکرہ اقتباسات فقہ و اجتہادات سے متعلق ہیں اور یہ اجتہادات کتاب و سنت  
سے ماخوذ ہیں۔ یہ اقتباسات اعتبار نسب کے مجوز اور اعتبار کفو کے کلی طور پر حاصل ہیں۔ کچھ آج  
کی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے۔

یہاں ایک بات کو جان لینا چاہیے جو ایک حد تک عدم تذبذب، ایک حد تک تعصب اور  
ایک حد تک غلط فہمی اور مزید برآں افراط و تفریط اور ادغام و آمیزش کے خازن میں سے ہے وہ  
یہ کہ قریش اور بنی ہاشم کو ایک سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر بنی ہاشم اور آل محمد کو بھی ایک ہی سمجھ لیا گیا ہے  
اور حیثیت واحد کے مقام پر فائز المرام۔

کتاب و سنت کے شواہد اور تاریخ عالم اس کی مثالوں سے بھر پور ہے۔ اہل اسمعیل



میں قریش ایک خاندان ہے۔ اس سے اوپر بھی کئی خاندان ہوئے اور نیچے بھی کئی خاندان ہوئے۔ آل قریش میں بنی امیہ ہیں۔ بنی ہاشم ہیں پھر بنی ہاشم سے آل عباس۔ آل ابی طالب آل حارث ہیں۔ پھر آل ابی طالب سے آل عقیل آل جعفر اور آل علی ہیں۔ پھر آل علی وہ گروہوں میں منقسم ہیں۔ بنی فاطمہ اور علوی علی مرتضیٰ کی جو اولاد غیر از بطن خاتونِ بخت ہیں وہ علوی ہیں اور جو جناب سیدہ کے بطن اطہر سے ہیں وہ بنو فاطمہ ہیں اور آج بنو فاطمہ متعدد گروہوں اور شاخوں سے متفرع ہیں اور یہ سلسلہ بدستور اب تک جاری ہے۔ حضورؐ جس امر میں فرق مراتب و امتیاز فرماویں، اسے ملوث کر دینا بہتر نہیں ہے اور خلطِ بحث جس وجہ سے پیدا ہوا ہے وہ ہمیں معلوم ہے۔ چونکہ اصحابِ ثلاثہ آل قریش سے ہیں۔ آل ہاشم اور پھر آگے کے بے متعدد امور و بیانات نبوت مآب متبرک کر رہے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو خیال ہوا کہ خلطِ بحث ہی کا آمد ہے گا لیکن یہ تمام فقہاء کا وطیرہ نہیں ہے۔ صرف بعض کا یہ حال ہے۔

بہر حال اب یہ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطعی فرق و امتیاز کا فیصلہ کس طرح کر دیا۔

☆ "انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر ہم ثم جعلہم فریقین فجعلنی فی خیر ہم فرقة ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیر ہم قبيلة ثم جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیر ہم بیتا فانا خیر ہم نفسا و خیر ہم بیتاً" (ترمذی)

(ترجمہ) میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو خلق کیا پھر ان میں سے مجھے خیر پر بنایا۔ پھر ان کے دو گروہ بنائے گئے۔ پھر مجھے صاحبِ خیر گروہ میں بنا دیا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے گئے اور پھر مجھے ان میں سے صاحبِ خیر قبیلہ سے بنایا۔ پھر ان کے خانوادے بنا دیے۔ مجھے سب سے اچھے خانوادہ میں بنایا اور میں ان میں نفساً بھی خیر پر ہوں اور میرا گھرانہ بھی سرتاسر خیر ہے۔

پھر اور سنئے؛

☆ "ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل و من بني اسمعيل بني كنانة واصطفى من بني كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم" (حدیث)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد سے برگزیدہ کیا اسماعیلؑ کو اور اسماعیلؑ کی اولاد سے برگزیدہ کیا کنانہ کو اور کنانہ کی اولاد سے برگزیدہ کیا قریش کو اور قریش سے برگزیدہ کیا بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے برگزیدہ کیا مجھ کو۔

مزید ملاحظہ ہو:

☆ "اول من اشفع من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش و الانصار ثم من آمن لی و اتبعنی من اهل الیمن ثم سائر العرب ثم الا عجم اول من اشفع بما اولو الفضل" (طبرانی روایت ابن عمر)

(ترجمہ) میں اپنی امت میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اہل بیت کی، پھر اقربا کی اور پھر ان سے زیادہ قرب والوں کی۔ قریش میں سے اور انصار کی اور پھر ان کی جنہوں نے مجھے قبول کیا اور میرا اتباع کیا اہل یمن میں سے پھر تمام عرب کی پھر سارے عجم کی اور ان میں سے تمام فضل و کمال والے میری شفاعت کے مستحق ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان نصوص کا بغور مطالعہ کیا جائے اور دوزکر آگے نہ نکل جایا جائے۔ ٹھہر کر دیکھا جائے کہ معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے تو بادی تا مل معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ آخر انتخاب ہیں آل ہاشم کا، اور آل ہاشم قریش کا۔ قریش کنانہ اور کنانہ اسماعیلؑ کا اور اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کا۔ دوسری حدیث بھی اسی حقیقت واحد کی ایک اور تعبیر مفصل ہے اور تیسری حدیث بھی اہل بیت کو مختص کرتی ہے۔ پھر غیر اہل بیت کو اور پھر ان سے بعد والوں کو یعنی عامہ بنی ہاشم کو پھر قریش کو پھر انصار کو پھر عام ایمان لانے

والے متبعین کو پھر اہل یمن کو پھر تمام اہل عرب کو اور پھر عام عجمیوں کو اور ان میں سے بھی جو اولوالفضل ہوگا اس کو ان سے اول شفاعت کا حصہ ملے گا۔

تمام مصادر کتاب و سنت کو بحیثیت مجموعی مطالعہ کرنے کے بعد آل محمدؑ بالکل منفرد گردہ دکھائی دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت صاف طور سے لوح دل پر بیٹھ جاتی ہے۔ عام لوگوں نے علوی کا لفظ بنو فاطمہ اور بنو علوی دونوں کے لیے اکثر یکساں استعمال کیا ہے اور بسا اوقات یہ لفظ بنی فاطمہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لکھا جاتا رہا ہے۔ اس میں امتیاز ضروری ہے۔ اسلام نے جس کفو کو جائز رکھا ہے اس کے اعتبار سے آل محمدؑ کی کفو کوئی بھی نہیں ہے اور نہ کوئی ان کی کفو کا دعویٰ کر سکتا ہے اور جو دعویٰ دار ہیں انہیں صاف طور پر غلط فہمی ہے یا پھر غلط بحث کر کے اس گردہ مخصوص میں شامل ہو جانا چاہتے ہیں اور اس تمنا میں گھلے جا رہے ہیں۔

ایک کو شوق اور ایک تمنا ہے

ساری دنیا ترے کوچے میں چلی آئی ہے

صحت نسب کی قید بھی فقہا نے قائم رکھی ہے اور معلوم ہے کہ سادات کرام کے بالقابل آج تک کوئی شخص اپنی صحت نسبی کا ادعا منصفہ اثبات تک حتماً نہیں پہنچا سکتا۔ خود سادات کرام اپنوں کے لیے بھی بے حد تشدد واقع ہوئے ہیں۔ تاہم دیگران چہ رسد؟ صاحب فتویٰ نظامیہ نے قریش اور بنو ہاشم کو قبیلہ واحد تسلیم کیا ہے، اور اس پر مصر ہیں لیکن ان کا اصرار درست نہیں ہے۔ اگر ان کی بات مان لی جائے تو "وسعت نظر" سے کام لے کر مخالفین کی اس معمول بہ رائے کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

☆ "ایہا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم و احد کلکم لآدم و آدم من تراب

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی الا

فلینبلغ الشاهد الغائب" (خطبات نبوی ص ۱۱۹)

(ترجمہ) اے انسانوں تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تمہارے تمام اسلاف ایک ہی آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق ہوا کیے بیشک تم میں وہ اکرم ہے جو تقویٰ سے سرفراز ہے۔ عربی کی عجمی پر بحیثیت انسان کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ ضروری ہے۔ جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ بات پہنچا دے۔

یہ خطاب ایک عالمگیر پیغام تقویٰ ہے جس میں ہر قسم کے فخر و غرور اور وطنیت کی مخالفت اور ردِ بلیغ حضور نے فرمائی ہے۔ اس میں تمام اولادِ آدم کو خطاب ہے۔ "یسا ایہسا الناس" (اے افراد نسل انسانی) کسی عرب کو بطور عرب اور کسی اہل عجم کو بطور اہل عجم ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب اولادِ آدم ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ لہذا بقول مخالفین کفویت کے اعتراض کی ضرورت ہی سے انکار کر دیجئے اور اگر کفویت کا انکار ناممکن ہے اور یہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے تو پھر آل ہاشم آل قریش سے ممتاز ہیں اور آل ہاشم سے آل محمد بالکل ممتاز و منفرد ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی جو فی الواقع تو صاف ہے مگر اذلی بد بختوں نے نا صاف بنا ڈالی ہے جس سے خواہ مخواہ الجھاؤ پڑتا ہے۔ اسے بھی صاف کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔  
قرآن کریم میں آیا ہے:

☆ "قل لا زواجك و بنا تک و نساء المؤمنین الخ" (سورہ احزاب)

(ترجمہ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے۔

☆ "حرمت علیکم امہاتکم و بنا تکم الخ"

ترجمہ:- تم تمام لوگوں پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام ہیں۔

اور "نساء النبی" کا لفظ بھی قرآن نے اختیار کیا ہے۔ "نساء" کا لفظ "ازواج"

اور "بنات" وغیرہ پر حاوی ہے اور اس کا اطلاق بہر حال "ازواج" اور "بنات" پر حاوی ہوگا۔

پیش کردہ پہلی آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہ راست مخاطب ہیں اور آپ کی

"ازواج و بنات" اور "نساء المؤمنین" مخاطب کی گئی ہیں۔ لفظ "بنت" کا اطلاق صلیبی بیٹی، بیٹی کی بیٹی اور اس کی اولاد پر تاقیامت ہوگا اور یہ سب حرام ہیں۔ آپ پر وہ میں "بنات" کا اطلاق حضرت سیدہ اور آپ کی بیٹیوں اور ان کی بیٹیوں پر تاقیامت ہوگا۔

دوسری آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ ماہیں اور بیٹیاں حرام کر دی گئی ہیں۔ پس ماؤں اور بیٹیوں کی اولاد بھی حرام ہوگی اور یہی شرع اسلام کا مقصد و منشاء اس آیت سے ہے۔ نیز آیت کریمہ "کل مؤمن اخوة" سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمان باہم "اخوان فی الدین" تو ہیں لیکن "اخوان فی النسب" نہیں ہیں۔ انبیاء صلحاء، سادات مشائخ اور علماء کرام "آباء فی الدین" ہیں۔ "آباء فی النسب" نہیں۔ اسی طرح تمام صحیح النسب فاطمیات "امہات فی النسب" نہیں ہیں لیکن "امہات فی الدین" ہیں۔ یعنی ازواج النبی اُمت کے لیے "امہات فی النسب" نہیں لیکن "امہات فی الدین" تمام اُمت کے لیے ہیں اور صالح فکر کا تقاضا یہی ہے کہ تمام صحیح النسب "فاطمیات اُمت" کے لیے "امہات فی الدین" ہیں اور ان کا احترام لازم۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ اے پیغمبر خدا کہہ دیجئے۔

☆ "قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربى" (سورہ شوریٰ ۴۳ آیت ۲۳)

یہاں قرآن مجید نے آل محمد کو فی القربى سے تعبیر فرمایا ہے۔ آیہ تطہیر میں

صاف صریح وضاحت سے اختصاص آل محمد ہے اور اہل بیت کے الفاظ آئے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

☆ "خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداوة علیہ مرأط مرآط عن شعر اسود

فجاء الحسن بن علی (رضی اللہ عنہما) فادخلہ ثم جاء الحسن فدخل معہ

ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما يريد اللہ لیذهب

عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیراً" (رواہ مسلم عن عائشہ)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود مبارک میں جبکہ چادر مبارک اوڑھے تھے حسن ابن علی آئے پھر حسین ابن علی آئے۔ پھر فاطمہ الزہراء بتول آئیں، علی بذات خود موجود تھے اور زبان نبوت نے کہا پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس کو دور فرما دے اور ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

آیہ مہابلہ کی نسبت حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں:

☆ ندع ابنائنا و ابناءکم (الخ) دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا

و فاطمہ و حسنا و حسینا فقال اللهم هو لا اهل بیتی (رواہ مسلم عن سعید بن ابی وقاص)

جب یہ آیت مبارکہ "ابنائنا و ابناءکم" نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

علی المرتضیٰ فاطمہ الزہراء اور امام حسن و امام حسین کو اپنے ساتھ لے لیا اور پھر دعا فرمائی۔ پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

☆ "من ابغضنا اهل البيت فهو منافق" (کامل ابن عدی)

(ترجمہ) جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے فرمایا۔

☆ "والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اهل البيت رجل ادخله النار" (صحیح ابن حبان)

(ترجمہ) جو بھی ہمارے اہل بیت پر غضبناک ہو انہیں کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنا نہیں۔

فرمایا۔

☆ "من لم يعرف حق عترتی و الانصار فهو لا حد ثلاث اما منافق او لزنیه د اما

طهور یعنی حملت امہ علی غیر طہور" (بخاری)

(ترجمہ) جس نے میری عترت اور انصار کا حق نہ پہچانا وہ تین حال سے خالی نہیں یا منافق ہے

یا زنا کی پیدائش ہے یا ولد الحیض ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

پھر فرمایا:

☆"الكل شيخي اساس و اساس الاسلام حب اصحاب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم و حب اهل البيت" (تاريخ امام بخاری)  
(ترجمہ) ہر چیز کی اساس ہوتی ہے اسلام کی اساس صحابہ کرامؓ کی اور اہل بیتؑ کی محبت ہے۔  
پھر فرمایا:

☆"نحن اهل البيت لا تحل لنا الصدقة" (رواه البخاری)  
(ترجمہ) اہل بیت کرامؓ کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے۔

☆"ان الصدقة لا ينبغي لآل محمد انما هي اوساخ الناس" (رواه مسلم)  
(ترجمہ) صدقہ آل محمدؑ کے لیے نہیں کہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔  
فرمایا:

☆"ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس فانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد" (رواه مسلم)

لفظ اہل بیت اور لفظ آل محمد و لفظ عترت کی توضیح و توثیق قرآن و سنت کے نصوص سے ہو گئی۔  
قریش سے بنو ہاشم کا امتیاز واضح کیا گیا۔ بنو ہاشم سے اہل بیت یا آل محمد کا امتیاز ان دلائل قاطعہ کے ذریعہ کر دیا گیا ہے۔ ٹیڑھی بنیاد پر عمارت کی دیواریں کبھی سیدھی استوار نہیں ہو سکتیں۔

نخستِ اول چوں نہد معمار کج  
تا خرابی رود دیوار کج

مہدی موعودؑ کی نسبت جو احادیث آئی ہیں ان کو حضورؐ نے اپنی ذریت و عترت سے تعبیر کیا ہے۔ اہل بیت، آل محمد، عترت و ذریت وغیرہ الفاظ تمام سادات کرامؓ صحیح النسب کو شامل ہیں۔

یہ تفصیلات اس لیے اختیار کی گئی ہیں کہ تحقیق و جستجو رکھنے والا شخص خود معاملہ کی نوعیت کو سمجھ جائے اسے سمجھانے کی ضرورت نہ پڑے خود بخود غور کر کے نتیجہ پر پہنچ جائے۔  
اب ہم وہ نصوص پیش کرتے ہیں جو آل قریش اور آل ہاشم اور عترت نبوت کی تخصیص و تحدید کرتے ہیں اگرچہ گزشتہ بحث میں یہ معاملہ اپنی حد تک صاف ہو گیا ہے تاہم مزید شواہد کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر پہلو پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو جائے۔

## آل قریش کی تخصیص

قرآن کہتا ہے۔

☆ "لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ اَيْلَهُمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ الْبَحْ"

اور سرکارِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

☆ "الا ئمة من القریش" (رواہ احمد و نسائی و ابن جریر و غیرہم)

(ترجمہ) خلفاء قریش سے ہوں گے۔

☆ "ان هذا لا مر فی قریش لا يعاد بهم احد كہ الله على وجه في النار"

(احمد و مسلم و بخاری و غیرہ)

(ترجمہ) بے شک خلافت قریش میں ہے جو ان سے بیر رکھے گا اللہ منہ کے بل اسے اوندھا

جہنم میں ڈال دے گا۔

☆ "الا ان الامراء من قریش" (احمد، حاکم، طبرانی)

(ترجمہ) سن لو امراء و حکام قریشی ہیں

☆ "قریش ولا ة هذا الامر" (احمد)

(ترجمہ) اسلامی حکومت کے والی قریشی ہیں



☆ "قد موا قريشا ولا تقدموها" (شافعي و طبرانی)

(ترجمہ) قریش کو تقدیم دو اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔

☆ "يا يها الناس لا تقدموا قريشا فتهلكوا" (بيہقی)

(ترجمہ) اے لوگو قریش پر سبقت نہ کرو ہلاک ہو جاؤ گے۔

☆ "الناس تبع لقریش فی هذا الشان" (احمد و طبرانی و مسلم)

(ترجمہ) سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔

☆ "قریش صلاح الناس ولا يصلح الناس الا بهم" (ابن عدی)

(ترجمہ) قریشی آدمیوں کی سنوار ہیں۔ لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے

☆ "قریش خالصة الله تعالى" (ابن عساکر)

(ترجمہ) قریش برگزیدہ خدا ہیں۔

☆ "من يرد هوان القريش اهانه الله" (احمد ابن ابی شیبہ، ترمذی، عدی، طبرانی، حاکم، ابو نعیم)

(ترجمہ) جو قریش کی ذلت چاہے اللہ سے ذلیل کرے۔

☆ "قوة الرجل من قريش قوة رجلين" (احمد ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابو یعلیٰ)

(ترجمہ) ایک قریشی مرد کی قوت دو مردوں کے برابر ہے۔

☆ "لا تؤموا قريشاً اُتموها ولا تعلموا قريشاً و تعلموا منها فان امانة

الامين من قريش تعدل امانة اميين"

(ابن عساکر رواہ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم)

(ترجمہ) قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔ قریش پر دعویٰ استادی مت رکھو اور ان

کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔

☆ "اعطيت قريش مالهم يعط الناس" (ابو نعیم)

(ترجمہ) قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔

☆ "فضل الله قريشا بسبع خصال لم يعطها احد قبلهم ولا يعطها احد بعدهم

"(بخاری فی التاریخ، طبرانی، حاکم، بیہقی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو نہ

ملیں۔ نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوئیں۔

انی منہم

(ترجمہ) ایک تو یہ کہ میں قریشی ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع و اعلیٰ ہے)

☆ "و فیہم الخلافة والحجابة والسقاية"

(ترجمہ) اور ان ہی میں خلافت اور کعبہ معظّمہ کی درباری اور حاجیوں کو پانی پلانا ہے۔

☆ "و نصرہم علی الفیل"

(ترجمہ) اور انہیں اصحاب الفیل پر نصرت بخشی۔

☆ "و عبد و اعشر سنین لا یعبد غیرہم"

(ترجمہ) اور انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی ان کے سوائے روئے زمین پر کسی

خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے۔

☆ "و انزل اللہ فیہم سورۃ من القرآن لم یذکر فیہا احد غیرہم لا یلف قریش"

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اتاری کہ اس میں صرف انہی کا ذکر

فرمایا اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے۔

☆ "یا معشر الناس احيوا قريشا فان من احب قريشا فقد احبني و من ابغض

قريشا فقد ابغضني"

(ترجمہ) اے گروہ نسل انسانی! قریش سے محبت رکھو۔ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور

قریش کا دشمن میرا دشمن۔

☆ "و ان الله تعالىٰ حبيب قومى فلا اتعجل لهم نعمة ولا استكثر لهم نعمة"  
(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی  
جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لیے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

☆ "الا ان الله تعالىٰ عليم مافى قلبى من حىى بقومى فسرنى فيهم قال الله  
تعالىٰ وانه لذكر لك ولقومك فجعل الذكر والشرف لقومى فى كتابه "  
(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جیسی محبت میرے دل میں میری قوم کے لیے ہے تو اس  
نے مجھے ان کے بارے میں شاہد کیا کہ ارشاد فرمایا: بے شک یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری  
قوم کی تو اس نے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لیے ذکر و شرف رکھا۔

☆ "فالحمد لله الذى جعل الصديق من قومى والشهيد من قومى والائمة من قومى"  
(ترجمہ) پروردگار عالم کا شکر ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے  
شہید اور میری قوم سے امام۔

☆ "ان الله تعالىٰ قلب العباد ظاهراً و باطناً فكان خير العرب قرىشا ذى  
الشجرة المباركة التى قال الله تعالىٰ عز وجل فى كتابه و مثل كلمة طيبة  
كشجرة طيبة يعنى بها قرىشا اصلها ثابت بقول اصلها كرم و فرعها فى  
السماء الشرف الذى شرف هم الله بالاسلام الذمى هد بهم و جعلهم الله "  
(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر  
قریش نکلے اور وہ برکت والے درخت ہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی  
کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائیدار ہے۔ یعنی ان کی اصل کرم  
ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انہیں اس  
کے اہل کیا۔ (رواۃ طبرانی)۔

فقیر کے نزدیک صدیق سے مراد امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور شہید سے مراد مؤمن ذبح عظیم امام حسینؑ ہیں اور امام سے مراد حضرت مہدیؑ موعود ہیں۔

☆ "کنانة عز العرب" (ذیلیمی، ابن عساکر)

(ترجمہ) بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔

☆ "قریش سادة العرب" (کتاب الامثال)

(ترجمہ) قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔

☆ "یا ابا الدر اذا فاخوت ففاخو بقریش" (ابن عساکر)

(ترجمہ) اے ابو درداء جب تو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔

☆ "عبد مناف عز قریش و قریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش" (کتاب الامثال)

(ترجمہ) بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش آل قصی کے تابع ہیں اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔

اسی آخری روایت سے صاف طور پر واضح ہوا کہ بنی عبد مناف سارے قریش کے سردار ہیں اور ان کی عزت و آبرو۔

اوپر کی روایات نے واضح کیا ہے کہ قریش کا گروہ برگزیدہ عالم گروہ ہے۔ اسی قوم سے ختمی مرتبت وجود میں آئے۔ نسل انسانی جس شخص پر فخر کر سکتی ہے وہ قریش سے ہے اور ان سے قرب و اتصال رکھتا ہے۔ پس قریش بلا مبالغہ تمام کائنات پر فخر و ترجیح اور عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ قریش کی فضیلت اس قدر روشن اور نمایاں ہے کہ اس سے تابناک چہرہ دنیا کی کسی قوم کا نہیں ہے۔ قومی شرف و عزت کے اعتبار سے وہ اقوام عالم سے منفرد اور حسب و نسب کی یکتائی و تابناکی میں۔ یہ مثال ہیں۔ آخری روایت کے مطابق بنی عبد مناف تمام قریش کی عزت ہیں۔ تمام لوگ قریش کے زیر احسان اور قریش آل عبد مناف کے ممنون و منت پذیر۔

معلوم ہوا آل اسلمعیل میں آل مضر ممتاز، آل مضر میں بنی کنانہ ممتاز، بنی کنانہ میں

آل قریش، آل قریش میں بنو عبد مناف اور بنو عبد مناف میں آل ہاشم اور پھر آل محمد کی سرخروئی بالکل آیات ربانی سے ہے۔ پس قریش بذات خود ایک قوم ہے جو متعدد گروہوں کا مجموعہ اور اس کا ہر گروہ بذات خود ایک قوم کے حکم میں ہے۔

## آل ہاشم کی تخصیص

اب آل ہاشم کی تخصیصات کا مطالعہ کیجئے:

☆ "خیر الناس العرب و خیر العرب قریش و خیر القریش بنو ہاشم" (دہلی)  
(ترجمہ) سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عربوں سے بہتر قریش ہیں اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔

☆ "ان اللہ اختار من آدم العرب و اختار من العرب مضرو من مضر قریشا و

اختار من قریش بنی ہاشم و اختارنی من بنی ہاشم"

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا اور عرب سے مضر اور مضر سے

قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا (یعنی ابن مساکر بطرانی)

☆ "ان اللہ تعالیٰ خلق خلقه فجعلهم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم

جعلهم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیر ہم بیتا

فانا خیر کم قبیلۃ و خیر کم بیتا" (رواہ احمد و الترمذی)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر دو فریق میں تقسیم کیا پس مجھے بہتر فریق میں

رکھا پھر ان کے قبیلے جدا کیے۔ مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا۔ پھر قبیلوں میں خاندان بنائے۔

مجھے سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔ پھر خاندانوں سے گھرانے بنائے تو مجھے سب سے

بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں سب سے بہتر خاندان اور سب سے بہتر گھرانے میں سے ہوں۔

☆ "ان الله اختار العرب فاختر منهم كنانة واختار قريشا من كنانة واختار بنى هاشم من قريش واختار نبي من بنى هاشم في لفظ ثم اختار بنى عبدالمطلب من بنى هاشم ثم اختار نبي من بنى عبدالمطلب" (بيهقي)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر عرب سے کنانہ اور کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے اولاد عبدالمطلب اور اولاد عبدالمطلب سے مجھ کو۔

☆ "ان الله عز وجل اصطفى كنانة من ولد اسماعيل و اصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفاني من بنى هاشم" (مسلم و ترمذی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا۔

☆ "تحتت من خيسر قسرون بنى آدم قو نافعو نا حطى كنت فى القرن الذى كنت فيه" (رواة البخارى)

(ترجمہ) میں ہر قرن، صدی یا زمانہ و طبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ یا طبقہ میں آیا جس میں پیدا ہوا۔

☆ "اتانى جبريل فقال يا محمد ان الله بعثنى فطفت شرق الارض و غربها و سهلها و جبلها فلم اجد حيا خيرا من العرب ثم امرنى فطفت فى العرب فلم اجد حيا خيرا من مضر ثم امرنى فطفت فى مضر فلم اجد حيا خيرا من كنانة ثم امرنى فطفت فى كنانة فلم اجد حيا خيرا من قريش ثم امرنى فطفت فى قريش فلم اجد حيا خيرا من بنى هاشم ثم امرنى فى انفسهم فلم اجد نفسا خيرا من نفسك" (ديلمى)

(ترجمہ) حضرت جبریلؑ نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ زمین کے پورے، پہاڑوں، بزم و کوہ، ہر جگہ میں پھرا، پھر کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا۔ پھر اس نے مجھے

حکم کیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا پھر حکم فرمایا میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا میں قریش میں پھر کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کروں تو کوئی جان حضور کی جان کے سوا بہتر نہ پائی۔

☆ "قال لی جبرئیل قَلْبُتُ مِشَارِقِ الْأَرْضِ وَمِغَارِبِهَا فِلمِ أَجْدِ الْأَرْضِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَلْبُتُ مِشَارِقِ الْأَرْضِ وَمِغَارِبِهَا فِلمِ أَجْدِ الْأَرْضِ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ" (ابن عساکر)

(ترجمہ) میں نے زمین کے پورے پچھم سب تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔

آل سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک نے جو تصریحات باب بنو ہاشم میں فرمائی ہیں ان سے صاف طور پر یہ بات آشکارا ہو گئی کہ بنو ہاشم آل قریش سے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل ہاشم انتخاب لاجواب ہیں۔

تُوْ اَصْلِ وِجُوْدِ اَمْدِي اَزْ نَخْتِ  
دِگَرِ هَرِ چِه مَوْجُوْدِ شُدِ فِرْعِ نَسْتِ

فاطمیات کا

غیر فاطمی سے عدم نکاح

☆ "قال رسول الله انما انا بشر مثلکم اتزوج منکم وازواجکم الا فاطمة

فان تزويجها نزل من السماء و قال لولا ان الله عزوجل خلق فاطمة لعلى ما

كان لها على وجه الارض كفو آدم فمن دونه و نظر النبي الى اولاد علي و  
 جعفر طيار فقال بنا تنا لبينا و بنونا لبنا تنا " (كتاب من لايحضره الفقيه)  
 (ترجمہ) سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ تم میں سے  
 نکاح کرتا ہوں۔ مگر فاطمہ کے نکاح کا حکم مجھے آسمان سے نازل ہوا ہے اگر خدا فاطمہ کو علی  
 کے واسطے پیدا نہ کرتا تو روئے زمین پر فاطمہ کے واسطے کوئی کفو نہ ہوتا۔ پھر آں حضرت نے  
 اولادِ علی اور جعفر طیار کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے واسطے اور  
 ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے واسطے ہیں۔"

اس حدیث سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔ اول یہ کہ کفو کا ہونا فقط عورتوں کے واسطے  
 شرط ہے نہ کہ مردوں کے لیے اور عورتوں میں بھی خصوصاً فاطمیات (سیدائنیوں) کے لیے کیونکہ  
 ارشادِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

﴿لَوْلَا اِنَّ السَّلَةَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ فَاطِمَةَ لَعَلِي مَا كَانَ لَهَا

عَلِي وَجْهَ الْاَرْضِ كَفُوْ اَدَمَ فَمَنْ دُوْنَهُ﴾

(ترجمہ) یعنی اگر تحقیق نہ پیدا کرتا خدا فاطمہ کو واسطے علی کے تو فاطمہ

کے لیے روئے زمین پر آدم اور غیر آدم میں کوئی کفو نہ ہوتا۔

یہاں یہ نہیں فرمایا ہے کہ زمین پر علی کا کوئی کفو نہ ہوتا پس اس سے ثابت ہوا کہ کفو  
 صرف عورتوں میں شرط ہے۔ خصوصاً جناب فاطمہ اور فاطمیات کے لیے۔ چنانچہ قرونِ کاہنی  
 میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ "نکاح کرو تم عورتوں کا ان کے  
 کفو میں"۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت علی کی بیٹیوں کا نکاح پسران  
 حضرت جعفر طیار کے ساتھ ہوا اور اختران حضرت جعفر طیار کا پسران علی کے ساتھ۔ جیسا کہ  
 ارشاد ہے "بِنَا تَنَا لِبِنَانَا وَبِنُونَا لِبِنَاتَنَا" (مگر حضرت علی اور حضرت جعفر طیار کا نکاح



دخترانِ غیر سید کے ساتھ بھی ہوا۔ اسی لیے سادات صحیح النسب اپنے نکاح اپنی قوم اور غیر قوم میں بھی کر لیتے ہیں۔ مگر اپنی دختروں کا نکاح غیر قوم میں کبھی بھی نہیں کرتے۔

تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہے کہ عجم، عرب کے کفو ہیں اور عرب، قریش کے کفو ہیں اور قریش بنی ہاشم کے کفو ہیں اور اپنے تئیں امام نے مستثنیٰ فرمایا یعنی بنی فاطمہ بنی فاطمہ ہی کے کفو ہیں۔ فرمان امام کے مطابق ثابت ہوا کہ بنو فاطمہ ہی بنو فاطمہ کے کفو ہیں اور بنو فاطمہ کی بیٹیاں بنو فاطمہ ہی کے نکاح میں جاسکتی ہیں۔



## استحکام کفو اور تعادل

### آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام

سرکار نبوت مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القرار نے جو کام کیا ہو یا کرنے کی اجازت فرمائی ہو اسے سنت کہتے ہیں اور علمائے کرام نے اس سنت کو حکمت سے بھی تعبیر کیا ہے جس کے لیے ایک اور جامع تر اصطلاح اسوۂ حسنہ بھی ہے۔ ہماری دانست میں کفویت اور نسبت من جملہ ان اعمال و افعال کے ہے جنہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روا اور جائز رکھا ہے اور ہمیشہ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ جب تک نسل انسانی کا وجود سطح ارض پر قائم و دائم رہے گا اس وقت تک معاملات حسب و نسب اور قبیلہ و کفو زندہ جاوید حیثیت سے برقرار اور جاری رہیں گے۔ انہیں عملی حیثیت حاصل رہے گی۔ حسب و نسب کا مٹنا قدرت کا ملکہ کا منہ چڑانا ہے اور قبیلہ و کفو کی تمیز انھادینا فطرتِ صالحہ سے برسرِ پیکار ہونا ہے۔ تمام یورپ اعلیٰ نسل ہونے اور دنیا بھر میں حکمرانی کا مدعی ہے۔ اہل مشرق بحیثیت مجموعی اپنے شرف و مجد کو کھو کر کسی قدر تغیر پسند نقال اور روبہ تبدل واقع ہوئے ہیں لیکن مغرب نقال نہیں ہے بلکہ انقلاب پسند، مجتہد اور متمسکین سرشت واقع ہوا ہے۔ اس سے انکار کرنا حقائق سے روگردانی ہوگا۔

حسب و نسب اور خاندان و کفو کا معاملہ ادنیٰ شکل یا اعلیٰ حیثیت سے دنیا بھر میں رائج ہے اور ہر ایک قوم میں پایا جاتا ہے۔ اہل عرب اس میں مجموعاً منفرد نہیں ہیں لیکن اصول و مبادیات کے اعتبار سے اہل عرب اور پھر آل قریش اور پر آل ہاشم اور پھر آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل منفرد ہیں اور عین قدرتی تقاضوں اور فطرتی مطالبوں کے تحت وہ اس پر عمل پیرا ہیں۔

آل قریش میں آل ابراہیم کا یہ شیوہ سرایت کیے ہوئے تھا اور یہ بہت بڑی دلیل ہے۔ از روئے تو اترو تعامل آل قریش کے آل ابراہیم ہونے کی اور آل ابراہیم کا یہ شیوہ تمام سبک نسل کا مخصوص شعار ہے۔ جب ہم عرب العار بہ، عرب البادیہ اور عرب المستعربہ کے قبائل کی جانچ پڑتال تاریخ عرب اور انساب عرب میں کرتے ہیں تو عرب المستعربہ جو اکثر آل اسمعیل ہیں اور ان کی مابعد شکل و صورت آل قریش ہیں، نسبی اور خاندانی تفتیش ان میں اجاگر نظر آتی ہے اور ان کی تاریخ اس موضوع کے اعتبار سے کسی ترمیم و تصحیح کی محتاج نہیں۔ ایک قبیلہ کی جرح و تعدیل دوسرے قبیلہ کو محاسن و محامد کی ترغیب دیتی تھی اور تنقید و تنقیح کی گرم بازاری نے تطہیر نسب کی آبیاری کر رکھی تھی۔ ان کا مکارہ و مفاخرہ اس پہلو سے خوش آئند تھا تا آنکہ آل ہاشم کی بنیاد پڑی اور پھر اس سے آل محمد کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا۔ تمام مدعیان نسب و خاندان اس مقام پر پہنچ کر لڑکھڑا گئے کہ اب اس سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہ تھی۔ تمام عرب کی مجموعی خوبیاں آل ہاشم میں موجود تھیں۔ عرب العار بہ، عرب البادیہ اور یہود و نصاریٰ اور مجوس صواب کے میل جول اور آمیزش و ادغام معاشی سے جو مراسم جڑیں پکڑ گئے تھے ان سب کا سرکار نبوت مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلع قمع کر دیا اور خوبیاں بحال رکھیں۔ برائیاں الگ چھانٹ ڈالیں حتیٰ کہ بدر و حنین کے معرکوں میں قریش کی تمام ٹہنی ہوئی تو توں کے سامنے نسب و کفو کی اہمیت کو از سر نو اجاگر کیا۔

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم  
 سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے رو سائے قریش کے انکار کا سبب قریشیت کے بلند بانگ دعوے اور ”انا ولا غیر“ کے بے جان نعرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ دراصل انہیں گوارا نہ تھا کہ آل ہاشم کسی ایسے منصب پر فائز ہوں جس میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہ ہو۔ ضنادید قریش کو کفران نعمت کی اسی حالت میں یوم الفرقان جب خواجہ کونین کے مدنی جان شادوں کی دعوت و مبارزت کا اعنا کرنا پڑا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے

اپنی عالیٰ نسب کا بھرم رکھنے اور شجاعت و جوانمردی کی داد خواہی کے لیے، انصارِ مدینہ کی مبارزت کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ”یہ لوگ ہمارے جوڑے نہیں“۔

اربابِ مغازی کے مطابق، سالار لشکر عتبہ بن ربیعہ جو ابتداً اس معرکہ آرائی سے گریز پاتھا، ابی الحکم عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل، ابی سفیان بن صحزہ اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ جیسے داعیانِ کفر کے طعن و تشنیع سے طیش کھا کر بالآخر جب اس معرکہ حق و باطل میں مبارزت طلبی کے لیے نکلا تو اس نے حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم جیسے جان نثارانِ اسلام کو میدانِ کارزار میں مد مقابل پایا اور ان کے نام و نسب پوچھنے کے بعد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاب کر کے پکارا:

”اے محمد! یہ لوگ ہمارے جوڑے نہیں“

چنانچہ واقف سز نہاں خواجہ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کو واپس بلا لیا اور بہترین آلِ ہاشم کو آگے بڑھنے کا اشارہ فرمایا، جنہوں نے آگے بڑھ کر ضادِ عید کی رعونت کو خاک میں ملا کر نہ صرف فتوحاتِ اسلامی کی تاریخ میں پہلا سببِ میل نصب کرنے کی سعادت پائی بلکہ اپنی اصالت و عظمتِ نسب کی عملی تفسیر پیش کرتے ہوئے ضادِ عید بے دید کی عیدیت کو بھی طشت از بام کر دیا۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں:

”آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انصار ہٹ آئے تو حضرت امیر حمزہؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ ان سب نے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا، ”ہاں! اب ہمارا جوڑے ہے۔“

عتبہ، حضرت امیر حمزہؓ اور ولید حضرت علیؓ سے مقابل ہوا اور دونوں مارے گئے لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا، تو حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں دولتِ شہادت سے محروم

رہا؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم نے شہادت پائی۔ حضرت عبیدہ نے کہا ”آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں“

وَنُدُّ هَلْ عَنَّا ابْنَانَا وَالْحَلَّاقِلْ  
وَنُسَلِّمُهُ حَتَّى نُصْرَعَ حَوْلَهُ

(سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی)

آپ، مشرکین مکہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

«كَذَّبْتُمْ وَبَيْتَ اللَّهِ نَبِيَّ مُحَمَّدًا  
وَلَكُمْ نَطَاعِنٌ دُونَهُ وَنَنَاظِلٌ»

ان دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہے:

”خاتمہ خدا کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے جب تک ان کا دفاع کرتے

ہوئے نیزوں اور تیروں سے تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے“

”اور ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے، اس سے پیشتر کہ ہمارے لاشے ان کے گرد

خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں۔“

(نبیاء النبی، ج ۲، ص ۲۹، نصاب القرآن، ج ۱، ص ۱۳۱۵)

علامہ شبلی مرحوم نے معرکہ بدر کے اس واقعہ کو ایک نظم میں حسب ذیل منظر نامہ کی

صورت میں بھی پیش کیا ہے:

بدر میں معرکہ آرا ہوا کفار کا لشکر عقبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر

سب سے پہلے وہی میدان میں بڑھاتے بکف ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر

اس طرح اس نے مبارز طلبی کی پہلے! مرد میدان تم میں کوئی ہو، تو نکلے باہر

سن کے لشکر اسلام سے نکلے پیہم تین جانباڑ کہ ایک ایک تھا اس کا ہمسر

بولے ہم وہ ہیں کہ انصار ہمارا انصار ہم میں شیدائی اسلام ہے ہر فرد بشر

جان ناران رسول عربی ہیں ہم لوگ اک اشارہ ہو تو کاٹ کے رکھ دیتے ہیں سر

بولا عقبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو مگر افسوس کہ مقرر ہے اولاد مضر

تم سے لڑنا ہمارے لیے ہے مایہ عار کہ نہیں صحیح قریش کے تر و دار یہ ہر

کہہ کہ یہ اس نے کیا سرور عالم سے خطاب اے محمد! یہ نہیں شیوہ ارباب ہنر جنگ نا جنس سے معذور ہیں ہم آل قریش بھیج ان کو جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں حمزہ و حیدر گزار نے لی تیغ و سپر ان سے عتبہ نے جو پوچھا نسب و نام و نشان بولے یہ لوگ کہ ”ہاشم کے ہیں ہم لخت جگر بولا عتبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز آؤ، اب تیغ قریشی کے دکھائیں جو ہر یا یہ حالت تھی، کہ تلوار ابھی تھی طالب کفو یا مساوات کا اسلام کی پھیلا وہ اثر“ علامہ موصوف اپنے عہد کے بڑے مصنف، نقاد تاریخ، مؤرخ اور ثقہ محقق و بلند پایہ سیرت نگار تھے۔ وہ کسی روایت کو بغیر روایت کی راہنمائی کے بہت ہی کم قبول کرتے تھے۔ ان کی تصانیف اس نفس الامری کی آئینہ دار ہیں۔ وہ زیر نظر منظر نامہ میں حسب عادت نتیجہ مستنبط کرنے کے لیے آخر میں مطلب بیان کر گئے ہیں۔

انہوں نے اسی نظم میں آگے چل کر حضرت بلالؓ کی شادی کی خواہش کے واقعے اور حضرت بلالؓ کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس قول کو بھی نظم کیا ہے کہ ”بلال ہمارے آقا ہیں“۔ نظم کا موضوع ہے ”مساوات اسلامی“ علامہ موصوف نے اس میں کفو پر تعریض کی ہے اور مساوات اسلام پر استدلال کیا ہے لیکن اس نظم کے ماخذ روایت اور تمام واقعات و سوانح قبائل عرب قبل اسلام و بعد اسلام پر غور کیا جائے تو اکابر قریش کے مقابلے کے لیے، عتبہ کے توجہ دلانے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عتبہ کے مقابلے میں انصار کو واپس بلا لینا اور حضرت حمزہؓ و حضرت علیؓ کو عتبہ اور اس کے بھائی کے مقابلہ میں بھیجنا اثبات کفو کے لیے ایک زبردست موثق اور قوی تر واقعہ اور شہادت ہے۔ اگر آپ ضروری خیال فرماتے تو عین جنگ کے موقع پر مصلحتاً اور کامیاب جنگ لڑنے کی غرض سے کہہ دیتے کہ انصار ہی مقابلہ کریں گے۔ ہم کفو سے انکار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں سب برابر ہیں اور مساوات ہی مساوات ہے لیکن آپ نے کفو کا انکار نہیں کیا اور اکابر قریش کے مقابل امثال کفو و نسب کے آدمی آگے بڑھائے۔ بلاشبہ یہ آگے

بڑھنے والے بلحاظ کفو اور بلحاظ دیگر صفات حسنہ عتبه وغیرہ سے ہزار ہا گنا اعلیٰ و افضل تھے جبکہ بذات خود عتبه وغیرہ کے کفو پر اعتراض کر کے ان کے سوال کو مردود کیا جاسکتا تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا کہ اصولاً ایک امر لازمی و جان تہن ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے کفو کا برقرار رکھنا اس کے احیاء و تجدید سے ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے بعض رسوم و رواج اور شعائر و مناسک کو بعض ضروری اصلاحات کے بعد قائم رکھا مثلاً یہ کہ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، جہاد، علم، طواف، طلاق اور نکاح وغیرہ امور تو کفو کو بھی اصلاح شدہ شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری رکھا جیسا کہ تعامل، تسلسل، تواتر اور توارث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں مغربی استیلاء اور آزاد خیالی کے رعب میں آکر کفو سے کیوں اجتناب کیا جائے حضرت علامہ شبلی کی یہ نظم موثق ترین روایت کی حامل ہے اور شواہد تاریخ سے ہے مگر علامہ موصوف نے حسب عادت اس واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بالکل بے جا اور نری انگل ہے۔ یہ واقعہ تو استحکام کفو کے لیے بجائے خود ایک ایسا دعویٰ ہے اور ظاہر و باہر ہے کہ خود ہی سراسر شہادت ہے اور کفویت کی تردیح کا ثبوت ہے نہ کہ اس کی تکذیب و تردید کا۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے بعد اول آدمی مولانا ابوالکلام آزاد ہیں جو مساوات اور جمہوریت کے پر جوش حامی اور مؤید ہیں۔ یورپ کی مساوات اور مغربی طرز فکر کی جمہوریت نے ان حضرات پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ترکی، ایران اور مصر میں بھی ایسے لوگ اٹھے جو ان کے ہمنوا اور مؤید تھے۔ اسلامی آثار و روایات کو ان لوگوں نے مساوات و جمہوریت کی ترویج کا ذریعہ بنایا۔ ترکی کے پرنس سعید حلیم پاشا مرحوم اور پھر اس عہد کے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ان سے قدرے مختلف ہیں۔

بہر حال مولانا شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے مساوات اور جمہوریت کے لیے سر توڑ کوشش کی ہے۔ خود ہمیں بھی کئی برس تک ان کے افکار و آراء کا مرید رہنا پڑا ہے۔ ہم

مساوات اور جمہوریت کے زبردست حامی رہے ہیں اور اب بھی ہیں لیکن یورپ کی مساوات اور یورپ کی جمہوریت قطعاً ناقابل اعتناء اور بالصراحت کفر و طغیان ہے۔ اسلام کے ساتھ اس کی پیوند کاری عصیان کے مترادف ہے۔ اسلام تو شوریٰ کا موید ہے مگر یہ شوریٰ مغربی طرز کی ہرگز نہیں بلکہ کتاب و سنت کے شواہد اور مشکوٰۃ نبوت سے مستقیر ہے۔ یہاں اس کی بحث کا موقع نہیں۔ جمہوریت کے بالقابل اسلام ”خلافت“ کا علمبردار ہے۔ خلافت سے بہتر اور جامع تر عملی اصطلاح نسل انسانی، ہزاروں برس کی دماغی کاوشوں کے بعد بھی پیش نہیں کر سکتی۔ ملوکیت ایک شخص کی خدائی کا اعلان کرتی ہے جبکہ جدید طرز کی جمہوریت اور مساوات ہزاروں خداؤں کی محو زہے۔ یہ آزادی نہیں خالص ایپانچ و بربادی ہے۔

متاع معنی بیگانہ از دوس فطرتاں جوئی ز موران شوخی طبع سلیمانی نمی آید  
گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کاری شو کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید  
(حضرت اقبال)

آدم بر سر مطلب۔

تعالیٰ نبوی کی رو سے شرف نسب کا اظہار تحدیثِ نعمت کے طور پر نہ صرف جائز ہے بلکہ لازم بھی ہے۔ خود سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب شریف کی اصالت و عظمت کی سپر سے حالتِ جنگ میں بے پناہ کام لیا ہے:

اہل اسلام یوم حنین کو کبھی نہیں بھول سکتے جہاں بارہ ہزار مسلمانوں کے پاؤں جن پر انہیں بڑا ناز تھا، دہلہ اول ہی میں اکھڑ گئے اور وہ سرا سمگی و ابتری لشکر اسلام میں نمایاں ہوئی جس پر خود کلام الہی کی شہادت ہے:

☆ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَ لَّيْتُمْ



مُسَدِّبِينَ هُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ه (۹۰:۲۲-۲۳ القرآن)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد فرمائی ہے۔ اور جنہیں تم نے دن بھی جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں غرور میں مبتلا کر دیا تو وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین، اپنی وسعتوں کے باوجود، تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بالآخر اللہ نے اپنے رسول اور مؤمنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسی فوجیں اتاریں جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی۔ اور یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے لشکر اسلام کی ہزیمت کے مختلف اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہوئے صحیح بخاری کے الفاظ "فَاذْبُرْ وَاَعْنُدْ حَتَّىٰ يَفِيَّ وَحَدُّهُ" (سب لوگ ٹل گئے اور آنحضرتؐ اکیلے رہ گئے) نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"فتح کے بجائے دہلہ اول میں مطلع صاف تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رفتائے خاص میں بھی کوئی پہلو میں نہ تھا۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئیں تھیں لیکن ایک پیکرِ مقدس پابرجا تھا، جو تھا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم، بلکہ مجموعہ کائنات تھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ آنحضرتؐ نے اپنی وہی طرف دیکھا اور پکارا "یا معشر الانصار" آواز کے ساتھ صدا آئی "ہم حاضر ہیں"۔ پھر آپؐ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا۔ اب بھی وہی آواز آئی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور جلالِ نبوت کے لہجہ میں فرمایا "میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں"

بخاری کی دوسری روایت میں ہے:

• اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

یعنی میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(سیرۃ النبی، جلد اول، ص ۳۱۰، دارالاشاعت لاہور، ۱۹۸۵ء)

بس یہی صدائے رعد آسائے کفر و سوز و ایمان نواز، نصرت الہی کا پیش خیمہ بنی جو  
 ایک طرف لشکرِ کفار پر صاعقہ شریبار کی طرح گری تو دوسری طرف اس نے لشکرِ اسلام کے انتشار  
 و انہزام کو جمعیتِ قوت میں بدل دیا اور نسیمِ فتحِ علمِ اسلام کو لہرانے لگی۔  
 اب بھی اگر کسی علامۃ اللہ ہر کو، شرفِ نسب و اتصالِ کفو، کے مسلمات سے انکار ہو تو  
 اس کے حق میں سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت۔

اپنی محرومی کے احساس سے شرمندہ ہیں  
 خوب نہیں رکھتے تو اوروں کے بجاتے ہیں چراغ

(فران)

دریں حالیکہ۔

نورِ حق ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن  
 پھوکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جہاں تک دہلہ اول میں مطلع صاف ہونے اور رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو  
 میں رفقائے خاص کی عدم موجودگی کی بات ہے، مسلم الثبوت دکھائی نہیں دیتی۔ اس ضمن میں ابو  
 بعلیٰ اور طبرانی نے تقدیرِ حال کے ذریعہ حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:  
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنین کے روز ایک مٹھی بھر سفید کنکر یوں کی پھینکی  
 اور فرمایا ”رب کعبہ کی قسم کافر شکست خوردہ ہو گئے“۔ حضرت علی المرتضیٰ آپ کے سامنے اپنی  
 جو انمردی کے جوہر دکھاتے تھے۔“

(تفسیر نفوی، جلد ۳، ص ۶۰، الخاریہ جو التفسیر مطہری، جلد ۳، ص ۱۹۴، مطبوعہ ضیاء القرآن چلی کیشز، لاہور ۲۰۰۲ء)

اور ہاں ان کنکر یوں کے حوالے سے اس مشتِ خاک کو بھی تو پیشِ نظر رہنا چاہیے جو براویت  
 ابن عباسؓ معرکہ بدر میں صاحبِ لولاک نے مولائے کائنات سے طلب فرمائی، اور جو

دست بو تراب سے مس ہو کر آنحضرت کے دست قدرت سے آگے بڑھی تو نچوائے آئیہ:  
 ”وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ“ کارکردگار سے شہرت پذیر ہوئی  
 حضرت اقبالؒ نے شاید اسی مناسبت سے ”در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ“ یہ کہا کہ ۔

مرسل حق کرد نامش بو تراب

حق ”ید اللہ“ خواند در ”ام الکتاب“

(اسرار رموز)



## تواتر و تعامل خاندان ولایت مآب

سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا گیا ہے کہ ابی قحافہ (ف ۱۴ھ) اور الخطاب کے فرزندوں ابی بکر الصدیقؓ (ف ۱۳ھ) اور عمر الفاروقؓ (ف ۲۵ھ) نے اپنے لیے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سیدہ کائنات فاطمہ سلام اللہ علیہا کا رشتہ انہیں دیا جائے لیکن سرور کائناتؑ نے انکار فرمایا۔ ہمارے نزدیک یہ روایت محض اختراع ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جس ادب و احترام کا ماخذ و مرکز سرور کائنات کو جانتے تھے وہ ہرگز اس قسم کی خواہش نہ کر سکتے تھے اور بعد والوں نے یہ قصہ ایجاد کر لیا تا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جو مقام حضرت علیؑ کا ہے محض اپنی ذہانت اور اختراع سے اس میں دوسروں کو بھی رفیع و سرفراز کیا جائے۔ بہر حال سرور کائناتؑ نے اس درخواست کو شرف قبولیت نہ بخشا۔ اس لئے حکمت نبوتؑ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو کسی رفیع المنزلت شخص جسے علی ابن ابی طالبؑ کہتے ہیں کی زوجیت میں دینے کا فیصلہ بتائید روح القدس کر چکی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ نے درخواست کی تو جناب سرور کائناتؑ نے حضرت سیدہ کائنات کو اس درخواست سے آگاہ کیا تو ساری کائنات کی حیا و معصومیت سکوت میں آگئی اور خاموشی کے موتیوں کی جگہ گاہٹ نے آمادگی کا نور نچھاور کر دیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریب نکاح کے موقعہ سعید پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ میں حسب و نسب کی صراحت موجود ہے جو احیاء کفو کی جان ہے اور اس خطبہ میں زوجین طاہرین سے ہونے والی اولاد کی پیش گوئی موجود ہے۔ از بس کہ زوجین طاہرین ہم کفو تھے اس لئے ان کی مناکحت عمل میں آئی سیدہ کائنات کے لئے اللہ تعالیٰ نے مولائے کائنات سا دوٹھا پیدا کیا جس سے بہتر سوائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی جامع صفات

شخص نسلِ انسانی میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی دکھائی نہیں دیتا پس حضرت سرور کائناتؐ نے عملاً اپنے خاندان اور گھر سے عمل کفو کا احیا فرمایا۔

اب مولائے کائناتؐ کے طرز عمل پر اس باب میں نظر ڈالتے ہیں۔ آپ نے اصول کفو کا اہتمام کیا اور خاندانیت اور برگزیت کا پاس کیا۔ تاجدارِ ایران یزدجرد کی تین لڑکیاں شہر بانو، مہر بانو اور ماہ بانو مولائے کائناتؐ کے عہدِ خلافت ۳۵ھ میں مدینہ منورہ پہنچیں تو آپ نے ان کی رضاء اور اپنی صوابدید سے حضرت شہر بانو حضرت امام حسینؑ کو بیاہ دیں۔ حضرت مہر بانو محمد ابن ابوبکر کے عقد میں آئیں اور حضرت ماہ بانو کو عبداللہ بن عمر کی زوجیت میں سونپا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نہاد رہنی چاہیے جو حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ کی مناکحت سے متعلق ہے۔ جب سرور کائناتؐ نے حضرت عمرؓ کی درخواست پر سیدہ کائناتؓ فاطمہؓ کو حضرت عمرؓ کی تزویج میں نہیں دیا تو مولائے کائناتؓ علیؓ جو سرور کائناتؓ کے تربیت یافتہ، محرم رازِ نبوت و رسالت اور واقفِ اسرار و خفایا روح القدس ہیں، وہ اپنی اور سیدہ کائناتؓ کی صاحبزادی، حضرت عمرؓ کی تزویج میں کیونکر دے سکتے تھے؟ جب کہ کہا جاتا ہے کہ ۷۱ھ/ ۶۳۰ء میں حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے بیاہ ہوا۔ حضرت عمرؓ ۷۱ھ/ ۶۳۰ء میں کم و بیش ۵۷ برس یعنی تین کم ساٹھ برس کے تھے اور حضرت ام کلثومؓ ۷۱ھ/ ۶۳۰ء میں کم و بیش ۵ برس کی تھیں۔ خدا را یہ روایت عقل و درایت کی حدود میں سما سکتی ہے؟

یہ روایت بالکل بے جوڑ، من گھڑت، انکس اور موضوع ہے۔ علامہ شبلی (ف ۱۹۱۴ء) نے بھی سیرت الفاروقؓ میں اس مناکحت کو تسلیم کیا ہے اور وجہ ظاہر کی ہے کہ حضرت عمرؓ خاندانِ نبوت سے اس قسم کے تعلقات سعادت مندی جانتے تھے۔ علامہ مرحوم نے اسے مستند مورخین کی روایت قرار دے کر تسلیم کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ علامہ مرحوم نے بعض صحیح روایات کو رد کیا ہے کہ وہ ان کے معتقدات کے خلاف تھیں۔ یہاں معاملہ آل محمدؐ کی عزت و آبرو کا تھا۔ کیا صرف ام کلثوم بنت فاطمہؓ بنت محمدؐ کی زوجیت ہی حضرت عمرؓ کے لئے ایک واحد سعادت مند رہ گئی تھی؟ اس خاندان سے تعلقات کی استواری کے لئے اور کئی پہلو تھے اور وہ پہلو بھی

کتاب وسنت سے مستعیر، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہرگز ایسی جسارت نازیبا کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ یہ بعد کی منسوبات ہیں جو اعداء آل محمدؐ نے گھڑی ہیں۔ اس لئے علامہ بھی معذور تھے اور اکثریت کی پاسداری بھی ضروری تھی (اس معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے اس کی مستند و مشرح حقیقت ہماری تصنیف "تحقیق نکاح ام کلثوم" میں ملاحظہ ہو)۔

ایک روز رسالت مآبؐ کی نظر اولاد جعفر طیار اور اولاد علی ابن ابی طالبؓ پر پڑی ارشاد فرمایا۔

☆ "ینا تننا لبیننا و بنونا لبنا تننا" (زینت کربلا ص ۶۶)

(ترجمہ) ہمارے لڑکے لڑکیاں آپس میں ہی کھیں گی۔

اس حدیث کے مطابق سادات کے خاندانوں میں اب تک لڑکے لڑکیاں غیر سادات کو نہیں بیاہی جاتیں۔

اندازاً یہ واقعہ سرکار نبوت مآب علیہ السلام کی رحلت سے متصل ہی ہوگا۔ سادات کا طرز عمل اسی مقام و مرکز سے وابستہ رہا ہے اور آج بھی سادات اس پر عمل پیرا ہیں اور آئندہ بھی صحیح النسب سادات کرام کا یہی مسلک ہوگا۔

"جناب امیرؓ نے اپنی زندگی میں آٹھ لڑکیوں کو اپنے رشتہ داروں سے

عروسی کر دی"۔ (کبریٰ امر، ارشاد نکاح ص ۳۱۶)

ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ عون بن جعفر کے نکاح میں تھی۔

(کبریٰ امر جلد ۳ ص ۱۷۷)

زینب صغریٰ بنت علی مرتضیٰ محمد بن عقیل کے نکاح میں اور ام کلثوم بنت

علی مرتضیٰ مسلم بن عقیل کے نکاح میں تھیں" (کبریٰ صفحہ ۱۸)

اس حدیث کی بنا پر بعض اصحاب نے نکاح ہاشمیہ کا غیر ہاشمی کے ہمراہ

حرام قرار دیا ہے" (انوار العنایہ ص ۱۷۷)

شرح نوح البلاغہ میں علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اشعث بن قیس نے جو قبیلہ

کندہ کے رؤساء میں سے تھا علی مرتضیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ اپنی دختر جناب زینبؑ کو میرے عقد میں دے دیجئے۔ اس کندہ ناتراش کا یہ اظہار سن کر آنجناب کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا: اے اشعث! اپنی صورت تو آئینے میں دیکھ! تو اور شبیہ خدیجہؑ دختر زہراؑ، زینبؑ سے خواہش عقد خردار! اگر تو نے دوبارہ ان الفاظ کا اعادہ کیا تو یاد رکھ علیؑ کی ذوالفقار ہوگی اور تیری گردن۔ تیری کیا ہستی کہ یادگار زہراؑ سے ہمکلام ہو۔ اسد اللہ کے تیر دیکھ کر امین قیس کیا دیوانہ تھا جو اور کچھ کہتا سہم ہی کے تورہ گیا" (زینت کربلا ص ۸۰-۷۱)۔

حضرت امیر علیہ السلام اشعث بن قیس کے مخاطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

☆"عليك لعنة الله و لعنة اللاعنين حائك بن حائك منافق بن كافر"

(نہج البلاغہ صفحہ ۷۸ طبع تہران)

”اے جلا ہے کے بیٹے جلا ہے اور کافر کے بیٹے منافق! تجھ پر اللہ کی لعنت نازل ہو اور لعنت کرنے والوں کی لعنت نازل ہو“ حضرت امیر نے ایسا کیوں فرمایا؟

”روی اہل سیرۃ ان الاشعث خطب الی علی لہنتہ فزیروہ و قال یا ابن الحائك

اعزک ابن ابی قحافة“ (تج السلف شرح علامہ ابن ابی الحدید" جزو ۴ ص ۲۳)

اشعث نے علی مرتضیٰ سے ان کی دختر کا رشتہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا۔ اے جلا ہے

کے بیٹے جلا ہے اور کافر کے بیٹے منافق! تجھ کو ابو بکرؓ نے گستاخ کر دیا ہے۔

صاحب مناقب فاخرہ مولانا سید احمد شاہ مشہدی لکھتے ہیں:-

اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اہل بیت رسالت میں سوائے قرابت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ طلب کرے تو وہ منافق اور ملعون ہے۔"

(مناقب فاخرہ۔ مولانا سید احمد شاہ، روضہ الہندی)

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال، حضرات حسینؑ کے عہد کی ہے اور ٹھیک سرو کائنات اور

مولائے کائنات کی آراء سے ہے۔ پس یہ تصور تمام اہل بیت کرامؑ کا تصور ہے اور نسب اہل بیت

کی شوخی کا مظہر ہے۔

ابی العاص کی لڑکی امامہ بنت زینب حضرت سیدہ کائنات کی رحلت کے بعد حضرت امیر کی زوجیت میں حسب وصیت حضرت سیدہ کائنات آئیں۔  
حضرت عائشہ فرماتی ہیں:-

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی شخص نے ایک قلابہ خرابی طور پر دیدیا تو آپ نے فرمایا سب سے زیادہ جو احسب ہے ہمارے اہل سے اس کو دیں گے۔ عورتوں نے کہا ابو بکرؓ کی صاحبزادی (حضرت عائشہؓ) پائیں گی۔ مگر حضرت نے لا کر امامہ بنت زینب کو دے دیا۔ چنانچہ اسی اپنی خواہر زادی امامہؓ کی نسبت سیدہ کائنات نے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد امامہ بنت زینب سے نکاح کرنا اور ان سے عقد کرنا اور وہ آپ کی شرف زوجیت میں رہیں۔ جب موافق کائنات کی رحلت کا وقت آن پہنچا تو آپ نے حارث بن عبدالمطلب کے پوتے مغیرہ بن نوفل کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔

☆"قال لا مامۃ بنت ابی العاص انی لا امن ان یخطبک هذا الطاغیۃ بعد موتی. یعنی معاویۃ فان کان لک فی الرجال حاجۃ فقد رضیت لک المغیرۃ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب عشیرا"

"امامہؓ سے کہا کہ ہم کو خوف ہے کہ ہمارے بعد یہ طاغی معاویہ تم سے عقد کی خواہش کرے تو اگر تجھے عقد کی ضرورت ہو تو ہم راضی ہیں کہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے عقد کر لینا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایام عدت گزرنے کے بعد معاویہ نے مروان کو ایک لاکھ اشرفی دے کر حکم دیا۔ امامہؓ سے میرا عقد کر دے۔ جب امامہؓ کو یہ خبر پہنچی تو مغیرہ سے کہلو! بھیجا کہ اگر تم کو عقد کی ضرورت ہو تو بسم اللہ! چنانچہ بذریعہ امام حسینؓ یہ عقد ہوا۔

(الایضاح فی معرفت اصحاب ج ۳ ص ۷۲۸)

مروان بن الحکم، حاکم حجاز نے معاویہ کی جانب سے یزید کے لیے اُمّ کلثوم بنت



عبداللہ ابن جعفر طیار (دختر زینب بنت علی مرتضیٰ) کا رشتہ طلب کیا۔ جناب عبداللہ نے جواباً کہا اگرچہ اُمّ کلثوم میری دختر ہے لیکن اس کا اختیار سید و سردار بنی ہاشم امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہے (اگلے وقتوں میں خاندان کے بڑے بوڑھے اس معاملہ میں مختار ہوا کرتے تھے) چنانچہ وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت مدعا پیش کی، آنجناب نے فرمایا کہ:

اس معاملہ میں خداوند کریم سے استخارہ کروں گا اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔ دو ایک روز بعد جب امام حسینؑ مسجد میں تشریف لائے تو مروان بھی معہ چند عمر رسیدگان بنی ہاشم و بنی اُمیہ کے مسجد میں داخل ہوا۔ بتدریج کہنا شروع کیا کہ امیر معاویہ نے مجھے اس امر کے لیے متعین کیا ہے کہ رشتہ طے کر لوں۔ نیز ان کو تمام قرض سے سبکدوش کر دینے کا بھی ضامن ہو جاؤں اور رابطہ صلح و اتحاد درمیان بنی ہاشم و بنی اُمیہ مستحکم کر دوں۔ اگر یہ رشتہ ہو گیا تو بنی ہاشم پر نظر امتیاز پڑنے لگے گی بلکہ یزید سے بھی زیادہ۔ اس کے بعد یزید کی طلاوت و سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے کہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ مستحق بلقائہ (اس کے دیدار سے ابر سیراب ہونے کی تمنا کرتا ہے) اتنا کہہ کر مروان نے سکوت اختیار کیا۔

اب افصح العرب امام حسینؑ کی باری آئی۔ آپ نے حمد و صلوة کے بعد جواباً فرمایا:

مہر کے متعلق تو یہ کہ اس کو شرع شریف کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو خود اپنے اور خاندان کے نکاحوں کے وقت میرے جید بزرگوار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معمول رہا۔ میں بھی اس حکم کا پابند ہوں۔ بھائی عبداللہ کے قرض سے متعلق یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ باپ کا قرض بیٹی کے ذریعہ ادا ہوا ہو۔ رہا بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے درمیان مصالحت کا معاملہ تو وہ حق کیسا؟ جسے باطل سے مخارت نہ ہو۔ دنیا کے لیے صلح نہیں چاہتے اور تم نے جو یہ کہا کہ یزید سے زیادہ لوگ ہم سے رغبت کریں گے تو ذرا غور کرنے کی بات ہے۔ عزت دنیا کے اعتبار سے یزید پر غلبہ کرتے ہیں۔ وہ بڑے عقلمند ہیں دنیا اسی کا نام ہے۔ آخر میں جو تم نے سخاوت یزید کے متعلق کہا اس کے دیدار سے ابر سیرابی چاہتا ہے تو یہ مثل حقیقی طور

سے سوائے رسول کریمؐ کے دنیا میں کسی کے جو دو کرم پر صادق نہیں آتی۔

اس ارشاد سے امام حسینؑ نے حضرت ابی طالبؓ کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا جو انہوں نے مدح رسولؐ میں کہا تھا:

"وَيَسْتَقِي بوجِهه شمال عصمة لئلاّ اهل" (طراز المذاهب مظفری ص ۴۰۶)

اس سیف اللہ مسلول کا کرم پاش نورانی چہرہ دیکھ کر خود سقائے ابر پانی مانگتا ہے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ تیبوں کا پناہ گاہ اور رائٹوں کا محافظ ہے۔ رزم و بزم دونوں میں جو ہر فرد ہے۔

☆ "کریم السجایا جمیل الشیم"

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے حجج کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں اُمّ کلثوم دختر عبد اللہ بن جعفر کو اس کے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر کے عقد میں دیتا ہوں اور اس کا مہر شرعی مقرر کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک قطعہ زمین جس کی آمدنی ساٹھ ہزار دینار سالانہ ہے۔ دو لہا، ذہن کی فلاح معیشت کے لیے بخشا ہوں۔"

مروان بن حکم نے اس معاملے میں ایسی منہ کی کھائی کہ اور کچھ تو بنا نہیں، کہنے لگا "میں دیکھتا ہوں کہ آل ہاشم ہمیشہ بنی اُمیہ سے برسرِ عناد ہی رہتا چاہتے ہیں۔" حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔

"تمہیں یاد ہوگا جب میں نے عائشہ دختر عثمان سے خواہش عقد کی تھی تو تم نے جھٹ سے عبد اللہ بن زبیر سے اس کا عقد کر دیا تھا۔ اب شکایت کیسی؟"

☆ "کما تدین تدان" (مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۶۲ بحوالہ زینت کربلا ص ۸۷)۔

جو لوگ خاندان رسولؐ کی عظمت و شرف پر غبط کرتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ (زینت کربلا)

یہ روایت مناقب شہر آشوب ج ۳ ص ۶۲ اور طراز المذہب مظفری ص ۴۰۶ میں

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ کے حالات میں آئی ہے۔ شہر آشوب میں روایت امام حسن اور طراز کی روایت میں امام حسینؓ کا نام آیا ہے اور خانوادہ نبوت اور دودمان ولایت کے مزاج شناس جانتے ہیں کہ اس باب میں نہ صرف ان دونوں حضرات کا بلکہ تمام خاندان کا مزاج ایک سا تھا۔ آل حسن اور آل حسینؓ کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ حضرت امام علیؓ سجادؓ اور امام محمد باقرؓ اپنے آباء و اجداد کرام کے نمونے اور نقوش پر تھے۔ انہوں نے سنت اسلاف سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کے حالات میں ہے۔

☆ "قال بعض الخوارج لهشام بن الحكم يا هشام  
ما تقول في العجم يجوزان يتزوّجوا في العرب قال نعم  
فالعرب يتزوّجوا من قريش قال نعم قال فقريش يتزوج  
من بنى هاشم قال نعم فجاء الخارجي الى الصادق  
فقص عليه ثم قال أسمعك منك فقال نعم قد قلت ذلك  
قال الخارجي فها انا فقد جئتك خاطبها فقال له ابو  
عبدالله انك لكفؤ" في دمك و حسبك في قومك  
ولكن الله عزوجل منعنا عن الصدقات وهي اوساخ  
ايدي الناس فنكره ان نشرك فيما فضلنا الله به من لم  
يجعل الله له مثل جعل لنا فقام الخارجي و هو يقول  
بالله رايت رجلا مثله روني والله اقبح ود وما خرج  
من قول صاحبه"

(ترجمہ) "بعض خارجیوں نے ہشام بن الحکم کو کہا کہ عجم عربوں میں شادی کر سکتے ہیں؟ ہشام نے کہا ہاں اور قریش بنی ہاشم سے شادی کر سکتے ہیں؟ ہشام نے کہا ہاں! خارجی حضرت امام صادقؓ کے پاس آیا

اور یہ قصہ بیان کر کے پوچھا کہ ہشام نے آپ سے یہ باتیں سنی ہیں۔

حضرت امامؑ نے فرمایا:

ہاں:

پھر خارجی نے کہا کہ:

اگر ایسا ہے تو میں آپ سے اپنے لئے رشتہ طلب کرنے آیا ہوں۔

حضرت نے فرمایا:

تو ان لوگوں کا ہم پلہ ہے جو تیرے ہم شان اور دین میں ہم خیال ہیں۔ پس ہم برا

سمجھتے ہیں کہ جن امور میں خدا نے اپنے فضل سے ہم کو مختص فرمایا ہے۔ ان خصوصیات میں ایسے لوگوں کو اپنا شریک کر لیں جن کے لیے وہ خصوصیات نہیں ہیں۔

پس وہ خارجی یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا:

کہ واللہ میں نے اس علم و فضل کا آدمی کبھی کہیں نہیں دیکھا کہ اپنے ساتھی کے ہم خیال رہنے کے باوجود اس نے میری خوب گت بنائی!"

۱۔ اصول کافی کتاب الکاح جلد ۲ ص ۱۳۶

۲۔ مناقب آل ابی طالب ج ۵ ص ۴۴

## موتم الاشبال

ابوالحج عیسیٰ موتم الاشبال ( ۱۲۲ - ۱۶۸ھ بصرہ ) ابن زید شہید ابن

امام زین العابدین ابن امام حسین ابن امام علی مرتضیٰ ابن ابی طالب۔ آپ کا اسم گرامی

عسارہ ہے۔ ظلم بنی امیہ کے خوف سے آپ نے اپنا نام عیسیٰ رکھا۔ آپ کی کنیت ابوالحج تھی، چونکہ

اکثر شیر کا شیر کیا کرتے تھے اس وجہ سے موتم الاشبال مشہور ہو گئے، یعنی یتیم کرنے والے شیر کے

بچوں کو!

حضرت زید شہید (برادر امام محمد باقرؑ) کی شہادت کے وقت آپ کا سن ایک سال کا تھا۔ آپ کو ان کے ماموں ابراہیم شہید بن عبداللہ کھنڈ نے پرورش کیا اور آپ اپنے ماموں کے وصی اور علمبردار تھے اور ان کے ہمراہ منصور دوانیقی (دوسرے عباسی بادشاہ) پر فوج کشی کی اور شکست کھا کر بھاگے۔ مدینہ کی سکونت ترک کر کے مہدی عباسی کے وقت تک بصرہ میں پوشیدہ رہے۔ شیخ نقیب تاج الدین نے کہا ہے کہ آپ آخر وقت کوفہ میں سقاویوں کے یہاں مزدوری کرتے تھے اور اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھے۔ آپ نے یہاں نکاح کر لیا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب وہ جوان ہوئی تو اس سقہ نے جس کے یہاں آپ مزدوری کرتے تھے آپ کی صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر اس لڑکی کا عقد اپنے لڑکے سے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اس کو یہ خبر نہ تھی کہ عیسیٰ کس خاندان سے ہیں؟ عیسیٰ کی زوجہ اس نسبت سے بہت خوش ہوئی اور عیسیٰ سے ذکر کیا۔ آپ نہایت متروڑ اور متشکر ہوئے اور دعا کی کہ خداوند اتو اس لڑکی کو دنیا سے اٹھا لے۔ جب لڑکی کا انتقال ہوا تو عیسیٰ نے بہت جزع و فزع کی۔ عیسیٰ کے بعض احباب نے جو محرم حال تھے عیسیٰ سے کہا کہ ہم تمہیں اشع اہل زمین سمجھتے تھے، ایک لڑکی کے مرجانے سے گریہ کرتے ہو؟ عیسیٰ نے جواب دیا کہ اس لڑکی کے مرنے پر نہیں روتا بلکہ اس بات پر روتا ہوں کہ وہ بیچاری مر گئی اور اس کو یہ علم نہ ہوا کہ وہ رسول کے ایک پارہ جگر کی پارہ جگر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان سلف کو اپنے حسب و نسب کا کس قدر خیال تھا؟ گو اس وقت آپ کی زندگی ایک مزدوری کی زندگی تھی اور خوشحال شخص کے لڑکے سے دختر کی نسبت ہونی تھی۔ مگر اس کو آپ نے پسند نہ کیا اور بچی کی موت کے لیے دعا کی۔ افسوس اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ دولت کو حسب و نسب پر ترجیح دی جاتی ہے۔

"فاعتبروا یا ولی الابصار"

۱۔ سیدوسی الحسن بگرامی۔ روحۃ الکرام فی تاریخ الکرام ص ۱۱۴

۲۔ سید جمال الدین احمد اہلبی۔ عمدة الطالب فی التسابیح آل ابی طالب ص ۲۵۶ مطبوعہ نجف عراق

## حضرت شاہ محمد گیلانیؒ فیروز آبادی

میر شمس الدین محمد، دوسرے سید ابوطالب سادات عراق کی اولاد سے ہندوستان میں آئے۔ سید شاہ محمد فیروز آبادی جو گیلانی خاندان اور حضرت شاہ فیض ابن ابی الحیات کی طرف منسوب تھے ان کے پاس آئے۔

ان کی کئی بیٹیاں تھیں۔ انکی شادی کی کہیں صورت نہ بنتی تھی۔ ان سادات کو جو دیکھا کہ مسافر ہیں اور بیگانہ شہروں سے آئے ہیں۔ لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ میرے ہم کفو ہیں اور ان کے آنے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ میرے رشتہ دار شرفاء عرب سے ہیں۔ اگر وہ یہاں آگئے تو میری لڑکیوں کی قرابت خوب ہو جائے گی۔ ان کو اپنا مہمان کر کے بہت خاطر و مدارات کی اور دوستی و محبت کی باتوں میں کچھ تقصیر نہیں کی اور اتنا س کیا کہ آپ کے رہنے کے مناسب سوائے میرے گھر کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ یہیں رہیے۔ میں جہاں تک ممکن ہے آپ کی خدمت و رعایت میں کچھ کمی و کوتاہی نہ کروں گا وہ چونکہ مسافر و غریب تھے اور یہ بادشاہ وقت کے ہاں بڑے معتبر تھے۔ اس سبب سے انہوں نے وہیں رہنا پسند کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے سید ابوطالب کو نکاح کا پیغام دیا۔ یہی شاہ محمد فیروز آبادی ان ہی دو سیدوں کے قتل میں ماخوذ کئے گئے۔ علماء دہلی و لاہور و جوچور نے محضرت تیار کیا تو سید صاحب نے کہا تمہارا جو جی آئے سو کرو، میں بالکل بے قصور و مظلوم ہوں، اس کام سے بالکل پاک و صاف۔ اہل بیت کی مظلومی اور بے عزتی و بے حرمتی ایک قدیم امر ہے اور ہم کو وراثتاً پہنچا ہے۔ جو کچھ ہمارے سر پر آئے گا ہم اس پر صابر ہیں۔ علماء ان کے قتل پر فتویٰ دینے میں مختلف ہوں گے۔

شیخ امان اللہ پانی پتی کو بھی اس محضر کے واسطے تکلیف دی گئی تھی اور طلب کئے گئے تھے، وہ نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ اماں دوزخ میں چلا جانا بہتر ہے اس سے کہ اہل بیت کو ذلیل و خوار کر کے کھڑا کریں اور میں معزز اور ممتاز بن کر بیٹھوں۔ ان حضرات کا قتل کیا جانا بھی حیف ہے

اور ان کا ذلیل و خوار کرنا بھی حیف ہے۔ اس واقعہ سے میرا جگر خون ہوا ہے اور اس سے بھی خوف و خطر میں ہوں۔ (تذکرہ اخباراللاخیر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

نیز دیکھئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تذکرہ اخباراللاخیر فارسی مطبوعہ لکھنویہ سلطان ابراہیم لودھی کا عہد ہے اور ۹۵۵ھ ہجری کا واقع ہے۔ (تذکرہ الاولیاء اردو ص ۳۰۰، ۳۰۱ تحت حالات شاہ قیس)

### علامہ شبلی نعمانی اور مسئلہ کفو

راہنگر کہ در ہندوستان دیگر نے بنی  
برہمن زادہ و رمز آشنائے روم و تہریز است  
(اقال)

علامہ شبلی نعمانی قصبہ بدول پرگنہ سگوی اعظم گڑھ کے باشندے تھے۔ حضرت ابو بکر شبلی بن ولف آپ کے بزرگوں میں بتائے جاتے ہیں (یہی بزرگ شیخ شبلی بغدادی ف ۳۳۵ھ ہیں) شبلی کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ ان کا وطن شبلیہ واقعہ اشروسنہ ترکستان ہے۔ پس اس بزرگ کے نام پر علامہ کا نام رکھا گیا اور چونکہ شروع میں وہ خفی مذہب تھے۔ تو امام ابو حنیفہ کے اصلی نام نعمان سے اپنی نسبت قائم کر لی تھی ورنہ یہ ان کی نسل سے نہیں ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی کی والدہ جو حاجی قربان قنبر کی صاحبزادی تھیں، نہایت نیک اور دین دار بی بی تھیں۔ تہجد تک ناغہ نہیں کرتی تھیں۔ مولانا اکثر اپنی والدہ مرحومہ کی نیکیوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کی سحر خیزی کی عادت ان ہی کے حسن تربیت سے پڑی شیخ صاحب نے غیر کفو میں جو شادی کر لی تھی اس سے وہ بہت دلگیر رہا کرتی تھیں اور آخر اسی غم میں ۱۸۸۶ء سے پہلے وفات پائی۔

مولانا کے والد شیخ حبیب اللہ مرحوم نے ایک اور شادی غیر کفو میں کی تھی جن سے ایک صاحبزادے محمد مرحوم تھے۔ یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح قابل اور ہونہار تھے اور گریجویٹ ہو چکے تھے مگر جس روز ڈپٹی کلگری میں ان کے انتخاب کی اطلاع آئی اسی دن چند گھنٹے پہلے دو دن کی علالت کے بعد وفات پا چکے تھے۔ (حیات ثقیل ص ۶۳ تا ۶۵ ص ۶۷ سید سلیمان ندوی)

### علامہ اقبالؒ اور مسئلہ کفو

"ایک بار کشمیری خاندان کے ایک شخص کا ٹھہرا واڑ کے کسی خاندان میں شادی کرنا چاہتے تھے لیکن ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے ان کو منع کر دیا اور کہا کہ پنجاب کی کشمیری برادری سے باہر رشتہ نہ کریں۔ اس پر ایک نوجوان طالب علم نے اعتراض کیا کہ آپ تو ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ذات پات کی تمیز مٹا دینی چاہیے کیونکہ ہماری ذات صرف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہنس کر جواب دیا یہ تو بالکل صحیح ہے لیکن خواجہ..... اگر وہاں شادی کر لیں تو ان کی اولاد بھی کالی کلوٹی ہوگی اور اس طرح اس خاندان سے وہ صباحت رخصت ہو جائے گی جو کئی پشتوں سے اس کی خصوصیت چلی آرہی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے بچے نہایت خوش رُو اور سرخ و سپید ہوں تاکہ ہم لوگ صحیح معنوں میں ملت بیضا بن جائیں۔"

(۲۴ اقبال ص ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹،



چنانچہ راقم کو آپ ۱۶ جنوری ۱۹۳۳ء کے خط میں لکھتے ہیں "اعجاز کی شادی کے وقت پنجاب میں کسی مسلمان سپرو خاندان کی جستجو کی گئی مگر ناکامی ہوئی۔"

(تاریخ اقوام کشمیر جلد دوم ص ۳۲۳ محمد الدین فوج طبع ۱۹۳۳)

ان تمام بیانات کی روشنی میں جو سادات کرام صحیح النسب ہیں ان کا مجموعی مزاج معلوم ہو جاتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس تو اتر و تعال میں ان کی انفرادیت اور امتیازی خصوصیت قائم و دائم ہے اور صدر اقل سے تا امروز وہ اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

چراغِ را کہ ایزد بر فروزد  
کے کو ٹف زند ریش بسوزد

### سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (مرحوم)

"اختلاف مذہب اور اختلاف قومیت خود بڑی چیز ہے۔ خاندانی زندگی کی کامیابی اور نظام تمدن کی بہتری کے لیے تو ایسی شادیاں بھی مفید نہیں ہوتیں جن کے دونوں فریق ایک ہی سوسائٹی کے دو مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں۔ شہری اور دیہاتی تک کا فرق بارہا نا موافقت کا موجب بن جاتا ہے۔ نباہ کے لیے ضروری ہے کہ زوجین اور ان کے خاندانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ امور میں اتحاد ہو۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ان کا دین ایک ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا طرز معاشرت ایک ہو۔ ان کے خیالات اور اصول حیات میں یسانی ہو۔ ان کے معاشی اور معاشرتی مرتبے میں ہمواری ہو اور ان کی خاندانی روایات ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف نہ ہوں۔ یہی چیز ہے جس کو اصطلاح شریعت میں "کفالت" کہتے ہیں۔ شارع نے مناکحت میں کفو کو جو اہمیت دی ہے وہ اسی لئے ہے کہ زوجین میں زیادہ سے زیادہ مماثلت ہو کیونکہ مماثلت صرف زوجین ہی کے لیے مودت و رحمت کی موجب نہیں ہے

بلکہ پوری سوسائٹی کے لیے مفید ہے اور آئیندہ نسلوں کی بہتری بھی اسی پر موقوف ہے۔"  
(تعمیرات حصہ دوم ص ۷۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن  
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا



من قصه اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواندم و رستم  
دُریاب که لعل و گهر افشاندم و رستم

فقیر

سید غلام حسن شاہ کاشمی  
مظفر آباد - آزاد کشمیر

تمت بالخیر

## کتابیات

مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۸۵ء	ایلاذتخیر	-1
مولوی محمد علی ایم اے طبع لاہور ۱۹۲۱ء	بیان القرآن	-2
ہمدرد ذواخانہ دہلی طبع دہلی ۱۹۳۷ء	برتھ کنٹرول	-3
اردو بائبل سوسائٹی طبع لاہور ۱۹۰۷ء	بائبل شریف	-4
امام الہند ابوالکلام آزاد ۱۹۸۵ء	ترجمان القرآن	-5
ششی محمد الدین فوق کشمیری طبع لاہور ۱۹۳۵ء	تاریخ اقوام پونچھ	-6
علامہ عنایت اللہ خان مشرقی قف ۱۹۶۰ء	تذکرہ	-7
مولانا ابوالکلام آزاد- ف ۱۹۵۸ء	تذکرہ	-8
کتاب المساقب- حضرت امام ترمذی	ترمذی شریف	-9
مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی	تخذیر الناس	-10
علامہ بزرگنجی حنفی- ف ۱۹۱۰ء	تجلی الیقین	-11
علامہ جلال الدین سیوطی- ف ۱۹۱۰ء	تاریخ الخلفاء اردو	-12
مولانا عبداللہ خان مہندراکالج طبع ۱۹۱۸ء	خطبات نبوی	-13
مولوی محمد میاں دیوبندی طبع دہلی ۱۹۲۲ء	رحمۃ العالمین	-14
مولانا محمد انور شاہ کشمیری- ف ۱۹۲۳ء	رسالہ قاسم العلوم دیوبند	-15
عزیز الحسن نقاشی طبع دہلی	رسالہ پیشوا تذکرہ جمیل	-16

- 17- رسالہ معارف دارالمصنفین - اعظم گڑھ طبع ۱۹۲۸ء / ۱۹۳۲ء
- 18- روزنامہ "زمیندار" لاہور مولانا ظفر علی خان
- 19- سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانی ۲: ۴۰۸
- 20- حقائق الکلام - فارسی علامہ صبحی پاشا طبع قسطنطنیہ ۱۸۹۸ء
- 21- بخاری شریف محمد اسماعیل بخاری - ف ۲۵۴ھ ہجری
- 22- لطائف الادب مولانا ظفر علی خان طبع لاہور
- 23- مواہب لدنیہ علامہ احمد قسطلانی - ف ۹۲۳ھ ہجری
- 24- مکتوبات طیبات حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی - ف ۱۹۳۷ء
- 25- ضرب کلیم علامہ محمد اقبال طبع لاہور - ف ۱۹۳۸ء
- 26- فتوحات محی الدین ابن عربی
- 27- مانی الاسلام مولانا اصغر علی رومی اسلامیہ کالج لاہور
- 28- کتاب التوحید محمد صالح نقشبندی طبع ۱۹۴۲ء
- 29- وفاء الوفا عبدالمالک بن محمد نیشاپوری
- 30- احیاء النسب مولانا احمد رضا خان بریلوی بریلی شریف
- 31- فتاویٰ و مقالات مولانا حشمت علی
- 32- فتاویٰ و مقالات علامہ علی الطائری لاہور
- 33- العذیر عبدالحسین احمد الامینی اصغیان
- 34- کتاب الشعائر علامہ سید عبدالقاسمی شاہ مشہدی حویلیاں
- 35- مناقب فاخرہ مولوی سید احمد شاہ مشہدی راولپنڈی

مولانا محمد شفیق دیوبندی کراچی	ارادة النسب والادب	-36
سید عبداللہ شاہ عبدسید کسرائی	حرمت بنات رسول	-37
علامہ سید محمود شاہ کاظمی حویلیاں	شرافت سادات	-38
علامہ سید محمد علی روضاتی اصفہان	جامع الانساب	-39
سید فضل عباس ہمدانی چکوال جہلم	عظمت سادات	-40
شاہ ولی اللہ مقالہ از مناظر احسن گیلانی	الفرقان	-41
سید رضی الحسن بلگرامی	روضۃ الکرام	-42
سید سلیمان ندوی	سیرۃ النبیؐ	-43
شاہ عبدالحق دہلوی	اشعۃ اللمعات	-44
محمی الدین ابوذکریا بک بن شرف	ریاض الصالحین	-45
ایڈولف ہنر	میری جدوجہد	-46
شاہ ولی اللہ دہلوی	حبیب اللہ البالغہ	-47
مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ	حقوق الزوجین	-48
سخاوت مرزا طبع حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء	تذکرہ مخدوم جہانیاںؒ	-49
مولوی عبدالحق سیالکوٹی	تاریخ گوجران	-50
طبع ۱۹۳۱ء	کادویہ علی القاویہ	-51
طبع طہران	مراۃ العقول شرح فرع کافی	-52
عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سید جمال الدین طبع نجف اشرف		-53
	مناقب آل ابی طالب	-54

## علامہ غلام حسن شاہ کاظمیؒ

### کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف

<u>اسلامیات</u>		
1- مقام کلام پاک	-17	حیات بری امام
2- مقام سرور کائنات	-18	حیات آغاخان
3- تذکرہ مشاہیر سادات احوال و آثار	-19	حیات ناصر حسرو
4- بلاد شرق میں نفوذ اسلام	-20	حیات نظامی
5- مواخات کا اسلامی تصور	-21	سید احمد بریلوی اور قادیانی
6- اسلامی مساوات کے حدود و شرائط	-22	سید احمد بریلوی کی چترالی بیوی
	-23	علامہ اقبال اور قادیانی
<u>احوال و سوانح</u>		
7- حیات ولی کرمانی	-24	مہر درخشاں، احوال و آثار
8- حیات قادیانی	-25	تذکرہ اسلاف کرام
9- حیات صرفی	-26	تذکرہ خارتان (سوانح حیات)
<u>نسبیات</u>		
10- حیات پیر بابا (مطبوعہ)	-27	لغات النسب
11- حیات ہمدانی	-28	علم الانساب
12- حیات روشن	-29	تذکرہ ستائین کرام
13- حیات مبارک	-30	انساب قبائل عرب
14- حیات قائل	-31	عرب قبائل بلاد شرق میں
15- حیات غنی کاشمیری	-32	تحقیق آل قریش
16- حیات سہیل سرکار	-33	تحقیق بنو امیہ، احوال و آثار

تحقیق بنومردان، احوال و آثار	-34	تحقیق بنومردان، احوال و آثار	-54	قاریغ ترک ریاست
تحقیق آل ابی طالب (علیؑ حضرت علیؑ)	-35	تحقیق آل ابی طالب (علیؑ حضرت علیؑ)	-55	ہزارہ و ملحقات
تحقیق آل علی (محمدؐ عباسی عمری)	-36	تحقیق آل علی (محمدؐ عباسی عمری)	-56	تعارف چترال
تحقیق آل حسن	-37	تحقیق آل حسن	-57	تعارف کاغان
تحقیق آل حسین	-38	تحقیق آل حسین	-58	تذکرہ کافرستان
تحقیق آل جعفر صادقؑ	-39	تحقیق آل جعفر صادقؑ	-59	تعارف کوهستان یاغستان
تحقیق آل اسماعیل ابن امام جعفر صادقؑ	-40	تحقیق آل اسماعیل ابن امام جعفر صادقؑ	-60	شخصیات ہزارہ و اطراف
تحقیق امام موسیٰ کاظمؑ	-41	تحقیق امام موسیٰ کاظمؑ	-61	وادی کشن گنگا (نیلم)
تحقیق امام علی رضاؑ	-42	تحقیق امام علی رضاؑ	-62	نگلہ م آف ارشا
تحقیق سامی قبائل	-43	تحقیق سامی قبائل	-63	تذکرہ خانگیل
تحقیق نسب پیر بابا	-44	تحقیق نسب پیر بابا	-64	بحث و نظر
تحقیق انساب اکابر	-45	تحقیق انساب اکابر	-64	نظریہ پاکستان کا تاریخی ارتقاء
تحقیق قبائل سادات پاک و ہند کابل و شمیر	-46	تحقیق قبائل سادات پاک و ہند کابل و شمیر	-65	خلفائے راشدین کے بعد
تاریخ و تحقیق	-47	تاریخ و تحقیق	-66	اسلام، ملوکیت، جمہوریت
مکالمات (ادبی تاریخ و سیاسی)	-47	مکالمات (ادبی تاریخ و سیاسی)	-67	تعارف دستاویز و قوانین
مقامات (تحقیق و تعارف)	-48	مقامات (تحقیق و تعارف)	-68	امہات المؤمنینؑ
شخصیات (عالم اسلام)	-49	شخصیات (عالم اسلام)	-69	مبلغین اسلام
مقالات (علمی ادبی و تاریخی)	-50	مقالات (علمی ادبی و تاریخی)	-70	کشیر کا پہلا مسلمان مبلغ محمد بن حارث علانی
تعارف بالا کوٹ	-51	تعارف بالا کوٹ	-71	کلامیات
تعارف مظفر آباد	-52	تعارف مظفر آباد	-72	حضرت خدیجہ الکبریٰؑ
تعارف پونچھ	-53	تعارف پونچھ	-73	حضرت فاطمہ الزہراءؑ



صوفیائے کشمیر	-93	اُم کلثوم بنت جول	-74
خواتین کشمیر	-94	ماہتابِ عظمت	-75
مصنفین کشمیر	-95	جہان تابِ عظمت	-76
مجاہدین کشمیر	-96	عالمتابِ عظمت	-77
سادات کشمیر	-97	ساداتِ رضوی	-78
کشمیر میں اسلامی تیرکات (مطبوعہ)	-98	تعظیم الاشراف (مطبوعہ)	-79
کشمیر میں ورود اسلام	-99	<u>مکتوبات</u>	
اطراف کشمیر میں اسلام	-100	مکتوبات مولا نا غلام رسول مہر لاہور	-80
مغل سلاطین اور سیاحت کشمیر	-101	مکتوبات مرزا غلام مرتضیٰ خان چترالی	-81
تاریخ کبیر کشمیر اردو ترجمہ تحائف الابرار	-102	مکتوبات شہزادہ حسام الملک و اہل روش	-82
شخصیات کشمیر	-103	مکتوبات مولانا مرتضیٰ احمد خان نیش درانی	-83
باغات کشمیر	-104	مکتوبات سید حسام الدین راشدی	-84
<u>تحقیق و جستجو</u>		مکتوبات علامہ نور احمد قادری	-85
صحابہ کرام	-105	مکتوبات علامہ امداد حسین کاظمی	-86
رأس الحسین	-106	مکتوبات ابو الاعلیٰ موہودوی	-87
عرب شاعر فرزدق	-107	<u>کشمیریات</u>	
حرۃ و اقم	-108	مقالات کشمیر	-88
مشکل کشا	-109	انقلاب کشمیر جلد اول (مطبوعہ)	-89
قبائل و شخصیات منسوب بہ اہمات	-110	تحریک حریت کشمیر	-90
بلا و اسلامیہ میں تحریک خوارج	-111	سید احمد شہید اور کشمیر میں تحریک جہاد	-91
تحریک نجدیت	-112	علمائے کشمیر	-92

- 113- الشیخہ
- 114- البرہان فی ردِّ بحر الجمان
- 115- لارڈ میو کا قاتل حسن خان آفریدی
- 116- اہل بیت کرامؑ پر تصنیفات
- 117- عربی اور عجمی کشمکش
- ادبیات ولسانیات
- 118- تذکرہ شعرائے کشمیر  
(عربی، فارسی، اردو، کشمیری، ہندکو)
- 119- تذکرہ ادبیات کشمیر
- 120- اشعار آبدار
- 121- لطائف الادب
- 122- شاعری میں سرقہ و قوارڈ کی روایت
- 123- فارسی شاعری اور معاشرے کا احتساب
- 124- کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ
- 125- تاریخ ہندکو ادب
- 126- غنی قول اور جو یا کی شاعری پر تبصرہ
- 127- تذکرہ اولاد امام موسیٰ کاظم  
جلد اول (مطبوعہ)